

مَقَالَاتُ مُنْفَعِي الْعِظَامِ

مجلس علم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ

کے چند اہم

دینی، علمی، فقہی اور اصولی مقالات کا مجموعہ

مترجم

حافظ قاری محمد اکبر شاہ بخاری

ہدایت

مولانا مفتی سید عبدالکلام قریشی

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند



مَقَالَاتُ مُنْتَقَى عَظَمَہ

منشی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ

کے چنڈا اہم

دینی، علمی، فقہی اور اصلاحی مقالات کا مجموعہ

مفتی

حافظ قاری محمد اکبر شاہ قاری

پر مشتمل

مولانا مفتی سید عبدالغفور رضوی

جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : ضلیل اشرف عثمانی
 عباہت : ضلیل اشرف عثمانی کراچی
 نسخہ مست : 280 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حق مالک کو مطلع کی جاتی ہے کہ یہ ایک رنگہ معیاری ہے۔ انھوں نے اس بات کی گمانی کے لئے ادارہ میں مستحق ایک عالم سنجیدہ رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی خطی انھوں نے تو کارنامہ کریم مطلع کرنا کہ ممکن ہو کرنا نہیں تاکہ اس اشاعت میں درست ہو سکے۔ جو ایک حد

..... ملنے کے پتے

ادارہ اشاعت دارالاشاعت کراچی

پتہ: قراقرم، بازار کراچی

ادارہ اشاعت دارالاشاعت کراچی

ادارہ اشاعت دارالاشاعت کراچی

پتہ: قراقرم، بازار کراچی

پتہ: قراقرم، بازار کراچی

پتہ: قراقرم، بازار کراچی

ادارہ اشاعت دارالاشاعت کراچی

پتہ: قراقرم، بازار کراچی

ادارہ اشاعت دارالاشاعت کراچی

ادارہ اشاعت دارالاشاعت کراچی

پتہ: قراقرم، بازار کراچی

پتہ: قراقرم، بازار کراچی

پتہ: قراقرم، بازار کراچی

کتاب دارالاشاعت کراچی

..... ملنے کے پتے

فہرست مقالات مفتی اعظمؒ

مقالات	صفحہ نمبر	مقالات	صفحہ نمبر
احکام علیہ السلام کی قرآنی	۱۶۳	محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۷
قرآن ، تفسیر ، تفسیر		پیش لفظ	۸
(مسائل حاضرہ)	۱۶۹	تقریر	۱۵
رحم کی ہزار		مختصر سوانح مفتی اعظم پاکستان	۱۷
(قرآن اور سنت کی روشنی میں)	۱۷۹	مقالات مفتی اعظم پاکستان	۲۹
سورہ بکریٰ قرآنی تفسیر کے		مختصر سرگزشت	
گرام ہونے کی حکمت	۱۸۹	(خود نوشتہ حالات)	۳۱
شراب کی حرمت اور شراب نوشی سے		دارالعلوم دہلیہ اور اس کا مزاج	
پیدا ہونے والی خرابیاں	۱۹۵	وفاق	۴۵
انتخاب میں جوت ، دہتر اور امید داری		اسلامی ترمیم	۵۵
شرعی حیثیت	۲۰۷	رجوع الی اللہ	۶۳
پاکستان کا حالیہ ایجنڈا ۱۹۷۰ء	۲۱۳	رسول مقبول ﷺ کی حکایت	۷۱
اشکافات اُمت اور ان کا حل	۲۱۷	آنحضرت ﷺ کی تاریخ و تہذیب	
چند پاکستان	۲۲۹	کاغذ رتی نظام	۸۳
چند کی فرضیت اور فضیلت	۲۳۷	اجماع رسول ﷺ	۹۷
نہد و امن اور اسلام	۲۴۹	نعم نبوت ﷺ	۱۰۱
اسلام اور سوشلزم	۲۵۵	درد شریف کے فضاں مساک	۱۱۵
میری علمی و تحقیقاتی زندگی	۲۶۵	اہل علم کے لئے دعوت گمراہی	۱۲۵
نابالغ لڑکی کا نکاح اور		شب برأت اور سہ ماہی	
نوجوانان کا مسئلہ	۲۷۱	کی نشیبت	۱۳۱
اسلامی دستور (العلم)	۲۷۷	فضائل و احکام رمضان المبارک	۱۳۹
		ذکوۃ کی فرضیت و اہمیت	۱۴۹

انتساب

میرے شیخ معظم مفتی اعظم پاکستان
حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
کے نام



تمنائے حرم

از حضرت مولانا مصطفیٰ محمد شفیع صاحبؒ

۱۱۵۱ھ رجب الاول ۱۳۶۹ء۔ اسی وقت تک مصلیٰ چاروں کے سبب چند قدم کے کاٹے ہوئے تھے۔

اے کاش پھر عینہ میں اپنا قیام ہو
 دن رات پھر لیوں پہ درود و سلام ہو
 پھر ذکر لا الہ الا انت مرا حرز جان ہو
 اور وقتِ دلچسپی کی میرا کلام ہو
 حجابِ مصطفیٰ میں ہو معراج سر نصیب
 پھر سامنے وہ روضہ خیر الانام ہو
 پھر بھی سواجھ میں درود و سلام کا
 نہ کیف وہ نظارہ ہر خاص و عام ہو
 پھر کاش میں کہیں حرمِ مصطفیٰ میں ہوں
 فصلِ خدا سے روضہ جنت مقام ہو
 پھر ذکر لا الہ ہے حرز جان مرا
 دوزخ کی آنج بھجھ پہ الٹی خرام ہو
 کتنا بلند اس عجیبی کا مقام ہے
 جس کو وہ خود یہ کہیں کہ میرا غلام ہے

ملفوظ کراچی شمالی نے اپنے فضل سے یہ دعا قبول فرمائی کہ مصلیٰ چاروں کی بکریوں اور بڑی بکریوں کو شیش
 لڑا کر دو مہینے ۱۳۶۹ء میں عمرہ و طواف و زیارتِ بیت المقدس خوب فرمائی۔ ۱۳۶۹

چند اشعار نعتیہ

مردب ۱۳۹۹ء میں شعر شاعری کا سب ڈیوٹ ختم ہو جانے پر اچانک لکھے گئے

از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبہ علم

وہ حضرت سرور کونین طر نوع انساں
رسول انس وہاں ، آئینہ اخلاق رہائی

فرشتوں پر شرف جس کے سبب ہے ، ابن آدم کو
ہوا جس کے سبب رشک جتاں یہ عالم قالی

وہ جس نے نوع انساں کو فرشتوں پر شرف بخشا
ہوا جس سے موزر عالم نا سوت ظلمانی

وہ جس نے امتیوں کو علم و حکمت کی امامت دی
سکھائے جس نے چرواہوں کو آداب جہانباں

نظر وہ کہیا ، کا یا پلٹ دی جس نے قوموں کی
ہوئے شیر و شکر جو کل تک تھے آگ اور پانی

قبائل اوس و خزرج کے جو صد یوں سے محارب تھے
ہوئے سب بھائی بھائی ، تھے جو کل تک دشمن جانی

لقب انی علوم اولین و آخرین در پر
امام انبیاء مرسلین از فضل رہائی

(ابلاغ)

نعتِ رسولِ عربی ﷺ

پھر پیش نظر گنبدِ عسکری ہے حرم ہے
 پھر نامِ خدا روئے جنت میں قدم ہے
 پھر حکمِ خدا سامنے محرابِ نئی ہے
 پھر سر ہے ہر اورد ترا نقشِ قدم ہے
 محرابِ نئی ہے کہ کوئی طورِ تجلی
 دلِ شوق سے لہریں ہے اور آنکھ بھی نم ہے
 پھر منبِ دربان کا اعزاز ملتا ہے
 اب ڈر ہے کسی کا نہ کسی چیز کا تم ہے
 پھر ہار گاہِ سیدِ کونین میں پہنچا
 یہ اُن کا کرم، اُن کا کرم اُن کا کرم ہے
 یہ ذرہ ناچیز سے خورشیدِ ہدایاں
 دیکھو اُن کے غلاموں کا بھی کیا جاوہِ چشم ہے
 ہر نوئے بدن بھی زباںِ بن کے کرے شکر
 کم ہے بخدا اُن کی محتایات سے کم ہے
 رگِ دگ میں محبت ہو رسولِ عربی کی
 بخت کے خزائن کی یہی بیجِ سلیم ہے
 وہ رحمتِ عالم ہے شہِ اسود و احمر
 وہ سیدِ کونین ہے آقائے اُمم ہے
 وہ عالمِ توحید کا مظہر ہے کہ جس میں
 مشرق ہے نہ مغرب ہے، عرب ہے نہ عجم ہے
 دلِ نعتِ رسولِ عربی کہنے کو ہے جھن
 عالم ہے تحفِ کلا، زباں ہے نہ قلم ہے

پیش لفظ

از فقیر العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی

بانی و مجتمہ جامعہ حقانیہ۔ سابق چائل ضلع سرگودھا

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اباجہد :

اکابر علماء و مشائخ اور بزرگانِ دین کے ارشادات، فرمودات اور خطبات و مقالاتِ روحانی زندگی کی چراغ و ترقی کے لئے عظیم سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں ان کی صحبت و معیت کے قائل مقام ہیں۔ جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے :

ایک زمانہ صحبت با اولیاء

بہتر از صد سال طاعت ہے دیا

آج کے اس بے فتن زمانہ میں علماء و اولیاء اللہ کے مواءع و ملحوظات اور ان کے مضامین و مقالات کو عام کرنے کی ضرورت مزید بڑھ گئی ہے۔ علوم ظاہریہ کی تکمیل کے باوجود علوم باطنیہ کی تکمیل کے بغیر انسان کی انسانیت آجا کر نہیں ہو سکتی اور تکمیلِ باطن کے سلسلہ میں اکابر علماء و اولیاء کے اقوال و مواءع اور خطبات و مقالات کو محفوظ کیا جائے۔

مفتی اعظم پاکستان سیدی و مرشدی حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کا مرحلہ و مقام اور فضل و کمال حضراتِ علماء و مشائخ کی نظر میں نہایت بلند و بالا ہے۔ انھوں نے دارالعلوم دیوبند میں اکابر علماء و مشائخ سے صرف علوم و فنون پر ہی اکتساب نہیں کیا تھا، بلکہ روحانی فیوض و برکات بھی حاصل کئے اور بڑے بڑے ماسور اور جمیل القدر اساتذہ کے ذریعہ سادہ عرصہ کداز تک ایسی شائع اور قابل قدر خدمات انجام دیتے رہے کہ ان کی خدمات پر نہ صرف یہ کہ معاصر علماء کرام نے خراجِ تحسین پیش کیا، بلکہ حضراتِ اکابر و مشائخ نے بھی اپنی خوشنودی کی سحر تصدیق جیت کر دی اور حضرت ممدوح کو کمالاتِ علمیہ و علمیہ کا جامع قرار دے کر حق تعالیٰ بصیرت اور اپنے اور ہمارے کی سند عطا فرمادی۔

خانقاہ اداویہ اشرفیہ قحانہ جہان میں حضرت حکیم الامت قحانوی قدس سرہ سے اپنی باطنی تربیت اور ذہنی حاکمیت کی تکمیل کے لئے رجوع کیا۔ حضرت حکیم الامت کے فیض صحبت سے آپ نے تصوف و سلوک کے فن اعلیٰ و رفیع مقامات تک رسائی حاصل کی کہ بہت جلد آپ کا شمار حضرت حکیم الامت کے محبوب اور اہل عقائد میں ہونے لگا۔ حضرت ممدوح رحم و معرفت کے دونوں پشتوں سے فیضیاب و میراب ہو کر ملی و ذہنی کمالات کی جامعیت میں اپنے انکار و مشارح کے بجا طور پر جانشین قرار پائے۔

حضرت سیدی مفتی صاحب نے یوں تو دین کے ہر شعبہ تفسیر و حدیث فقہ و فقا کہ حکام، معیشت و سیاست، میرت و تاریخ، اصلاح و ارشاد، تعلیم و تبلیغ و اصلاح اور زبان ادب میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ مگر آپ کا خاص موضوع فقہ رہا ہے اور اس میں جو خدا واد ملک و مسرت معلومات اور وقت نظری آپ کو حاصل تھی، وہ آں ممدوح کا ہی خاص حصہ تھا۔ صرف علم فقہ میں آپ نے ایک سو کے قریب دس سال تصنیف فرمائے۔ اسی طرح حضرت کے دشنامت علم سے جو قحانوی دارالعلوم دوع بند اور کراچی کے دارالعلوم میں مخلوط ہیں ان کی تعداد بھی اسی ۸۰ ہزار کے قریب ہے۔

علم فقہ میں حضرت کو جو خدا واد بصیرت حاصل تھی اور فقہ کا جو خاص ملک آپ کو عطا کیا گیا تھا اس کی وجہ سے بجا طور پر آپ کو مفتی اعظم پاکستان کے لقب کا اعزاز عطا اور ہر خاص و عام کی زبان پر یہ لقب مشہور ہو گیا۔

علم تفسیر میں "احکام القرآن" عربی اور "معارف القرآن" اردو آپ کے ایسے ملی شاہکار ہیں جو معارف قرآن کے پیاسوں کے لئے ہمیشہ بامقصد تسکین دہن ہیں گے اور یہ ایسے عظیم کارنامے ہیں کہ اس صدی میں تو کیا شاید قریب کی گزشتہ صدیوں میں بھی ان کی نظیر ملی مشکل ہے۔ باوجود منصب عمر اور انعطاف قوتی کے اس خدمت کو انجام تک پہنچا دیا آں ممدوح کی کرامات میں شمار کئے جانے کے قابل ہے۔ ظاہر ہے کہ تفسیر معارف القرآن کے تقریباً چھ ہزار صفحات پر مشتمل مضامین حالیہ اور معارف قرآنی کو محققانہ انداز میں بیان کرنا کرامت سے کم نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ داراعلوم و دیندار اور خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون کے ممتاز فضلا، اور فیض یافتہ علماء میں ایک خاص مقام و مرتبہ پر فائز تھے۔ اپنے علمی اور روحانی کمالات اور مختلف دینی شعبوں میں خدمات اور لوحات بردار واصلہ کے لحاظ سے بمصدق شعر مسطورہ گویا ایک عالم کے کمالات کے جامع اور ان کا احاطہ کئے ہوئے تھے۔ اس کے باوجود اشباح الخرد و اکساری القل و بردباری جیسے امثالہ فاضلہ میں آپ کی ذات ستورہ صفات اپنی مثال آپ تھی۔

فرخندہ داراعلوم و دیندار اور خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون کی نسبت سے آپ کی علمی فنی ماضیاتی اور روحانی خدمات جلیلہ سے پورا عالم اسلام آگاہ اور زمانہ آشکار ہے۔ اس لحاظ سے آپ کے بردار فرمودہ خطابات و مواعظ حسن اور تحریر کردہ مقالات و مضامین کو عام موعظہ و خطبات و مقالات کی نسبت ایک خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے جہاں عامۃ الناس آپ کے خطبات و مقالات سے مستفید و مستفیض ہوں گے وہاں اہل علم بھی خصوصیت سے بہرہ ور ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ عزیز اکرم سید خانقاہ اکبر شاہ بخاری سلمہ کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ جنہوں نے اکابر علماء و مشائخ اور بزرگان دین کے حالات و کمالات اور واقعات کی ترتیب و تالیف اور سوانح بخاری کے ساتھ ساتھ ان کے ارشاد فرمودہ کرناقدہ خطبات اور تحریر کردہ مقالات پر مختلف چراغ و مسائل میں نگرے ہوئے تھے، کچھ کتابی شکل میں مرتب کرنے کا جزا اٹھایا ہے۔ اور اس سلسلہ میں عزیز سلمہ کی شیعوں تالیفات حصے ٹھوہرہ آجکی ہیں۔ جن میں ”اکابر علماء دین“، ”تقریک پاکستان اور علماء دین“، ”حیات و اختتام، خطبات اختتام، خطبات اکابر، مقالات اکابر“، ”تذکرہ شیخ الاسلام پاکستان“، ”تذکرہ خطیب الامت“، ”سوانح غلیل، ذکر خطیب، میں بڑے علمائے حق، کاروان تھانوی، مفتی محمد حسن اور ان کے خلفاء، مفتی اعظم پاکستان اور ان کے ممتاز علما و خلفاء، ذکر خیر محمد، سیرت بدر عالم“، ”مفتی اعظم پاکستان اکابر و معاصر کی نظر میں“، ”حیات مولانا ظفر احمد عثمانی“، مقالات مولانا ظفر احمد عثمانی اور ذکر متین قاضی، ذکر ہیں۔

عزیز موصوف حضرت مفتی صاحب قدس سرہ دارا لڑی اور کے خاص خواجین میں سے ہیں۔ جن کو حضرت کے ساتھ ولی کا اور محبت کا خصوصی تعلق ہے۔ ذرا نظر کتاب ”مقالات مفتی اعظم“

میں عزیز سلسلہ نے بڑی محنت سے حضرت کے علمی مدنی اور اسلامی اہم مقالات کو جمع کر دیا ہے۔ اس طرح سے حضرت کے قیمتی موضوعوں کا یہ ایک عظیم کاغذی قدر ذخیرہ اکٹھا ہو گیا ہے جو نہایت ہی کاغذی تحسین کا کام ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اہم مجموعہ ”مقالات مفتی اعظم“ کو شرف قبولیت بخشے اور اسے عوام و خواص کے لئے نافع و مفید فرمائے۔ آمین

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ



تقریظ

از شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(مہتمم ہمدرد اور فیصل آباد)

عزیز گرامی محمد اکبر شاہ صاحب بخاری سلف اپنے اکابر اور بزرگوار سے ایک خاص تعلق و محبت رکھتے ہیں اور انہوں نے اکابر علماء و مشائخ و یحیٰ بند پر متعدد کتب لکھی ہیں، جو اکابر سے ان کی عقیدت و محبت کی دلیل ہیں۔ عزیز موصوف کو سوانح بخاری اور اکابر و مشائخ کے حالات و خدمات اور ان کے خطابات و مقالات کو جمع کرنے کا خاص ذوق اور عمدہ طریقہ حاصل ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس علامہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دہلوی قدس سرہ کے حالات و کمالات پر ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔ زیر نظر دو کتابیں "خطابات مفتی اعظم" اور "مقالات مفتی اعظم" انہوں نے اب نئی مرتب کی ہیں، جن میں حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے نہایت قابل قدر اور بے انتہا قیمتی سوانح و خطابات اور مقالات و مضامین کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

آج کے دور میں اکابر علماء و صلحاء کے خطابات اور مقالات و مضامین کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ جس طرح علماء و صلحاء کی صحبت سے بے انتہاء فائدہ ہوتا ہے، اسی طرح اکابر علماء و صلحاء کے علوم و معارف کی اشاعت سے بھی بے حد فائدہ حاصل ہوتے ہیں اور ان کے خطوط اور سوانح اور مضامین کے استفادہ سے ان سے تعلق و محبت بھی بڑھتی ہے اور عملی صالح کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

زیر نظر کتابیں اس لحاظ سے بھی نہایت مفید اور نتیجہ خیز ہیں کہ ان کے قیمتی مضامین کا اقتساب جس عظیم ہستی کی طرف ہے، ان کی علمی و زودہائی عظمت ہی ان خطابات و مقالات کی رفعت اور بلندی کی دلیل ہے۔ بہر حال عزیز موصوف سلف کی یہ کاوش قابل قدر ہے اور یہ دونوں کتابیں

”خطبات مفتی اعظمؒ مورخہ ”مقالات مفتی اعظمؒ“ کما حقہ ہی مفید کتابیں ہیں۔

میری خواہش ہے کہ تمام مسلمان ان کتابوں سے مستفید ہوں اور عرب و انڈیا کے لئے دعا
کوں ہوں۔ حق تعالیٰ اس محنت و کاوش کو قبول فرمائیں اور ہم سب کے لئے نافع و مفید فرمائیں۔
آمین

احقر نذیر احمد غفرلہ

قلم ہاسٹس اسلام آباد

لیصل آباد



مفتی اعظم پاکستان

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

تاریک ہو گئی ہے شہتیاں اولیاء
اک شمع رو گئی تھی سودا بھی فروش ہے



بھئی مدرسین، محققین، امام العلماء، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دہلوی کا نام ایسے علم و حق میں ہوتا ہے۔ جس کے علم افضل اتوری، طہارت اور خصوصاً طہریت کی قسم مانگ کر بھی کہا جاسکتے ہیں، ان کی پوری زندگی علوم دینیہ کی خدمت اور طلبہ اسلامیہ کی اصلاح میں صرف ہوئی، وہ صرف اپنے دور کے مفسر اعظم، مدبر، مصروف، مصلح، عالم، بے بدل اور حق پرست نہیں تھے بلکہ وہ سلوک و تصوف کے بے مثل شاہ کمال اور شریعت و طہریت کے ایک عظیم امام تھے۔

ان کی ہر صفت سے نہ صرف علمی دنیا آرا گئی، بلکہ نئے سلوک و تصوف کا آفتاب و مہتاب فروغ ہو گیا۔ اور مسند علماء دہلویا، خالی ہو گئی، وہ حقیقت میں ہمارے قدیم اسلاف کی عظیم یادگار تھے۔ وہ عالموں کے عالم اور اصحاب ارشاد کے صدر نشین تھے۔

ان کی حیات طیبہ کا ہر پہلو ہم سب کے لئے مشعل راہ اور نمونہ ہدایت تھا۔ ان کے تحریر علمی، فقہی و ہدایتی اور دینی حرم و حقون میں کمال جامعیت کو بطور سند پیش کیا جاتا تھا، الغرض آپ کی وفات تمام عالم اسلام کے لئے ایک عظیم نقصان ہے اور ہم سب اپنے عظیم سرپرست کے سایہ مبارک سے محروم ہو گئے ہیں۔ بلکہ بقول جناب مولانا عثمان امین رحمہ اللہ مفتی صاحبؒ کہ: "تمام علماء کرام یتیم ہو گئے ہیں۔"

علا ساقبل نے کجا فرمایا ہے کہ :

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نور پری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدار پیدا

ولاوت باسعادت

آپ ۲۹ دسمبر ۱۹۳۷ء کو مدینہ منورہ کی درستی میں قصبہ دج بند خلع بہار پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی سے ملتا ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد نعیم صاحب عثمانی دج بندی دارالعلوم دج بند میں قادری کے مدرس تھے اور ایک عالم باعمل اور صاحب کمالات بزرگ تھے۔

وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دارالعلوم کا روزنامہ دیکھا ہے کہ جب اس کے اجتمعات سے لے کر ایک اونٹنی وہاں تک سب ہی صاحبِ نسبت ولی اللہ تھے۔ ان کا سن پچاس اٹھ اور دارالعلوم کی تاریخ بنیہ دیکھی ہے اس لئے وہ دارالعلوم کے ہم عمر ہو رہے تھے اور دارالعلوم کو اوّل سے آخر تک خوب دیکھا تھا۔

تعلیم و تربیت

حضرت مطلق صاحب قدس سرہ نے اپنے بی بانی مآول میں لکھیں کہ بچپن ہی سے جہاں منزلِ اقدار خلا، دانا، کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا اور پانچ سال کی عمر میں حافظہ محمد عظیم صاحب کے پاس دارالعلوم دج بند میں قرآن کریم کی تعلیم آپ نے شروع کی، قادری کی تمام کتابیں اپنے والد ماجد مولانا محمد نعیم صاحب سے دارالعلوم میں پڑھیں۔ صاحبِ فنوں ریاض کی تعلیم اپنے چچا مولانا منظور احمد صاحب سے حاصل کی، وہ بھی دارالعلوم دج بند میں مدرس تھے۔ فنِ تجوید قادری محمد یوسف میرٹھی سے حاصل کیا۔ تقریباً سولہ برس کی عمر میں دارالعلوم کے درجہ عربی میں داخل ہوئے اور ۱۹۵۳ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

آپ کو جن عظیم طہریت سے شرفِ کلمہ حاصل ہوا ان میں امام العصر حضرت علامہ مولانا رشید عثمانی، مفتی اعظم مولانا مفتی مزبہ الرحمن عثمانی، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، علامہ ہادیہ مولانا سید ناصر مبین دج بندی، فخر اعلیٰ مولانا حبیب الرحمن عثمانی، شیخ الادب مولانا اعجاز علی دج بندی، حضرت مولانا محمد احمد عثمانی مولانا رسول خان بڑاودی اور مولانا محمد امجد علیہ السلام جیسے اکابرین شامل ہیں، جو بقول حضرت مطلق صاحب کے "اپنے دور کے کتابہ ماجتاپ تھے اور ہر شخص اپنی ذات میں ایک گنج تھا۔"

درس و تدریس

حضرت مفتی اعظمؒ کا شمار اپنے زمانہ طالب علمی میں نہایت ذہین و متین اور سختی طلباء میں ہوتا تھا۔ امتحانات میں ہمیشہ ایک خاص امتیاز کے ساتھ کامیاب ہوتے اسی لئے اساتذہ کرام آپ سے بے حد شفقت و محبت کا سلوک کرتے تھے۔ جب آپ تمام علوم و فنون سے فارغ ہوئے تو حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی متقدمہ دارالعلوم، یو۔ پیو نے آپ کو ابتدائی کتب کی تعلیم کے لئے استاد مقرر فرمایا۔ پھر بہت جلد اعلیٰ مدرسہ میں شامل ہو گئے اور ہر علم و فن کی جماعتوں کو پڑھاتے رہے۔ آپ کا درس ہمیشہ ہر جماعت میں مقبول رہا۔ مگر دورِ نوجوانی کی مشہور کتاب ابو داؤد شریف اور عربی ادب کی مشہور کتاب مقامات حریری کا درس تو ایسا ہوتا تھا کہ مختلف مذاہب کے علماء اور اساتذہ بھی شریک ایک ہوا جماعت سمجھتے تھے۔

دارالعلوم میں تدریس کی خدمات کا یہ سلسلہ ۱۳۱۲ھ تک جاری رہا۔ اس ۷۷ سالہ دور میں ہر صغیر و کبیرہ کے علماء و دانشور پیشوا، ملا، پیشوا، اسکالرز، پروفیسر، ماہرینِ فلسفہ، تاریخ، ادب، لغت، معارف و احادیث کے تقریباً چالیس ہزار طلباء نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ جن میں سے آج بھی ہزاروں علماء مختلف مذاہب میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں اور طلبہ اسلامیہ کی تلامذہ، اصلاح میں مصروف ہیں۔

خدمتِ افتاء

دارالعلوم یو۔ پیو میں تدریس کے دوران آپ فقہی مسائل اور فقہ کے خاص ذوق کی بناء پر حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ افتاء میں شامل ہوئے اور جلد ہی ایک ممتاز فتویٰ نویس کا مقام حاصل کر لیا اور ان کی زیرِ نگرانی فتویٰ صادر فرماتے رہے۔ بالآخر ۱۳۳۳ھ میں وہ مستقل ہو گئے تو در باب دارالعلوم نے یہ اہم کام ہی ۱۳۵۱ھ میں حضرت مفتی صاحبؒ کے سپرد کر دیا اور دارالعلوم کے مجدد و مجدد مفتی کے عظیم منصب پر فائز ہوئے اور عظیم امامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا سید صفدر حسین دہلویؒ جیسے اکابر کی سرپرستی میں خدمتِ افتاء انجام دیتے رہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس عظیم القدر منصب کا حق پوری طرح ادا کرتے رہے۔

آپ کی علمی شخصیت اور فقہی بصیرت پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن دہلویؒ کی مدد و نصرت سے انور شاہ کشمیریؒ، عظیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

اور مولانا سید امجد حسین دہلویؒ جیسے اکابرینِ وقت کا دل اعتماد کرتے تھے ان کے علاوہ عالم اسلام کی ممتاز شخصیتوں نے آپ کی علمی، فقہی بصیرت کے بارے میں اپنے جس جس تکیہ و تہذیب کا اعتراف کیا ہے ان کے مطالعہ سے یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ تمام عالم اسلام کے اکابرین کی نظر میں حضرت مفتی صاحب کا علمی مقام و مرتبہ کتنا بلند ہے۔ آپ کے عرصہ دارالعلوم دہلوی کے دورِ ان ترقی پانچواں ہزار سے ذرا کہ قادی جاری ہوئے جو علاجِ الفتویٰ، امدادِ الفتویٰ اور قادی دارالعلوم دہلوی کے نام سے کئی عظیم جلدوں میں شائع ہوئے اور اب تک آپ کے قلم سے لاکھوں فتاویٰ جاری ہو چکے، جو عظیم ذخیرہ کی صورت میں غیر مطلوب ہیں۔

فقیرِ امت حضرت مولانا ظفر احمد دہلویؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مفتی صاحب نے جس طرح فقہ و حدیث اور تفسیر کی خدمت کی ہے شاید ہی کسی اور صاحب نے کی ہو۔ اسی طرح عظیم اسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قادی فرماتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب کا فقہ و حدیث اور مناظرہ میں نہایت مفید تصانیف کا ایک عظیم ذخیرہ ہے جو آپ کے قلم سے نکلا اور خواص و عوام کے لئے مفید ثابت ہو اور کُلّی خدا کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔

بیعت و خلافت

حضرت مفتی صاحبؒ ابتدا میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دہلویؒ سے اس وقت بیعت ہوئے جب وہ ۱۱۹۱ھ میں امانت سے رہا ہو کر اپنے وطن آئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ۱۲۳۱ھ میں عظیم امت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر ۱۲۳۹ھ میں بہار بیعت و خلافت مقرر ہوئے۔

حضرت عظیم امت کے ممتاز علماء میں آپ کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ حضرت عظیم امت قدس سرہ آپ پر خاص توجہ فرماتے کرتے تھے اور حضرت مفتی صاحبؒ بھی اپنی مشغولیات کے باوجود خانقاہِ امدادیہ تھانویہ میں مستقل حاضری دیتے رہتے تھے بلکہ کبھی کبھی تو کئی کئی بار وہاں قیام فرماتے تھے۔

بہر حال حضرت تھانوی قدس سرہ کی آپ پر خاص نظرِ حمایت تھی اور تقریباً اسی سال تک آپ عظیم امت کی صحبت میں رہے اور ان کی ذمہ داری کی عظیم تصانیف جیسے احکامِ قرآن وغیرہ بھی تصنیف فرمائیں۔ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ حضرت عظیم امت

کو آپ کی طبیعت پر اس قدر اثر ہوا تھا کہ اپنے ذاتی معاملات میں بھی آپ ہی سے مشورہ اور فتویٰ طلب کرتے اور اس پر عمل فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حکیم دامت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی عمر واز کرے، مجھے دکھ ہو گیا ہے، ایک تو یہ کہ ان کے ایسے مہم حاصل ہو چرچا ہے اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے بعد بھی کام کرنے والے موجود ہیں۔ لہذا فرضِ عین حکیم دامت کی نظر میں آپ کا بہت احترام تھا اور بقول عارف باللہ حضرت مولانا اذکر عہد انبی صاحب عارفی کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم سے شیخِ حکیم دامت کے صحیح ہاشمیں تھے۔

آپ نے جس طرح طبیعت و روحی خدمات انجام دی ہیں اسی طرح سلوک و تصوف میں جو خدمات کیں اور شخص پر عیاں ہیں آپ نے اپنی جامع زندگی عوام کی اصلاح و فلاح کے لئے وقف کر دی۔ یہاں تک کہ اپنے وصیت نامہ میں بھی عام مسلمانوں کو خدا کی رضا اور شریعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کی ہے اور اپنی زندگی ہی میں اپنے ہاشمیں مقرر کردے تاکہ وہ ہم کی اصلاح زیادہ سے زیادہ ہو سکے اور شریعت کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

تصانیف و تالیفات

حضرت مفتی صاحب نے شب و روز کی مصروفیت اور دینی مشغول کے باوجود اپنے شیخِ حضرت حکیم دامت قدس سرہ کی روایات کو زندہ رکھتے ہوئے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ایسے تو آپ کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد تین سو کے قریب ہے اور تقریباً ہر عنوان پر کتاب اور متعدد مضامین لکھے ہیں مگر ان میں اسلام کا نئے مسائل، مسائلِ جدیدہ کے شرعی احکام، آدابِ انبیاء علیہ السلام، سنت و بدعت، ختم نبوت کال ۳ جلد، دستور قرآنی، سیرت خاتم الانبیاء، احادیث، قیامت اور نزول مسیح، کفکول، دیوبند فقہ، مقام صحابہ، مسئلہ سورج و قمر، حکیم دامت کا مآثر قرآن و حدیث، ہدایہ اطفال و دیوبند کال اور تفسیر معارف القرآن علمی دنیا کا شاہکار ہیں۔

تفسیر معارف القرآن سال بہ سال تک دیوبند پاکستان سے بھی نشر ہوئی رہی اور یہ آٹھ جلدوں میں مکمل ہے۔ اس تفسیر کے متعلق عالمِ اسلام کے اکابر نے جو خراجِ تحسین پیش کیا ہے وہ قابلِ دید ہے۔

ہے۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب نے اس تقریر کا لکھ کر بلا ہدف مفسرین پر ایک عظیم احسان کیا ہے۔

مفتی اعظم اور تحریک پاکستان

حضرت مفتی اعظم نے حصول پاکستان کی تاریخی تحریک اور جدوجہد میں بھی حضرت عظیم الامت قدس سرہ کے ایثار و لیاہیں حاصل کی اور حکمِ نیکِ تحریک پاکستان کی ذرہ بھرست حمایت کی۔ عظیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ جو علامہ ابو بندہ کے سرپرست اور سرپرستی تھے انہوں نے اپنے مخلصین اور افتاء کے ذریعے دغا، مسلم لیگ، خصوصاً مسز محمد علی جناح کے اپنی تربیت کا فیصلہ کیا اور ہر بار اپنے حلقہ اور انجمن میں سے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا رفیع الرحمن چاند پوریؒ، مولانا شبیر علی تھانویؒ اور حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو مسز جناح کے پاس بھیجا اور مفتی دین کا حق ادا کیا۔

اس طرح ذیل مسلم لیگ ان جماعتوں میں سے بہت متاثر ہوئے۔ یہ ان علماء ابو بندہ نے قیوم پاکستان کی محلی جدوجہد کے لئے ایک جماعت ”مجمعیت جماعت اسلام“ کے نام سے قائم کی اس کے پہلے صدر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور نائب صدر مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مفتی صاحب صدر جمعیت کے معاون خاص منتخب ہوئے اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی جمعیت میں بزمِ سفر کے طول و عرض کا دورہ کیا۔

۱۹۴۷ء میں قائد ملت لیاقت علی خان کے حلقہ انتخاب میں جہاں کانگریس کا زبردست اثر تھا حضرت مفتی صاحب نے مسلم لیگ کی حمایت میں فتویٰ جاری جس کی بدولت ہوا کارخانہ بدل گیا اور قائد ملت کانگریس کے مقابلہ میں لیاہیں پوزیشن میں کامیاب ہوئے اور فتویٰ سے اٹھل چڑھنے لگا کہ یہ کامیابی حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے فتویٰ کی بدولت ہوئی ہے۔

اسی طرح مفتی صاحب نے سرحد کے پٹریڈ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مفتی اعظم پاکستان کے سربراہی لئے ۱۹۴۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کو انجمن کے خصوصی اجلاس میں جس میں تقسیم ہند کی فیصلہ کرنا جو کہ باقاعدہ منظور کیا گیا تھا مسز جناح نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ،

مولانا ہفت روزہ "مفتی محمد شفیع صاحب" کو خصوصی طور پر شرکت کی دعوت دی تھی۔ پاکستان کے ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو انہیں بڑا ترنوں کے ساتھ مبارک سے پاکستان کی پرچم کشی کرائی گئی۔ قیام پاکستان کی مبارک یادداشت کرتے ہوئے مسٹر بنات نے علامہ مفتی، مولانا ہفت روزہ مفتی، علامہ مفتی مفتی صاحب سے کہا کہ پاکستان کی کامیابی کا سوا آپ حضرات کے سربلگے مسکنوں میں آپ ہی اس کی مہارکبائی کے منتظر ہیں۔ (انمبر، ۲۰۰۱ء، ص ۱۰۰)

تحریک نظام اسلامی اور تحریک ختم نبوت

قیام پاکستان کے بعد شیخ الاسلام علامہ مفتی محمد شفیع صاحب نے زعماء مسلم قیام پاکستان کے لئے پاکستان کا دستور قرآن و سنت کے مطابق ہو گا۔ اسی وعدہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قیام ملت اور دوسرے مذاہب کے مشورہ سے پاکستان میں جمہور اسلامی نظام کے قیام کے سلسلے میں ایک عمل دستور قرآنی مروج کرنے کے لئے مومن زملہ کو جمع کرنے کا علامہ مفتی نے فیصلہ فرمایا اور اسی غرض کے لئے مولانا اشتیاق الحق صاحب قیام نووی کو فوری طور پر بعدہ تھان بھیجا کہ جتن جلدی ہو سکے علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا ماسٹر و مسن گیارہویں اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کو بلانے کے لئے کہیں تاکہ جمعیہ اسلامی دستور بنایا جاسکے۔ پتا چلے کہ علامہ مفتی صاحب اپنے احکام ختم نبوت اسلام علامہ مفتی محمد شفیع صاحب مفتی کی مجلس پر دینے سے انہیں ہمت نہ ہوئی اور یہی آخر تک میں اسلامی دستور کے خلاف اور انہیں قیام کے فروغ کے لئے ملحق ہوا بعد شروع کر دی اور علامہ مفتی کے شانہ بہ شانہ قرار دیا۔ مقاصد کی ترتیب تدوین اور اس کی تنظیمی امور میں بڑا کام کیا۔

پھر جمعیہ میں اسلامی مقررہ ہونے کے لئے مقررہ ہونے کے لئے علامہ مفتی محمد شفیع صاحب نے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کو فوری طور پر بلانے کی دعوت کے بعد جمعیہ کے قیام اور جمعیہ کی صورت کے فراخ بھی علامہ مفتی صاحب سے سراہا ہوا ہے۔ جب ۱۹۴۹ء میں علامہ سید سلیمان ندوی اور مولانا مفتی صاحب کی کوششوں سے کراچی میں جمعیہ کے قیام کا کام نے جمع ہو کر جمعیہ صدر پر ۲۲ نکات پر مشتمل دستوری تہذیب مروجہ کیس قانون تہذیب کی ترتیب تدوین میں بھی علامہ مفتی صاحب شروع سے لے کر آخر تک شریک رہے اور آپ ہی کی سرپرستی میں اس کمیٹی کے اجلاس ہوتے رہے اس طرح تحریک ختم نبوت کے آغاز سے لے کر آخر تک بڑی سرگرمی سے اس میں حصہ لیتے رہے۔

اپنے اساتذہ کرام ماسما نور شاہ ظہیری اور علامہ شعیب احمد عثمانی کی قیادت میں مرزاہیت کے خلاف ہندوپاک کے کونہ کونہ میں تقریریں لکھیں، مناظرے کئے اور تقریر و تقریر کے ذریعے غارِ پاہیت کی جزا کھیر دی۔ ختم نبوت، امامت قیامت اور نزول مسیحؑ کی مرزا، ایمان و کفر، ختم نبوت فی القرآن و الحدیث وغیرہ کتابیں لکھیں۔

جون ۱۹۵۷ء میں مرزاہیت کے خلاف بڑا فرقہ کے ملایا گیا ایک بڑا ہلایا گیا۔ حضرت مفتی صاحبؒ اس کی شوری کے ممبر منتخب ہوئے۔ انفرض تحریک پاکستان ہو یا ۱۹۴۷ء کی تحریک ختم نبوت و تحریک اسلامی حضرت مفتی صاحبؒ قش قش رہے اور باطل کے سامنے ہمیشہ کھڑے حق ادا کرتے رہے اور آخر ہم تک وہی قہار ملک و ملت کی بناوٹ خدمت کرتے رہے۔

دارالعلوم کا قیام

قیام پاکستان کے بعد جب آپؒ ہجرت کر کے کراچی تشریف لائے تو دینی تعلیم کے فروغ کا احساس دل میں موجزن تھا اور جس طرح حضرت عظیم الامت قدس سرہ کے دوسرے ممتاز خدام نے ملک کے دونوں حصوں کے مرکزی شہروں میں دارالعلوم ہجرت کر کے نمونہ کے طور پر عظیم دینی درسگاہوں کو قائم کر لیا جیسے حضرت مفتی محمد حسن امجد ترمذی نے لاہور میں جامعہ اشرفیہ، حضرت مولانا فیروز محمد چاند مرہٹی نے ملتان میں خیر المدارس، حضرت مولانا الطیر علیؒ نے لاہور میں مشرقی پاکستان میں جامعہ اسلامیہ فیروزہ فیروزہ۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے بھی ۱۹۵۷ء میں تہذیبیہ سرورہ اسلامی کے عالم میں ملک، ایک ازاد کی ایک مملکت میں دوسرا اسلامی قائم کر لیا جس میں صرف ایک فاسق اور چند ظالم تھے لیکن صرف چند ماہ کے بعد ہی یہ دوسرا "دارالعلوم" کی شکل اختیار کر گیا اور کراچی میں یہ عظیم الشان "دارالعلوم" پاکستان میں دوسرا دارالعلوم ہجرت کر لیا گیا ہے۔ جس میں اس وقت تقریباً دو ہزار طلباء و ان ملک سے دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ جہازوں کی تعداد میں اسی دارالعلوم کے فارغ التحصیل طلباء، پاکستان، ہندوستان، برما، اندونیشیا اور دوسرے اسلامی ممالک میں دینی، علمی اور قومی خدمات انجام دے رہے ہیں اور حضرت مفتی صاحبؒ قدس سرہ کا فیض بھی جاری ہے۔ خدا کرے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کا یہ بزرگ فیض، قیامت ملک اسلام کو میرا ہے کہتا ہے آمین!

اخلاق و عادات

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے شوقِ جامعیت سے نوازا تھا۔ باطنی اور ظاہری علوم و کلمات میں جامعیت، پھر ہر ایک علم و فن میں کثر آپ کے خصوصی اوصاف تھے۔ نہایت مفکر، المذاق اور متبحر تھے۔ صدق و صفا اور خلوص و نصیحت کا پیکر تھے، صبر، توکل، ریاضت و استقامت، ذہانت، فراست، دیانت و شرافت میں بے نظیر تھے۔ آپ کی مجلس میں حضرت حکیم دارمت کے جلوے نظر آتے تھے۔ بڑے بڑے علماء و مسلمانوں کو آپ کی اور ان کی مجلس میں بڑے شوق سے شریک ہوئے تھے آپ کی زبان اور بیان میں اس قدر اثر تھا کہ سامعین کی جیب کیلیت ہو جاتی تھی۔ ہر کسی سے بڑی خوش اخلاقی سے گفتگو آتے تھے ہاتھی آہستہ آہستہ کرتے تھے مگر جواب دہانہ اور مدلل و منطوق ہوتا تھا، مگر صاف لباسِ ذہب تن کرتے تھے۔

حضرت استادی مولانا خیر محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت اگر عالم باطن اور عرف کامل دیکھتا ہے تو وہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کو دیکھے، واقعی آپ اس دور کے ولی کامل تھے۔ آپ کا علم و فضل، ذہن و تقویٰ اور اخلاق و حسنِ اہانت کی نگاہ ہی کرتا ہے کہ آپ اس وقت شریعت و طریقت کے تمام تھے۔ آپ ایک سچے مسلمان، مخلص و متبعِ رسول تھے۔ بارہا حج کے لئے تشریف لے گئے اور ہر بار کی تھنا کی کہ

اے کاش پھر مدینہ میں اپنا قیام ہو
دن رات پھر لوگوں پر درود و سلام ہو
عراپ مصطفیٰ میں ہو معراج پھر نصیب
پھر سامنے دو روئے خیر الائمہ ہو

رحلت

بشکال ہی کہ حضرت قدس سرہ عظیم کے چھوٹے صاحبزادے مولانا مفتی مفتی صاحب کا ہمدردی ملا تھا۔ انہوں نے لکھا تھا کہ حضرت والد صاحب کا حکیم دارمت سے مسلسل ملاپ فرما رہے ہیں۔ طبعی تکلیف و بیماریوں کی شکایات پہنچ رہے ہیں مگر لکھا تھا اب کچھ فرق ہے مگر فرمائیں۔

اس کے بعد جب ۱۲ اشوال کا منہ سنا یا تو سب سے پہلے ان بلی طرف پر نظر پڑی کہ ”بڑے صغیر کے ہزاروں لم مفتی عظیم مولانا محمد شفیع صاحب انتقال فرما گئے۔“

انا لله وانا عليه راجعون۔

ان دنوں نے دل پر بلی گرا دی قلب کا سکون یچین لیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، میرے عقد کیا یہ کج ہے؟ یہ کیا ہو گیا ہے؟ ایسی بلی عقد دہشتی کے سایہء غفلت سے کیا ہم واقعی محروم ہو گئے ہیں؟ اسباب نے؟ اسرار کیا کہ میرے کام لیا جانے لیکن میرے آئے تو کیسے آئے اب ہمیں دعا میں کون دے گا۔ ہمیں کون نصیحتیں کرے گا؟ ہر طرف موت العالم موت العالم کا منظر تھا۔ عقد کا ذکر کرتے ہوئے اسی طرح کراچی کے لئے دعا دیا گیا۔ ٹکڑوں میں دور سا شریہ میں نماز ہوا اور اس وقت حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب قحطی کو دیتے ہوئے دیکھا اور کراچی میں حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہم کے حضرت مفتی صاحب کے متعلق جتنی تاثرات تھے تو یقین ہو گیا کہ حقیقت میں ہم سب مفتی پر امامنا سلام اپنے عظیم سرپرست کی جدائی سے قہیم ہو گیا ہے اور ۱۱۰۷ اور ۱۱ اشوال کی درمیانی شب کو ہم سب کو دعا ہوا چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔

انا لله وانا عليه راجعون۔

نماز جنازوں کے رفق خاص حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہ نے پڑھائی اور نماز جنازہ تقریباً ایک سال کا حقد یمن سے پڑھی۔

یاشق کا جنازہ ہے زورادعوم سے نکلے
عذاب ان کی لحد پر شہنم افشائی کرے

ممتاز علماء کا خراج عقیدت

یوں تو آپ کو عالم اسلام کے مشاہیر نے خراجِ تحسین پیش کیا ہے مگر یہاں صرف چند ممتاز علماء کی مختصر آراء درج کی جاتی ہیں تاکہ آپ کی شخصی عظمت کا اندازہ ہو سکے۔

مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ : حضرت مفتی صاحب کی وفات تمام ملتِ اسلامیہ کا عظیم سانحہ ہے۔

مولانا خورشید الحسن افغانی مدظلہ : حضرت مفتی صاحب علمِ تعمیرِ ختم شدہ بیٹے کے مام تھے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ : حضرت مفتی صاحب ہمارے اسلاف کی عظیم یادگار تھے۔

مولانا سید محمد یوسف بنوری مدظلہ : حضرت مفتی صاحب کی زندگی کا ہر شعبہ شہادتِ ہدایت تھا۔
 مولانا محمد عبداللہ خواتی مدظلہ : حضرت مفتی صاحب کی وفات ایک کامل طائفہ تھی۔
 مولانا عبدالحق حقانی ایم این اے : حضرت مفتی صاحب کا ہلامت کے ساتھ تلام تھا۔
 مولانا محمد زکریا خان حلوی مدظلہ : حضرت مفتی صاحب کی رحلت نے قلب و جگر زخمی کر دیے ہیں۔

مولانا مفتی جمیل احمد قاضی مدظلہ : وہ اس دور کے عظیم ترین مفسر تھے۔
 مولانا سید محمد اسعد دہلوی مدظلہ : حضرت مفتی صاحب کی وفات سے دلی صدمہ ہوا ہے۔
 مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ : انکی عظیم ہستیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔
 مولانا چاشت شاہ الحق قاضی مدظلہ : ان کی وفات سے تمام علماء کرام یتیم ہو گئے ہیں۔
 مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری مدظلہ : وہ تمام عالم اسلام کے غائبی روحانی فیوض تھے۔
 مولانا خدام اللہ خان صاحب مدظلہ : آپ نے تمام زندگی قرآن و حدیث کی خدمت میں بسر کی۔
 مولانا محمد انکب خان حلوی مدظلہ : ان کی وفات سے تمام علماء اسلام کے لئے عجب عظیم غم ہے۔



مقالات مفتی اعظمؒ

خودنوشت حالات (مختصر سرگزشت)

نام کا رہا خلاق بندہ محمد شفیع ابن مولانا محمد نجیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس نعمت کا شکر ادا نہیں کر سکا کہ حق تعالیٰ نے اس کا مولد و وطن مرکز علوم اسلامیہ دہلی بندہ کو بنا دیا اور ایسے والد محترم کی آغوش میں پرورش کا موقع عطا فرمایا جو حلقہ قرآن اور عالم دین بننے کے ساتھ دارالعلوم دہلی بندہ کے معاصر تھے۔ دارالعلوم دہلی بندہ کے بانیان علمائے ربانی کی صحبتوں سے فیض یاب بننے کے مواقع ان کو پیش پیش رہے۔ ان کا دھواں بزرگوں کا زندہ تہ کر رہا تھا اور ان کی زندہ گی بچپن سے وفات تک دارالعلوم دہلی بندہ ہی میں چوری ہوئی وہیں تعلیم حاصل کی وہیں عذریں ہو کر ساری عمر تعلیم کی خدمت گذاری کی۔

اسطر کی زندگی و تعلیم قرآن و حدیث محترم کی تجویز سے دارالعلوم کے اساتذہ کرام قرآن حافظ عبد العظیم صاحب اور حافظ احمد ارخان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوئی اور پھر خود دارالعلوم کی خدمت میں رہ کر اردو، فارسی، حساب، ریاضی اور ابتدائی عربی کی تعلیم حاصل کی۔ پھر ۱۳۳۳ھ میں دارالعلوم کے کالج میں باقاعدہ داخلہ لے کر ۱۳۳۵ھ تک درسِ نظامی کا خطاب اُن پھر فنِ اساتذہ کی خدمت میں رہ کر پورا کیا جن کی نظیر آج دنیا کے کسی گوشے میں ملنا مشکل ہے۔

بچپن سے متوسلہ تعلیم عربی تک شیخ العربیہ العظیم سیدی حضرت مولانا محمود الحسن صاحب شیخ ابوبندہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضری دی۔ کبھی کبھی دہلی بندہ کی فیروز کی حاضری بھی رہی۔ پھر انیل سے واپس تشریف لانے کے بعد انہی کے دستِ حق پرست پر حجت طریقت نصیب ہوئی اور علوم عربیہ کی باقاعدہ تعلیم حضرات ذیل سے حاصل کی۔ حافظہ حدیث جامع العلوم حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری، عارفِ باطن حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب، عالم ربانی حضرت مولانا سید صفر حسین صاحب شیخ الاسلام حضرت مولانا شیخ احمد صاحب عثمانی، شیخ الادب و الفقه حضرت مولانا محمد اعجاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہم، اجمعین۔ اور پھر علومِ عقول و معقول حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب حضرت مولانا محمد رسولی خان صاحب۔

اُسوس ہے کہ ان علوم کی تحریر کے وقت آٹھ کروڑ روپے لوگوں کے سوا سب اس دارِ فانی سے رحلت فرما چکے ہیں۔ حق تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کا سایہ تاجِ نبوتِ ہدایت قائم رکھیں اور اہل علم کو ان سے فیضِ یاب ہوئے گا۔ یادِ ستیادہ موقع ملاحظہ فرمائیں۔

اساتذہ و اہل کتب دارالعلوم کی نظرِ شفقت و حمایتِ ہدایتی سے اس ناکارہ پر مہذول تھی۔ ۱۳۳۱ھ میں اختر نے فنون کی جگہ چند کتابیں تاختی، میرزا محمد اور مسعودی وغیرہ چھپنا شروع کیا تھا کہ اسی سال میں اکبر دارالعلوم نے اختر کو کچھ حق پر جاننے کے لئے مدد دینے سے اس طرح ۱۳۳۲ھ میں میری تعلیم و تعلم کا مشترک سال تھا۔ ۱۳۳۳ھ سے باقاعدہ دارالعلوم میں تدریس کی خدمت پر لگاؤ کیا اور سال مسلسل مختلف علوم و فنون کی تدریس اور اہل کتابوں کے درس کی خدمت انجام دی۔ ۱۳۳۹ھ میں مجھے صدر مفتی کی حیثیت سے دارالعلوم کا منصب فتویٰ پر دیا گیا اس کے ساتھ کچھ کتابیں حدیث و تفسیر کی بھی زیرِ درس رہیں اور بالآخر ۱۳۴۰ھ میں تحریک پاکستان کی جہد و جدوجہد پر کچھ دوسرے اسباب کی وجہ سے دارالعلوم دہلی بند سے مستعفی ہو گیا۔

دارالعلوم کی پچیس سالہ خدمت میں فتویٰ کے ساتھ خاص خاص موضوعات پر تصنیف کا بھی سلسلہ جاری رہا۔ ان تمام مشاغل اور روزِ نگاہ دارالعلوم کی محنت سے اپنے عرصے کے مطابق قرآن و حدیث سے کچھ مناسبت ہو گئی تھی۔ حضرت کبیر دہلوی حکیمِ امتِ سیدی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کا شرف تو طالبِ علمی کے زمانے میں بھی ہوتا رہتا تھا مگر ۱۳۳۱ھ سے تجدیدِ رحلت کے ساتھ مسلسل حاضریاں بھی کا شرف حاصل ہوا جو تقریباً بیس سال حضرت قدس کی وفات و حسبِ ۱۳۴۱ھ تک بدلتی رہا۔ حضرت قدس سرہ کو حق تعالیٰ نے جملہ علوم و فنون کی کمالِ مہارت عطا فرمائی تھی اور میں نے خصوصاً تفسیر اور تصوف آپ کے خصوص میں تھے۔ ان دونوں علوم میں آپ کی تصانیف بیان القرآن، التلخیص اور التکشف و دیگر رسائل تصوف میں پرکافی شاہد ہیں۔

حضرت قدس سرہ نے اپنی آخری عمر میں یہ ضرورت محسوس فرمائی کہ انکلام القرآن پر کوئی ایسی کتاب لکھی جائے جس میں مصرع حاضر کے مسائل کو بھی جس قدر قرآنی کریم سے ثابت ہوتے ہیں واضح کیا جائے۔ اس کام کو جہدِ پورا کرنے کے خیال سے چند اصحاب میں تقسیم فرمایا اس کا ایک حصہ اختر کے بھی سپرد ہوا جس کا کچھ حصہ حضرت قدس سرہ کی حیات ہی میں آپ کی زیرِ نگرانی

۱۔ ۱۳۳۱ھ میں ۱۳۴۱ھ تک جب کہ مصائب القرآن پر نظر ثانی کا کام شروع ہوا تو یہ دونوں بزرگ بھی رحلت فرما چکے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو قرارِ رحلت میں جگہ جعزت فرمائیں اور انہیں جنتِ عالیہ نصیب فرمائیں۔ آمین

لکھا گیا باقی حضرت کی وصات کے بعد ہوتے تعلیمی پروگرام کو کیا اور وہ جہدوں میں شامل بھی ہو چکا یہ مجموعہ عربی زبان میں ہے۔

اس سلسلے نے حضرت "کی برکت سے اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے ساتھ ایک خصوصی تعلق اور مطلب پیدا کر دی۔ اس کے بعد قضا و قدر سے زندگی میں ایک نئے انقلاب کا دورانہ نکلا اور ۱۹۴۷ء یعنی ۱۹۴۷ء میں پاکستان کی تحریک قوی ہو کر پورے ملک میں پھیلی۔ حضرت قدس سرہ کے ساتھ ان ایام اور موجودہ اکابر کے درمیان پر اس تحریک میں حصہ لیا اور دو سال کے شب و روز اس جہد و جد میں صرف کئے۔ وہ اس سے چٹا اور تک اور مغرب میں کراچی تک پورے ملک کے دورے کئے۔ یہی تحریک پاکستان اور اس کی جہد و جد ہوا اور خدا مظلوم و بے بند سے استقلال دینے پر یقینی ہوئی اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی یہ اہمیت تمام پروری فرمادی کہ ہندوستان تقسیم ہو کر مسلمانوں کے لئے خاص اسلام کے نام پر دیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت پاکستان کے نام سے وجود میں آگئی۔

اسلامی سلطنت، اسلامی نظام، اسلامی قانون کی قدیم تصانیف اب امید کی صورت میں تبدیل ہوئے تھیں اور اس کے ساتھ وطن، مملکت کو ترک کرنے اور پاکستان کو وطن بنانے کی تشکیل دل میں موجود تھی۔ وطن اسلامی، بے بند کے علوم اسلامیہ کا مرکز اور منتخب مملکت کا مرجع بننے پر نظر پڑتی تو سعدی شیرازی کا یہ شعر یاد آتا۔

قولائے مردان این پاک بوم
بر انکسار خاطر از شام و روم

لیکن جب ملک کے سیاسی حالات اور ہندوستان میں مسلمانوں اور ان کے حوالوں کے مستقبل پر نظر جاتی تو کوئی روشن پہلو سامنے نہ آتا۔ اس کے خلاف پاکستان میں ہر طرف کی اصلاح و ترقی کی امید بظاہر اسباب نظر آتی تھی اور یہ کشش جلدی تھی اور دوسری طرف پورے ملک میں جہاد اور قتل و مارت گری کے قیامت خیز ہنگامے کمزے ہو گئے۔ ہندوستان میں مسلمانوں پر عرصہ حیات تک کر دیا گیا، لاکھوں انسانوں کو ہجر پاکستان کی طرف دیکھیل دیا گیا اور پھر جانے والوں کو عافیت کے ساتھ جانے کا موقع بھی نہ دیا گیا۔ جہاد قتل عام، انہوں نے جزی، مالوت، مال و مال کے دوج فرما رکھا ہے۔ کسی کا گھج سالہ پاکستان پہنچا جاتا ایک ٹوہ پیا کرست سمجھا جاتا تھا۔

آجہ مل کے بعد یہ ہنگامے کچھ فرو ہوئے تو میرے استاد محترم مہر محمد بھی زلہ بھائی شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور چند علماء کرام کو کراچی نے یہ ارادہ کیا کہ پاکستان کے لئے اسلامی

استوار کھلیک خاک مر تب کر کے حکومت کے سامنے رکھا جائے تاکہ جس مقصد کے لئے پاکستان بنایا گیا ہے وہ جلد سے جلد بروئے کار آ سکے اس جوہر کے لئے نیکل چند حلقہ کے احقر کو بھی ہندوستان سے کراچی آنے کی دعوت دی گئی۔

۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۵۷ھ تک کی تقریباً پچیس سالہ عمر میں عظیم الشان بکس میں وطنِ مانف مرحوم صوبہ ہند کو خیر باد کہہ کر صرف چھوٹے بچوں اور ان کی والدہ کو ساتھ لے کر پاکستان کا رخ کیا۔ والدہ محترمہ اور اکٹڑ لاد اور سب عزیزوں اور گھر بار کو چھوڑنے کا دل گدلا نظر ہر جس طرف جا رہا ہوں وہاں ایک غریب الوطن کی حیثیت سے وقت گزرنے کی مشکلات کے ساتھ ایک نئی اسلامی حکومت کا جو دور اس میں دینی رجحانات کے بروئے کار آنے کی فوٹی کن سپردوں کے طے پلے تصورات میں غلطیاں اور چیلن۔

دلی اور چند مقدمات پر اترتے ہوئے ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۳۵۷ھ ۶ مئی ۱۹۳۷ء کو قائدِ حقانی نے صوبہ پاکستان میں پہنچا دیا اور کراچی فیہ اختیاری طور پر اپنا وطن بن گیا۔ یہیں آئے ہوئے اس وقت چند برسوں پہلے سے جو کر تھیں وہ دنیا بھر سے ہیں اس چند برسوں میں کیا کیا اور کیا دیکھا۔ اس کی سرگزشت بہت طویل ہے یہ مقام اس کے لکھنے کا نہیں۔ جن مقاصد کے لئے پاکستان محبوب و مطلوب تھا اور اس کے لئے سب کچھ قربان کیا تھا حکومتوں کے انتظامات نے ان کی حیثیت ایک لذتِ خواب سے زیادہ باقی نہ چھوڑی۔

بہل ہر تن خوں شد و گل شد ہر تن چاک

اے دوائے بہارے اگر امین ست بہارے

حکومت کے سامنے سے کسی دینی انتظام اور نمایاں اصلاح کی امیدیں خواب و خیال ہوتی جاتی ہیں۔ تاہم ہم مسلمانوں میں دینی بیداری اور اسوہِ دین کا احساس بکھڑا دیا بھی تک سرمایہ زندگی بنایا ہے۔ ان میں کل صلاحیتوں کی بکھڑا دیا خاصی تعداد موجود ہے اسی احساس نے یہاں دینی خدمتوں کی راہیں کھولی ہوئی ہیں۔

حکومت کے بنانے پر اسلامی کوششوں کے علاوہ جمہوری طرز سے اصلاحی جدوجہد اور اس کے لئے کچھ آدموں کا قیام جو شروع سے فوٹی نکل رہا تھا اور اس کی ابتدا ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۷ء میں اس طرح ہوئی کہ آرمی بارگاہی کے متصل مسجدِ بابا اسلام میں روزانہ بعدِ صبح اور پھر قرآن شروع ہوا اور ہر طرف سے آنے والے سوالات کے جواب میں جو فتنہ فنی مسلسل لکھے جاتے اور بغیر نقل کے دہرائے گئے

جاتے تھے۔ اس کا انتظام ہی مسجد میں ایک دارالافتاء کے قیام کی صورت میں عمل میں آیا۔ یہاں پر قرآن مجید سے زیادہ مفید و موثر اثرات ہوا۔ نئے لوگوں کی زندگی میں انتخاب کے آثار دیکھے گئے۔ احقر کا روزگار بھی کچھ ایک اچھا مشغول تھا۔ بعد ازاں فجر روزانہ ایک گھنٹہ کے عمل سے سات سال میں کچھ حد تک درس قرآن مکمل ہو گیا۔

یہاں تک کی تہذیب نامہ سفر ۱۳۸۳ھ میں اس وقت تکھی گئی تھی جب کہ تفسیر معارف القرآن کو کتابی صورت میں لانے کا ارادہ ہوا تھا۔ پھر ۱۳۸۸ھ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ۱۳۹۰ھ میں اس پر کام شروع ہوا جو ۱۳۹۲ھ تک پانچ سال میں کچھ تکمیل ہو گیا۔ اس تہذیب کا آگے آنے والا حصہ تکمیل تفسیر کے بعد ۱۳۹۳ھ میں لکھا گیا۔

تفسیر ”معارف القرآن“ کی تصنیف قدرتی اسباب سے

احقر کا روزگار گناہگار بے علم و بے عمل کی یہ حالت بھی بھی نہ ہوتی کہ قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کا ارادہ کرتا مگر نیز تک تقدیر سے اس کے اسباب اس طرح شروع ہوئے کہ دریغ پاکستان سے روزانہ نشر ہونے والے درس قرآن کے متعلق مجھ سے فرمائش کی گئی جس کو چھانڈا اور کیا ہوا۔ میں قبول نہ کر سکا۔ پھر انھوں نے ایک دوسری تجویز پیش کی کہ روزانہ درس کے سلسلہ سے الگ ایک ہفتہ وار درس تمام معارف القرآن جاری کیا جائے جس میں پورے قرآن کی تفسیر پیش نظر نہ ہو بلکہ عام مسلمانوں کی موجودہ ضرورت کے پیش نظر خاص خاص آیات کا انتخاب کر کے ان کی تفسیر اور متعلق احکام بیان ہوا کریں۔ احقر نے اس کو اس شرط کے ساتھ منظور کر لیا کہ درس کا کوئی معاون نہ ہوں گا اور کسی ایسی پابندی کو بھی قبول نہ کروں گا جو میرے خزانہ ایک درس قرآن کے مناسب نہ ہو یہ شرط منظور کر لی گئی۔

تمام خدا تعالیٰ یہ درس تمام معارف القرآن ۱۳ شوال ۱۳۹۳ھ ۱۲ جولائی ۱۳۹۳ھ سے شروع ہوا۔ ہر تقریباً گیارہ سال پابندی سے جاری رہا یہاں تک کہ جون ۱۹۶۳ء میں دریغ پاکستان کی اپنی فی الحالی کے تحت اس درس کو ختم کر دیا گیا۔ یہ درس معارف القرآن تیرہویں بار سے جاری ہوا۔ سو فیضانِ اسلام پر ختم ہو گیا جس میں ان تیرہ باروں کی مکمل تفسیر نہیں بلکہ منتخب آیات کی تفسیر تھی۔ احقر نے ایسی دوسرائی آیات کو اس میں شامل نہیں کیا تھا جو خاص علمی مضامین پر مشتمل تھی اور دریغ و فیضانِ اسلام کے ذریعہ عام کلام نہیں کرنا اس کا مشکل تھا۔ یادو آیات جو کمر سکراتی ہیں۔

اس وقت یہ کام شروع کر دیا تھا اس کا کوئی دور و دریاں نہ تھا کہ یہ کسی وقت کن فی صورت میں ایک مستقل تفسیر کے انداز پر شائع ہو گی مگر یہاں کہ جب یہ دس فقر ہوں شروع ہوا تو پاکستان کے سب طبقوں سے اور ان سے زیادہ غیر مسلم اکثریت پر سب و غیرہ میں بسنے والے مسلمانوں کی طرف سے بے شمار خطوط آئے جو پاکستان کو اور خود اکثر کو موصول ہوئے جس سے معلوم ہوا کہ بہت سے دیندار اور متعظیم مسلمان اس دس سے بہت شغف رکھتے ہیں۔

آخر وقت میں چونکہ یہ دس آخر شب یا اٹکل صبح صادق کے وقت پہنچتا تھا وہ اس کے لوگوں نے اس کو نیپ دیکھ کر کے ذریعہ محفوظ کر کے بعد میں سب کو بار بار سناتے کا اہتمام کیا اور جگہ جگہ سے اس کا تھنسا ہوا کہ اس دس کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے تمام مسلمانوں کے اس اشتیاق نے اس نا کارہ کی بہت بڑھادی اور امراض و ضعف کے باوجود گیارہ سال تک یہ سلسلہ جری پانہی سے جاری رکھا۔ ۱۳۸۳ھ اور ۱۳۸۴ھ میں جب دس کا سلسلہ بند ہوا تو بہت سے حضرات کی طرف سے یہ تھنسا ہوا کہ جتنا ہو چکا ہے اس کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے اور درمیان میں جو آیات پھوڑی گئی ہیں ان کی بھی تکمیل کر دی جائے تمام خدا پر ارادہ کرالیا کہ سو جو وہ پر نظر ثانی اور درمیان سے باقی ماندہ آیات کی تکمیل کا کام شروع کیا جائے۔

چنانچہ ۱۳۸۶ھ میں شروع ہوئی تھی اور سورہ فرقان کا کام شروع کیا اس میں ادکام کی آیات مشکلہ بہت ہیں جو دیکھ کر شرعی تقریر میں نہیں آتی تھیں۔ یہ کام بہت محنت اور فرصت کا مشاغل تھا، ہجرت غل اور امراض نے فرصت ہندی اور تقریر یا یہ کام بڑھول میں چڑھ گیا۔

بہ نیرنگ تقدیر ایک شدید و طویل بیماری تکمیل تفسیر کا سبب بن گئی

۱۳۸۷ھ کے شعبان میں اکثر کے اصل بدن میں کچھ بھونڈے کی شکل نمودار ہوئی اور رات رات جو صبح گئی آخر رمضان میں اس نے کمر سے ہونے سے معذور کر دیا۔ آخری آٹھ روزے بھی تقاضا ہوئے۔ کمر میں وجہ گرفتار ہونے لگی۔ اس کے ساتھ پاؤں میں بھر کاٹھ اور شروع ہوا اس کا جو علاج پہلے کارگر ہو جاتا تھا وہ اب بھی کامیاب نہ ہوا اور دونوں پاؤں سے معذور ہو گیا تقریر پاؤں میں بیٹھنے والی طرح معذوری و پجاری کے ساتھ موت و حیات کی کشمکش میں گذرے۔

جب چلنے پھرنے اور ہر کام سے معذور ہو گیا زندگی کی امید بھی منقطع ہو گئی تو اب اس پر افسوس ہوا کہ یہ تفسیری مذاق جس قدر وہ بچے تھے ان پر نظر ثانی کی تکمیل نہ ہو سکی اب یہ اوراق جو بھی ضائع

ہو جائیں گے، حق تعالیٰ نے قلب میں صحت عطا فرمائی اور شہل فرما دیا کہ اے قاضی! تم میں ہرگز عیادت پر کسی اللہ تعالیٰ نے اس کام کو شروع کر دیا اور یہ ۱۳۵۸ھ قمریہ ۱۸۴۱ء کو سورہ بقرہ کی تکمیل ہو کر تکبیرت و طہارت کے لئے دے دی۔ اس کے بعد سے مجھے بیماری و معذوری کی حالت میں یہ کام تہہ رنگی و رنگار سے چلتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے اس کام کے بعد معذوری بھی رفع فرمادی تو رجب ۱۳۵۹ھ سے کام کی قدر تیز ہو گئی کے ساتھ ملک میں جو یہ انتخابات نے سیاسی ہنگاموں کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔

میں باکر چہ عرصہ اودان سے سیاست سے بالکل یکسو ہو چکا تھا مگر میں اتحادیات نے پاکستان میں ناصح اسلامی حکومت کے بجائے کچھ نازم اور سوشل ازم پھیل جانے کے خطرات قوی کر دیے اور سوشل ازم کو عین اسلام باور کرانے کے لئے جدوجہد اور چلتے دھڑکتے جام ہو گئے اس مسئلے کی نزاکت نے پھر اس پر تبادہ کر دیا کہ کم از کم اسلام اور سوشل ازم میں فرق اور سوشل ازم کے خطرناک نتائج سے قوم کو آگاہ کرنے کی حد تک اس سیاسی میدان میں حصہ لیا جائے اس کے لئے تحریری مقالے لکھنے پڑے اور مشرقی و مغربی پاکستان کے اہم مواقع میں جلسوں میں شرکت بھی کرنا پڑی، مسئلہ کی وضاحت تو مقدمہ بھر چری ہو گئی مگر سیاست کے میدان میں مسائل اور حقائق سے زیادہ دوز و دزد کام کرتے ہیں اتحادیات کا نتیجہ بالکل خلاف اور برعکس نکلا اس کے اثر سے پاکستان پر جو زوال آتا تھا وہ آگیا، وَلَقَدْ اَلَاَمَرْنَا مِنْ قَبْلُ وَبِئْسَ بَعْدُ۔

انتخابات کے بعد حق نے پھر سیاست سے مستعفی ہو کر اپنا یہ کام شروع کیا اور اُنھوں نے جی کر دے کہ رب سب سے پہلے ایک حیرت و ہلاک کی سیار فضا قرآن پر نظر ڈالتی اور وہ میراثی متروکہ آیات کی تفسیر بھی مکمل ہو گئی اور سورہ ابراہیم سے سورہ نحل تک وہ پاروں کی مزید تفسیر بھی لکھی جتنی سب قرآن مجید نصیب کے قریب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے بہت عطا فرمائی اور۔۔۔۔۔ باقی ماندہ قرآن کی تفسیر لکھا شروع کیا جس کا اس وقت کوئی تصور نہیں تھا کہ پچھتر سال کی عمر اور ستودہ تو بیس کے ساتھ مختلف قسم کے امراض کے تسلسل میں یہ تفسیر جاری ہو سکے گی۔

مگر یہ سمجھ کر کہ قرآن کو ختم کرنا مقصود نہیں قرآن میں اپنی فکر کو ختم کرنا ہے۔ اللہ کے نام پر یہ سلسلہ شروع کر دیا شعبان ۱۳۹۰ھ سے ۳۲ روز تک اسراٹیکل کی تفسیر شروع ہوئی تاہم ۲۲ مئی ۱۳۹۱ھ کو قرآن کی پچھلی منزل سورہ فرقان پارہ ۱۹ تک مکمل ہو گئی۔

آگے قرآن کی تین منزلیں یعنی تقریباً ایک تہائی قرآن کریم باقی تھا مگر کے ضعف مختلف قسم کے امراض کی بنا پر یہ خیال آیا کہ اس سب کی تکمیل تو شاید اللہ سے نہ ہو سکے مگر درمیانی پانچویں اور چھٹی منزل کی تفسیر مقررے احکام مقرر آن میں زبان عربی کھسکی ہے جو شائع بھی ہو سکی ہے اگر میں اس کو نہ لکھ سکا تو میرے بعد بھی کوئی اللہ کا بندہ اسی احکام مقرر آن کی تفسیر کو اردو میں منتقل کر کے یہ حصہ پورا کر دے اور اس کی وصیت بھی چند حضرات کو کر دی اور درمیان کی یہ دو منزلیں چھوڑ کر آخری ساتویں منزل سورہ حق سے لکھنا شروع کر دیا۔

حق تعالیٰ کی مدد سے دیکھیری فرمائی اور ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ سے شروع ہو کر شوال ۱۳۹۱ھ تک پچھری منزل پوری ہوئی، صرف سو ذہن یعنی آخر کی دو ساتویں چھوڑ دی گئیں۔

اب درمیانی دو منزلیں سورہ شعراء سے سورہ طہرات تک باقی تھیں اللہ کے ہام پر ان کو بھی شروع کر دیا ان میں سورہ ص، صافات، زمر، نور و مزین کی مولوی محمد تقی سطر سے لکھوائی اور خود اس پر نظر چلی کر کے عمل کیا باقی سورہیں خود لکھنا شروع کیں اور قرآن مجید کا تقریباً آج ۷۰ پارہ باقی رہ گیا تھا کہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ ۸ جون ۱۹۷۳ء کو اچانک مجھے قلب کا ایک شدید مرض پیش آیا کہ موت کا خشاک گھسوں میں پھر کیا دیکھنے والے تمہاری دیر کا سہماں سمجھتے تھے۔

کراچی میں امراض قلب کے ہسپتال میں غیر شعوری طور پر پہنچا دیا گیا، تین روز کے بعد ڈاکٹروں نے کچھ طبیعت کا اظہار کیا جب کچھ ہوش و ہواس درست ہوئے تو باقی ماندہ تفسیر کا خیال ایک سرست بن کر رہ گیا۔ بر خورد و مزین کی مولوی محمد تقی سطر کو وصیت کر دی کہ بقیہ کی تکمیل ہو کر دیں اس طرح قلب کا کچھ بوجھ ہلکا کیا۔

۱۔ یہ بھی اس حال میں کہ دراصل مہینہ طہ کی ۱۵۰ روز میں بدلتا رہنے کی مستقل خدمت کے بعد دوسرے مہینہ طہ کا آغاز ہوا جس کا مقصد مہینہ طہ کی ۱۵۰ روز کی تکمیل تھی۔

(۱) سورہ مدح علیہ المصروفہ جس کو نے کے ساتھ تمام ضروری احکام کو یاد کیا بھی ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی احکام و ہدایت سے وابستگی اور جہاد سے اس کی ترقی۔ (۳) مسیح علیہ السلام کی تعلیم و اصلاح کا طریقہ۔ (۴) اسلامی دنیا کے احکام اور

(۵) اللہ کی عبادت و عبادت صحابہ کی تعلیم و اصلاح کا طریقہ۔ (۶) اسلامی دنیا کے احکام اور (۷) اللہ تعالیٰ کی عبادت و عبادت صحابہ کی تعلیم و اصلاح کا طریقہ۔ (۸) اللہ تعالیٰ کی عبادت و عبادت صحابہ کی تعلیم و اصلاح کا طریقہ۔ (۹) اللہ تعالیٰ کی عبادت و عبادت صحابہ کی تعلیم و اصلاح کا طریقہ۔ (۱۰) اسلامی دنیا کے احکام اور

(۱۱) اللہ تعالیٰ کی عبادت و عبادت صحابہ کی تعلیم و اصلاح کا طریقہ۔ (۱۲) اللہ تعالیٰ کی عبادت و عبادت صحابہ کی تعلیم و اصلاح کا طریقہ۔ (۱۳) اللہ تعالیٰ کی عبادت و عبادت صحابہ کی تعلیم و اصلاح کا طریقہ۔ (۱۴) اللہ تعالیٰ کی عبادت و عبادت صحابہ کی تعلیم و اصلاح کا طریقہ۔ (۱۵) اللہ تعالیٰ کی عبادت و عبادت صحابہ کی تعلیم و اصلاح کا طریقہ۔

امتِ توحی کا بڑا رس و بزرگ فکر کس نے مرض سے صحت بھی حاصل فرمائی اور تین مہینے کے بعد اتنی طاقت تھی کہ کچھ لکھنے پر جانے کی صحت ہوئے گی۔ پھر تھوڑی دیر کام کرنے سے دماغِ دل و نگاہ سب تھک جاتے تھے، لیکن جن توحی کا فضل و کرم ہی تھا کہ اس نے اسی حالت میں یہ بقیہ تفسیر ۴۱ شہین ۳۹۲ھ بروز شنبہ کو مکمل کر دی اور حسنِ اخلاق سے بیکہ مدد ۳۹۳ھ میں میری وادعت کا ان تھا۔ اس مدد میری عمر کی مشترک سے حوصلہ میں چڑی ہو کر گھسٹ رہاں سال شروع ہوا۔

اس تفسیر کا آغاز ۳۹۲ھ کی شادی میں ہوا اور خاتمہ پانچ سال کے بعد ۳۹۴ھ کی شادی بادی کے متصل ہوا۔ یہ پانچ سال آخر عمر کے طبی ضعیف و مختلف قسم کے امراض کے مسلسل زنجیر کے کام ہوئے۔ ملک میں انقلابی جنگوں کے سال تھے، انھی میں جن توحی نے اس تفسیر کے تقریباً سات بڑے حالات اس ناکارہ کے قلم سے نکھوئے ہیں۔ یہ بات انھوں سے دکھادی کہ

اِنَّ الْعُقُودَ بِوِاْذِ مَسَاعِدَتِ الْحَقِّقَتِ الْعَاجِزِ بِالْقَادِرِ

”یعنی: جب تقدیر الٰہی مدد کرتی ہے تو عاجز کو قہر کے ساتھ طاقت ملتی ہے۔“

علمِ عمل پہلے ہی برائے نام تھا، اس ضعیف و بچی عمر امراض و مشاغل ذہنی نے اور ہاں سہا بھی رخصت کر دیا، ان حالات میں کسی تصنیفِ خصوصاً قرآن کریم کی تفسیر کا ارادہ کرنا بھی ایک بڑی جسارت تھی۔ اہلِ ایمان اس پر تھا کہ اس میں میری اپنی کوئی چیز نہیں، اکابرِ علماء و سلف صالحین کی تفسیر کو اسان زبان میں اہل عصر کی عبارت کے قریب، یہ میری خدمت کا حاصل تھا۔

میں نے آخر عمر کے پانچ سال کی ہی محنت مثلاً اس زمانہ میں صرف کی کہ عصرِ جدید کے مسلمان جو مولانا علی اصطلاحات اور علمی زبان سے بے گناہ ہو چکے ہیں انکا میری تفسیر کو ان کے لئے اقرب الی الشہم کر دوں تو شاید اس زمانے کے مسلمانوں کو اس سے فہم پہنچے اور میرے لئے ذرا اثرات ہی جائے علماء متفہمین اپنی طبیعتِ قیقات کے کلمات دکھاتے ہیں، اس ناکارہ نے اپنی بے علمی کو اس پردہ میں چھپایا ہے، امتِ توحی مجھ سے اپنی باری کا معاملہ فرمادیں، پھر اس ناچ کی خدمت کو قبول فرمادیں، جس میں کسی علمی کمال کا تو کوئی ثمل نہیں بلکہ اپنے آپ کو تنکایا ضروری ہے، اور یہ تنکایا بھی اللہ ہی کی توفیق سے تھا اور نہ ایک قدم چلنے کی بھی کیا کجالی تھی۔

کاش! اللہ تعالیٰ میرے اس جھگٹے پر نظر فرمائیں اور میری تصبیحات کو جو اس کی کتابِ کریم کے حقوق ہوا کرنے میں ہوئی ہیں، معاف فرمائیں کہ اس کو شرفِ قیامت عطا فرمادیں۔

نہ بحرِ عرفِ مباحثہ سرِ حوشم نہ بقیشِ بستہ مشوِ شوم
نفسیے بیاد تو میرے زلم چند عبارت و چند معالیم

مصنف کتاب کی یہ لمبی کہانی اہقر کے لئے تو ایک بارداشت اور شکر گزاری کے لئے ایک تذکرہ ہے مگر عام لوگوں کے ذوق کی چیز نہیں اس کے باوجود اس لئے لکھا کہ لوگوں کو میری اس جدت کا اندر معلوم ہو جائے۔

جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ تفسیر قرآن پر مستقل تصنیف کے لئے جرأت کرنے کا میرے لئے دوا درونک بھی کوئی باحتال نہ تھا مگر غیر ارادی طور پر اس کے سبب ہوتے چھ گئے۔ اہت زامات وراثہ سے ایک تبادل میں تھی کہ حکیم الامت مجذہد اہلسنت سیدی حضرت مولانا شرف علی تھانوی قدس سرہ کی تفسیر بیان القرآن جو ایک بے نظیر، پختہ مگر جامع تفسیر اور ملف صالحین کی تفسیر اس کتاب نایاب ہے لیکن وہ طبعی زبان اور طبعی اصطلاحات میں لکھی گئی ہے آج کل کے مولہاں سے استفادہ کرنے سے قاصر ہوئے ہیں۔ اس کے مضامین کو سہل زبان میں پیش کر دیا جائے مگر یہ کام بھی کافی محنت اور فرصت چاہتا تھا۔ پاکستان میں آنے سے پہلے کچھ شرواع بھی کیا مگر وہ کیا تھا۔

معارف القرآن کی اس تحریر نے کھدا اہد و آذہ بھی پوری کر دی، کیونکہ اس تفسیر کی بنیاد اہقر نے بیان القرآن ہی کو بنایا ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

معارف القرآن کی خصوصیات و التزامات

۱۔ تفسیر قرآن جو عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں ہوں اس میں سب اہم ہوا احتیاط کی چیز قرآن کا ترجمہ ہے کیونکہ مادہ کے کلام کی حکایت ہے۔ اس میں ادنیٰ سی کمی بیشی بھی اپنی طرف سے وہ انہیں اس لئے میں نے خود کوئی ترجمہ لکھنے کی ہمت نہیں کی اور اس کی ضرورت بھی نہیں تھی کیونکہ اکابر علماء کا کام بذی احتیاط کے ساتھ انہماک سے پکے ہیں۔

۲۔ اردو زبان میں اس خدمت کو سب سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے وفرد زاد ارجمند حضرت شاہ رفیع الدینؒ اور حضرت شاہ عبد القادرؒ نے اپنے اپنے طرز میں انجام دیا۔ اہل الذکر ترجمہ میں بالکل تحت الفاظ ترجمہ کا اختیار کیا گیا ہے۔ اردو محاورہ کی بھی زیادہ رعایت نہیں رکھی گئی اور بڑے کمال کے ساتھ قرآن کے الفاظ کو اردو میں منتقل فرمایا ہے اور دوسرے ترجمہ میں تحت الفاظ کے ساتھ اردو محاورہ کی رعایت بھی ہے جس کو حضرت شاہ عبد القادرؒ نے چالیس سال مسجد میں مشغولہ کر پورا کیا ہے یہاں تک کہ آپ کا جنازہ مسجد ہی سے نکلا۔

دارالعلوم دہلی کے پہلے صدر و اس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا فرمایا ہے کہ بلاشبہ ترجمہ الہابی ہے انسان کے پس کی بات نہیں کہ ایسا ترجمہ کر سکے شیخ اعرب و لغت سیدی حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے اپنے وقت میں جب پڑھ لکھا کہ اب بہت سے علماء اہل دہلی نے اس کی وجہ سے بعض مقامات میں ترجمہ کی ضرورت ہے تو انہوں نے اسی ترجمہ کی یہ خدمت انجام دی جو ترجمہ ”شیخ الہند“ کے نام سے معروف و مشہور ہوا۔ اسقرآن کریم کے ترجمہ متن اسی ترجمہ کو بچھا لیا ہے۔

۴۔ سیدی حضرت حکیم الامت خانوی قدس سرہ نے اصل تفسیر بیان القرآن کو اس انداز میں لکھا کہ جن قرآن کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ ہی اس کی تفسیر و توضیح تو سین کے درمیان فرمائی ہے۔ ترجمہ کو اس کے اوپر خطا دے کر اور تفسیر کو نیچے لکھ کر متاثر کر دیا ہے اس طرح خط کشیدہ و خطا میں ترجمہ قرآن ہے اور بین التوسین اس کی تفسیر ہے۔ بہت سے لوگوں نے اسی خط کشیدہ و ترجمہ کو الگ کر کے قرآن مجید کے نام سے ترجمہ حکیم الامت کے نام سے خود حضرت کے زمانے میں شائع بھی کر دیا تھا۔

مجھے چھ نکہ بیان القرآن کی تفسیر کا کام پیلے سے پیش نظر تھا اس وقت اسقرآن حضرت کی اس تفسیر کو ”جام خلاصہ تفسیر“ شروع میں بچھڑا صرف ایک تصرف کے ساتھ نقل کر دیا ہے۔ وہ یہ کہ اس تفسیر میں جس جگہ خاص اصطلاحی اور مشکل الفاظ آئے تھے وہیں ان کو آسان لفظوں میں منتقل کر دیا اور اس کا نام خلاصہ تفسیر رکھ دیا۔ لے موزوں ہوا کہ خود حضرت نے خطبہ بیان القرآن میں اس کے متعلق فرمایا ہے کہ اس کو تفسیر مختصر یا ترجمہ معلول کہا جاسکتا ہے۔

اور اگر کوئی مضمون ہی خاص علمی اور مشکل تھا تو اس کو یہیں سے الگ کر کے معارف و مسائل میں اپنی آسان عبارت میں لکھ دیا تاکہ مشغول آدمی اگر زیادہ نہ کچھ سکھائے اس خلاصہ تفسیر سے ہی کم و کم منہمق قرآنی کو پورا کچھ لے۔ جن دونوں چیزوں کا التزام جلد اول کی طبع اول میں پارہ ۱۴۴م زلیح اول آیت نمبر ۴۴ معارف جلد اول صفحہ ۱۵۸ تک نہیں ہو سکا تھا اب طبع دہلی میں اس حصہ کو بھی مکمل کر کے پوری تفسیر کے مطابق کر دیا گیا ہے۔ بہت ایک احترام جو جلد ثانی سے شروع ہوا کہ جن قرآن کے نیچے ترجمہ شیخ الہند لکھا ہے یہ پہلی طباعت کی پوری جلد اول میں نہیں تھا۔ طبع دہلی میں اس کو بھی تحت اہتمام لکھ کر سب کے مطابق کر دیا گیا یہ دونوں کام تہذیبی علماء کے تھے۔

۳۔ تیسرا کام ہے احقر کی طرف منسوب ہے وہ ”معارفِ مسائل“ کا عنوان ہے۔ اس میں بھی غور کیا جائے تو احقر کی صرف اردو عبارت ہی ہے۔ مضامین سب علامہ اعلیٰ کی تفسیر سے لئے ہوئے ہیں جن کے لئے ہر جگہ لکھا ہے ”اس میں احقر نے چند چیزیں مندرجہ ذیل کا احترام کیا ہے“

(۱) علامہ کے لئے تفسیر قرآن میں سب سے پہلا اور اہم کام لغات کی تحقیق، لغوی ترکیب، غن، بلاغت کے نکات اور اختلافِ قرآت کی بحثیں ہیں جو بلاشبہ اہل علم کے لئے فہم قرآن میں سب سے پہلے کی چیزیں ہوتی ہیں۔ اسی کے ذریعہ قرآن کے صحیح مفہوم کو پایا جاسکتا ہے لیکن عوام عام ہیں آج کل کے بہت سے اہل علم بھی ان تفصیلات میں دلچسپی محسوس کرتے ہیں بالخصوص عوام کے لئے تو یہ بحثیں ان کی فہم سے بالواسطہ مقصد میں نقل ہوتی ہیں وہ سمجھتے سمجھتے ہیں کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنا مشکل کام ہے۔

علامہ کی قرآن کریم کا جو اصل مقصد ہے کہ انسان کا عقل اپنے رب کے ساتھ قوی ہو اور اس کے نتیجے میں مادی تعلقات امتداد پڑ جائیں کہ وہ دین کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں اور دنیا سے زیادہ آخرت کی فکر پیدا ہو اور انسان اپنے ہر قول و فعل پر یہ سوچنے کا عادی ہو جائے کہ اس میں کوئی چیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کے خلاف نہ ہوگی۔ اس چیز کو قرآن نے اٹھا آسمان کر دیا ہے کہ معمولی لکھا پڑھا آدمی خود کچھ کر اور بالکل ان پڑھا ہال ہی نہ کر بھی یہ فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

قرآن کریم نے خود اس کا اعلان فرمایا دیا ہے۔

وَلَقَدْ يَنْشُرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِحٍ ۚ

تفسیر ”معارفِ القرآن“ میں مجاہد کی سہولت کے کوشش نظر ملتی ہے اور اصطلاحی بحثوں کی تفصیل نہیں لکھی گئی بلکہ اس تفسیر کے اقوال میں جس کو مجاہد نے درج فرما دیا ہے اس کے مطابق تفسیر لے لی گئی اور کہیں کہیں ضرورت یہ بحث بھی لکھی ہے تو وہاں بھی اس کا لحاظ رکھا گیا کہ خاص طور پر اصطلاحات اور غیر معروف اور مشکل الفاظ نہ آئیں اور اس لئے انکی مباحثہ علیہ لکھی گئی پھل دیا گیا ہے جو عوام کے لئے غیر ضروری اور اس کی سب سے بے فائدہ ہیں۔

(ب) مستند و معتبر تفسیر سے ایسے مضامین کو جس پر بحث کے ساتھ نقل کیا گیا ہے جو انسان کے دل پر قرآن کی عظمت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی عظمت و محبت کو بڑھا سکیں اور قرآن پر عمل اور اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف متوجہ کریں۔

(ج) اس پر تو مؤمن کا ایمان ہے کہ قرآن کریم قیامت تک آنے والی نسلوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام مسائل کا حل اس میں موجود ہے بشرطیکہ قرآن کو رسول اللہ کے بیان و تفسیر کی روشنی میں دیکھا اور نہ سماج کے اور اس میں پھرتے سے کام لیا جائے۔ اسی لئے ہر زمانہ کے علماء و تفسیر نے اپنی اپنی تفسیروں میں ان جدید مسائل اور مباحث پر زیادہ زور دیا ہے جو ان کے زمانہ میں پیدا ہوئے یا اللہ بن علی باطل کی طرف سے شکوک و شبہات کی صورت میں پیدا کر دیئے گئے اسی لئے قرآن و حدیث کی تفسیریں متزین ہیں، مصنفان جدیدہ فرقوں کی تراویع اور ان کے شبہات کے خلاف سے پر نظر آتی ہیں۔

اختلاف کا وہ نئے بھی اسی اصول کے تحت ایسے ہی مسائل اور مباحث کو اہمیت دی ہے جو یا تو اس زمانے کے متعلق ہو، نئے نئے پیدا ہو رہے ہوں یا زمانہ کے طور پر پیدا ہو رہی اور عصرانی مستشرقین نے مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لئے کھڑے کر دیئے۔ جدید مسائل کے حل کے لئے مقدمہ و پھر اس کی کوشش کی ہے۔ قرآن و سنت یا فقہاء و اہل سنت کے اقوال میں اس کا کوئی ثبوت یا حکم درکم اس کی کوئی نظیر ملے اور اللہ شاہ میں کامیابی ہوگی۔

ایسے مسائل میں دوسرے علماء مصر سے مشورہ لینے کا بھی التزام کیا گیا ہے اور محمدانہ شکوک و شبہات کے خلاف میں بھی مقدمہ و پھر اس کی کوشش دی ہے کہ جواب مسلمانان بخش ہو اور اس جواب دی کے لئے اسلامی مسائل میں اپنی ترمیم کو گوارا نہیں کیا جیسا کہ درحاضر کے بعض مصنفین نے اس جواب دی میں خود اسلامی مسائل میں ناہیلیں کر کے ترمیم کر ڈالنے کا طریق اختیار کیا ہے۔ یہ سب کچھ اپنی معلومات اور اپنی کوشش کی حد تک ہے جس میں بہت سی غلطیاں اور لغزشوں کا احتمال ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں اور ان کی اصلاح کا راستہ لکھ دیں۔

مذکورہ تصدیقات نے تفسیر معارف القرآن کو چند جزائل چیزوں کا مجموعہ بنا دیا ہے۔

(۱) قرآن مجید کے وہ منکدرے شایک حضرت شیخ الہندؒ کا جو اصل شاگرد و شاگرد صاحب کا ترجمہ ہے اور حضرت عظیم دامت قہواری کا ترجمہ۔

(۲) خلاصہ تفسیر جو حقیقت جان القرآن کا خلاصہ مع تسبیل ہے جن کو علیحدہ بھی قرآن مجید کے حاشیہ پر طبع کر لیا ہے اسے تو تھوڑی فرصت دلوں کے لئے فہم قرآن کا مستند اور بہترین ذریعہ ہے۔ اس نے ایک اور ضرورت کو پورا کر دیا جس کی طرف مجھائی فی اللہ مولانا ابود عالم صاحب مہاجر مدینہ منورہ نے علامہ فرید الدہلوی کی ایک مختصر تفسیر حاشیہ قرآن پر لکھا کہ ترجمہ وانی تھی کہ کاش اور میں بھی کوئی

اسی تفسیر ہوتی جو اس کی طرح مختصر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ آرزو بھی پوری فرمادی ہے۔
 دلوں میں چیزیں لکھنے والوں کی مشق اور معروف ہیں۔

(۳) تیسری چیز معارف و مسائل میں جو میری طرف منسوب ہیں اور میری محنت کا ثمرہ
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس میں بھی میرا ہانا کہہ نہیں سب اسلاف امت ہی سے لیا ہوا ہے۔ آج کل کے
 اہل علم و اہل قلم اکثر اس فکر میں رہتے ہیں کہ اپنی کوئی تحقیق اور اپنی طرف سے کوئی نئی چیز
 پیش کریں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس سب کام میں میرا ہانا کچھ نہیں۔

اس پر کفایت و ایک انداز پر ہے عنایات خدا تعالیٰ و بیچ

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اسأل الصواب والمداد فی المبداء والمعاد وہ
 استعین من رآة القلم فیما علمت وما لا اعلم وایہ اسأل ان یجعلہ
 خالصاً لوجہہ الکریم وان یتقبلہ منی کما تقبل من صالحی عبادہ وان
 یسفعنی بہ یوم لا ینفع مال ولا بنون وله الحمد اولاً و آخراً وظاہراً
 وباطناً وصلى الله تعالى على خير خلقه وصلى الله وسلم على حاتم النبائه
 وعلى آله واصحابه اجمعين وبارک وسلم تسليماً كثيراً .

بند و خفیہ و کاغذ

محمد شفیع

شاہ دارالعلوم کراچی

۲۵ شعبان ۱۴۱۹ھ



دارالعلوم دیوبند

اور

اس کا مزاج و مذاق

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

الحمد لله و کفی و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ

دارالعلوم دیوبند، صلیبی وہ عظیم علمی درس گاہ ہے جس نے گزشتہ صدی میں عالم اسلام کی مایہ ناز خصوصیتیں بچا کیں اور ملت کی فکری اور علمی رہنمائی کر کے مسلمانوں کی تادمی پر گہرے اور دور رس اثرات مرتب کئے۔

دارالعلوم دیوبند کیا ہے؟ وہ کیوں قائم ہوا؟ اور اس نے کیا خدمات انجام دیں؟ ان سوالات کا صحیح جواب معلوم کرنے کے لئے آج سے تقریباً ایک صدی پہلے کے حالات پر ایک نگاہ اٹلی ضروری ہے کیونکہ یہی حالات دارالعلوم دیوبند کے قیام کا سبب بنے اور اس درس گاہ کو اس وقت تک تک سہما جاسکتا ہے جب کہ اس کے قیام کا چارہا جس منظر سامنے ہو۔

۱۸۵۷ء کا جہاد آزادی مسلمانوں کی طرف سے ہندوستان کو مغربی تسلط سے نکالنے کی فکری کوشش تھی اور اس تحریک نے انگریز حکمرانوں پر کم از کم یہ بات ضرور واضح کر دی تھی کہ مسلمان ایسی قوم ہے جو کسی بھی حالت میں غیروں کی غلامی پر قانع نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس مرحلے پر انگریز نے اپنی پالیسی میں تبدیلی پیدا کی اور وہی انگریز جس نے لاکھوں مسلمانوں کا خون بہا کر ہندو سنگلوں کو تھکے دار پر کھینچا کر ہندوستان میں اپنے نیچے بٹائے تھے اب ہندوستانی عوام کا خیر خواہ بن کر ان کے سامنے آیا مقصد یہ تھا کہ جو قوم مذکورہ روز بدلتی سے قیام میں نہیں آسکی اس کے ذہن کو رفتہ رفتہ ایسا بدلا جائے کہ وہ ایک عجمہ قوم کی حیثیت سے اپنے وجود کو فراموش کر دینے۔ وہ اپنی دینی روایات، تہذیبی اقتدار اور تاناکا ماضی سے دیر سے دیر سے بے خبری ہوتی چلی جائے یہاں تک کہ ایک عرصے کے بعد اسے یہ یاد ہی نہ رہے۔

وہ کیا کر ڈوں تھا تو جس کا ہے اک نونا ہوا تارہ

اس مقصد کے لئے سب سے زیادہ مؤثر حربہ یہ تھا کہ مسلمانوں کی متحد تنظیم میں، کچھ ایسی انتظامی تبدیلیاں لائی جائیں جن کے ذریعے ان کے اندرون پر مغرب کی ہم جہتی بلادہتی کا سکہ بٹایا جاسکے اور وہ اس بلادہتی سے مرعوب ہو کر اپنے دشمن سے سوچنے کے قابل ہی نہ رہ جائیں۔ چنانچہ لارڈ میکالے نے بعد از جنگی باشندوں کے لئے ایک نئے مؤثر نظام تعلیم کی سفارش کی اور اس طرح کے لئے ایک طویل یادداشت مرتب کی جس میں مسلمانوں اور معاشرتی علوم کا پوری اہمیت کے ساتھ لائق توجہ مسلمان علماء پر بے بنیاد اثرات لگائے اور آخر میں صاف صاف لکھا کہ

”ہمیں اس وقت جس ایک ایسا طبقہ پیدا کرنے کی سعی کرنی چاہئے جو ہمارے اور ان کوڑھوں انسانوں کے مابین ترجمانی کے فرائض انجام دے سکے جن پر ہم اس وقت تکیہ کرتے ہیں۔ ایک ایسا طبقہ جو خون اور رنگ کے اعتبار سے بعد از جنگ ہو کر مروجہ طرز فکر و اخلاق کو نظم و درست کے نقطہ نظر سے مگر“۔

مسلمانوں کو جتنی طور پر مطلوب کر کے انہیں ہیئت کے لئے انگریز کا غلام بنا دینے کی یہ سازش درحقیقت بعد از جنگ پر اپنے اس اقتدار کو سنبھال دینے کے لئے چمک کی گئی تھی جو آزادی کی مختلف قوتوں کی بنا پر ہر وقت انوارِ دل رہتا تھا اور جس کی حفاظت کے لئے توپ و تفنگ کی طاقتیں ناکام ہو چکی تھیں۔ اکبر الہ آبادی مرحوم نے ایک جھوٹے سے شعر میں اس عقیدے کو بڑے بلیغ انداز میں بیان کیا ہے کہ

توپ کھسکی، پرو فیئر آئے جب اسول بنا تو رندا ہے

لیکن مسلمانوں میں سے اعلیٰ بصیرت علماء اس خطرناک سازش کے اندر اس اثرات سے غافل نہ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر اس مرحلے پر مسلمانوں کے دینی و ایمانی کی حفاظت کے لئے کوئی مؤثر قدم نہ اٹھایا گیا تو کچھ عرصے کے بعد یہ قوم ایک علیحدہ قوم کی حیثیت سے اپنا وجود ہی کھو بیٹھے گی اور چند سالوں کے بعد ان میں شاید یہ بات ماننے والا بھی کوئی نہ رہے کہ اسلام کس چیز کا نام ہے؟ اور اس کی بنیادی خصوصیات کیا ہیں؟

اب تک اس دور کے اعلیٰ بصیرت علماء اس کوشش میں مصروف تھے کہ بعد از جنگ سے انگریز کی ساری اقتدار کو ختم کیا جائے اور اس مقصد کے لئے آزادی کی مختلف قوتوں کے ذریعے وہ انگریزوں کے خلاف ہر آزمائش کئے تھے لیکن جب انگریز نے توپ و تفنگ کا راستہ چھوڑ کر خاموش مگر عظیم سازش شروع کی تو یہی علماء جنہوں نے انگریز کی اقتدار کے خلاف سرچرخی بازی کیا کئی تھی انہوں نے بھی

اپنی پالیسی میں تبدیلی کر کے انگریز کے براہ راست مقابلے کو چھوڑ دیا۔ نئے تعلیمی نظام کی بدولت آفریقا میں مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کا ایک ہی راستہ تھا اور وہ یہ کہ مسلمانوں کی طرف سے خود ایسے تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں جن میں وہ اسلام کو اپنی سچی شکل و صورت کے ساتھ محفوظ رکھ سکیں۔

پانچویں حضرات نے اپنی ساری توانائیاں اسی کام میں صرف کر دیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، آلوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، نور حضرت حاجی سید عابد حسین صاحب، یہ حضرات تھے جنہوں نے عرصہ ۱۹۰۷ء کے جہاد میں نمایاں حصہ لیا تھا اور عربی کے ایک پھولنے سے غلطے میں باقاعدہ اسلامی حکومت بھی قائم کر لی تھی اور اسی کے سلسلے میں انہیں عربستان تک حکومت کا خط مقبول بھی رہا تھا لیکن جب تعلیمی نظام کا یہ منصوبہ سامنے آیا تو ان حضرات نے دوجہد کے مقام پر ایکسپریس دس گاہ کی بنیاد پر اپنی ساری دس گاہ کا کام آج "دارالعلوم دوجہد" ہے۔

یہ جہاد تھا جبکہ سعودیستان میں کسی دینی درسگاہ کو قائم کرنا انت سے صاحب کو اجازت دینے کے مراعات تھیں۔ علی میں جہاں سلطان محمد تھیں کہ اس میں ایک بڑا درس قائم تھا انگریزوں کی تسلط کے بعد ایک بھی درس باقی نہ رہا تھا۔ اسی جہاد میں مصر لینے کے جرم میں باپ بھی پھانسی پر چڑھا دیے گئے تھے یا انہیں کالا پانی بھیج دیا گیا تھا۔ دینی مائید حضرات جتنی بڑا اپنے اپنے حالات میں گرفتار تھے اسی لئے ان حضرات نے اس درسگاہ کے لئے کسی شجر کے بجائے قصبہ دوجہد کو پسند کیا اور کچھ علماء جمع کر کے اس سلسلہ شجر کا آغاز کر دیا۔

اس درسگاہ کے قیام کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ اسلام اور اسلامی علوم کو مرنے کی جو کوشش لازماً میکالے کے نظام تعلیم کے ذریعہ کی جا رہی ہے اسے ناکام بنا کر اسلامی علوم کی تھیک تھیک حفاظت کی جائے اور ایسے جہاں علماء کی ایک کھپ تیار کر دی جائے جو سخت سے سخت حالات میں دین کو نہ صرف محفوظ رکھ سکیں بلکہ اسے دوسراں تک پھیلا اور پہنچ سکیں اور اس طرح عام مسلمان الخاد اور بے روزگاری کے ان قتلوں سے باخبر ہو سکیں جو مغربی طرز فکر اپنے ساتھ لائے گا تا کہ جب کبھی مسلمانوں کو مغرب کے سیاسی اقتدار سے آزادی نصیب ہو تو انہیں اسلامی نظام زندگی قائم کرنے کے لئے اسلام کی ہدایات جن کی قوت محفوظ حال جائیں اور وہ ان کی بنیاد پر اپنے مستقبل کی تعمیر کر سکیں۔

پانچ سو سو پندرہ تا سترہ ۱۹۸۳ء مطابق ۱۴۰۴ھ میں ۱۹۸۷ء کو نہایت سادگی کے ساتھ اس عظیم دینی درسگاہ کا آغاز کیا گیا اس درسگاہ کے بانیوں کا مقصد پانچ دین کی ہر طرف خدمت تھی اس لئے اس

کے قیام کے لئے ناخوار و اشتہار کا احجام ہوا اس مقصد کے لئے کوئی ہاضمہ ہوا قائم کیا گیا اور تہ فی شہرت اور نام و نمود کے دوسرے طریقے اختیار کئے گئے۔ اس وقت کے کچھ مفلس بندوں نے دوج بند کے چوہے سے قصبہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں جسے بھرتی کی مسجد کہتے تھے ایک بار کے درخت کے نیچے اب حیات کا یہ چشمہ جاری کر دیا۔ اس عظیم الشان تعلیمی منصوبہ کو مکمل شروع کرنے والے صرف دو افراد تھے ایک استاد فیک شاگردوں کا نام محمود تھا۔ استاد حضرت ملا محمود دوج بندی تھے جنہیں مدرسہ کی مشیت میں میرٹھ سے بلایا گیا تھا اور شاگرد دوج بند کے ایک نوجوان محمود اس تھے جو بعد میں شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف ہوئے اور جنہوں نے اپنی رہنمائی و رہائی کی تحریک کے ذریعے انگریز حکومت کے اچانکوں میں ڈرائیو لیا۔

دارالعلوم دیوبندی خدمات اور خصوصیات

دارالعلوم کی ابتدا ایک دار کے درخت کے سائے میں ہوئی تھی۔ جسے معلوم تھا کہ یہ وہ افراد جو اچھی مسکنات اور گنتائی کے ساتھ یہاں ایک چشمہ فیض جاری کر رہے ہیں، بالآخر ہر مسلمہ کی جان بچ کا رخ موز کر رکھ دیں گے لیکن دیا نے دیکھ لیا کہ اسی سادہ و سگاہ سے علم و فضل کے ایسے ایسے کتاب و اجتاب پیدا ہوئے جنہوں نے ایک دنیا کو جگمگا کر رکھ دیا۔ ہر س کا یہ وہ نیاز ہے، بہت سی قانم ہوئیں ہیں۔ وہ گاہوں کا بھی کسی دور میں خندہ دل نہیں ہوا لیکن اللہ نے وہاں علوم و پو بند کو جو فضیلت اور جو عقیدہ بخش بہت کم علمی وادوں کے حصے میں آتا ہے۔ یہیں مجھے مختصر اسی اعتبار کو واضح کرنا ہے۔

دارالعلوم کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ محض ایک درس گاہ نہیں ایک خاص نظر سے ہوا ایک خاص طرز عمل کا نام ہے جو کتاب و سنت کی صحیح ترجمانی کرتا ہے اس درس گاہ کی بنیاد اسی پر رکھی گئی تھی کہ اس کے ذریعے اسلام اور اسلامی علوم کو اپنی صحیح شکل و صورت میں محفوظ رکھا جائے اس لئے اس کا مسلک یہ رہا ہے کہ یہاں صرف کتابی حروف و انتشار کا نام نہیں ہے بلکہ وہیں محض کتابوں سے سمجھا جاسکتا ہے اللہ نے ہمیشہ کتاب کے ساتھ رسول کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ اپنے عمل سے کتاب کی تفسیر کرے۔ چنانچہ ایسی مثالیں تو ملتی ہیں کہ دنیا میں رسول جیسے کئے مگر کتاب نہیں آئی لیکن ایسی مثال ایک بھی نہیں ہے کہ صرف کتاب بھیج دی گئی ہو اور اس کے ساتھ رسول کوئی نہ آیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی پرستش باقی ہے کہ میں کو کھٹے بھجائے اور پھیلانے پہنچانے کا راستہ صرف کتاب نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ وہ اشخاص بھی ہیں جو کتاب کا عملی دیکھ بھل کر اس کی تفسیر و تشریح کرتے ہیں۔

لہذا دین کو سمجھنے کے لئے کتاب فقہ اور رجال فقہ لازم ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں جن میں سے ایک کو دوسرے سے جھانٹیں کیا ہو سکتا۔ چنانچہ قرآن کریم کو حضرت علیؓ کی تفسیر و تخریج کی روشنی میں اور مفتاح رسول اللہ ﷺ کو صحابہ و تابعین اور دوسرے بزرگان دین کی روشنی میں ہی ٹھیک ٹھیک سمجھا جاسکتا ہے اس کے بغیر دین کی تعبیر و تخریج کی ہر کوشش گمراہی کی طرف جاسکتی ہے۔

مراجم کا فرق ضرور ہے جو تہذیب و تمدن کا پسہ و کسی نئی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو تہذیب ایک جی کا ہے وہ کسی صحابی کا نہیں ہو سکتا اور جو تہذیب ایک صحابی کو حاصل ہے کوئی دوسرے سے بدولتی اس وجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس فرق مراجم کے ساتھ دین کے ان سرچشموں میں سے ہر ایک کے حقوق و حدود کی رعایت و ادراک ضرور ایچ بند کھو و مخصوصی حرا ج ہے جس نے اسے دوسرے اداروں سے امتیاز عطا کیا ہے اور جس کی بنا پر اس اسلمک مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے درمیان ایک ایسی واحد امتداد کی حیثیت رکھتا ہے جس میں کتاب و سنت کی صحیح ترجمانی ہے اور طرہ و طریقہ سے کجی ہوئی انسان کو رخائے الہی بہ دارالعلوم کا سامای نظریہ یہ تفسیر اور دین کتاب فقہ اور رجال فقہ کے نمونے کا نم ہے۔

یہی سب اس کا ایک دوسرا اصلی امتیاز ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ کہ دارالعلوم اپنے عہد شباب میں محض ایک علمی درس گاہ نہیں تھی، جس میں طلباء کو صرف کتابوں کے حروف و نقوش اور صرف علم کا ظاہری طول دیا جاتا ہو، بلکہ ساتھ ساتھ ایک علمی تربیت کا دلچسپی تھی، جہاں علم کے ظاہری بدن میں گل صانع اور اخلاق کا صلیک روح بھری جاتی تھی، یہاں سے فارغ ہو کر نکلنے والے صرف ظاہری صوم سی سے آراستہ نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ علمی اعتبار سے بھی سچے اور سچے مسلمان ہوتے تھے، جن کے چہرے و دل کچھ کر خدا اور آجہا و اقارب و جن کی ہر ہر نقل و حرکت اسلام کی لٹکانہ کی کرتی تھی۔

پھر سے والد ماجد حضرت مولانا محمد نجیب صاحب دارالعلوم کے قرن اولی کے طلباء میں سے تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے دارالعلوم کا وہ زمانہ دیکھا ہے، جب اسکا ایک چہرہ ہی سے لے کر صدر و دہری اور ہر قسم کا سبب نسبت دلی کا ل تھا، جن کے وقت یہاں علوم و فنون کے پے پے ہوتے اور رات کے وقت اس کا گوشہ گوشہ کھڑا اور تلاوت قرآن سے گونجتا تھا،

چنانچہ اس دور میں جو شخصیتیں دارالعلوم وچ بند سے چار ہوئیں، انہوں نے عبادات و معاملات و اخلاق و معاشرت و سیاست اور اجتماعی امور میں ایسے ایسے نمائندگ کر دیا، جن کے قیاس اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ ان میں سے ہر شخص اسلام کی مجسم تبلیغ تھا، وہ جہاں شیعہ گیا ایک جہاں کو سچا مسلمان بنا کر آٹھا، علم اگر روح عمل سے خالی ہو تو عموماً انسان میں خود پسندی اور چھار پیدا کر دیتا ہے

نہیں اور اصرار اور پیکر کا ہم پر نہ روخا چیکہ علم نہ تھا۔ بس اس میں انصاف و عقل اور عشق و محبت کا سوز و ساز بھی شامل تھا۔

اس کی تیسری خصوصیت یہ رہی کہ اس کا پورا ماحول تو اشع اور سردی کی اور بے تعلقی کا ماحول تھا۔ وہاں ہر شخص صمدی ماحول کا تقاب ہوئے کے پادشاہ و عہدیت اور تواضع کا پیکر تھا۔ اس میں صحت کے آثار ایک طرف تھے، استغناء اور ثروت داری کے حال تھے اور دوسرے طرف فراہمی کا کسائی اور ایمان و ارادہ کے جذبات سے معمور۔

دارالعلوم کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ہر صمدیوں میں بکتے کے روزگار تھے۔ ان کی تصانیف آج بھی ان کے حوم کی شاہد ہیں۔ لیکن ان کی سردی کا عالم یہ تھا کہ ان کے پاس کبھی کپڑوں کے واسطے زادہ جز سے شیشا نہیں ہوئے، نہ پینے والا پانی بھی نہ لگا سکتے تھا کہ یہ وہی مولانا محمد قاسم ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی سے نہیں غیہ مسعودوں اور غنہ غنوں سے بھی اپنے ہمہ اہل انصاف کا وہاں لایا ہے۔ دارالعلوم نے سب سے پہلے صمد و دین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ہیں، جو بانی دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا رشید احمد ٹکڑی سے ہم سبھی اور ہر کام میں رہتے، حضرت حاجی صاحب کے خیر فیہ راستہ و اہل حضرت مولانا ملک اعظمی کے صاحبزادے تھے۔ حوائی شاہانہ فکر سادگی کا عالم یہ تھا کہ بعض اوقات کمر بند نہ ملتا تو رہی سے کام لے لیا۔ قاسم حوم و غنوں اور بعض مسکوں میں بھی اللہ نے ان کو مال بخشا تھا صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔

حضرت مولانا سید احمد دہلوی دارالعلوم کے قرن اولیٰ کے ساتھ ان میں سے تھے اور فلسفہ و ریاضی و کثرت اور دیگر عقلی حوم میں اس وقت ان کا کوئی نہیں تھا انہوں نے سادگی و تواضع بند کے طبع میں گزری اور اس حالت میں دنیا سے بکریف لے گئے کہ جو بند میں ان کی ذاتی ہر عہدہ کمر بننے کا مکان بھی اپنی نہیں تھا۔ حضرت مولانا محمد صاحب جن سے دارالعلوم کی ابتدا ہوئی، وہی وہ بند کے میندار بھی تھے مگر کوئی وقت صمدی خدمت سے نکلی نہیں۔ میرے والد محترم نے ایک بڑی کتاب ان سے صرف اس وقت میں پڑھی ہے جب کہ وہ کھر سے گوشت ترکانی لینے کے لئے ہڈیوں جاتے تھے تو شاگرد ساتھ ہوتے۔ یہ سبھی انی طرف پراہاد حضرت شہید مولانا محمد الحسن مجدد سے کے پہلے صاحب علم تھے اور بعد میں صمدی سادگیوں میدانوں میں عالم گیر شہرت حاصل کی۔ جب وہ دارالعلوم کے صمد و دین ہوئے تو انہیں صرف "بڑے مولوی صاحب" کہا جاتا تھا انہیں میں القاب کے لکھنے بعد میں پیدا ہوئے۔

مفتی مروجہ طرز میں صاحب دارالعلوم کے پہلے مفتی اعظم تھے لیکن مجھے ذاتی طور پر سم ہے کہ وہ محلے کی یہ لوگ تھے وہ بے کسی افراد کا سوا سوا اپنے ہاتھوں سے انرا نہیں پہچانی کرتے تھے۔

حضرت مولانا سید امجد حسین (جو حضرت میرا صاحب کے نام سے معروف ہیں) محدث کے اور بچے اور سب کے ساتھ وہیں سے تھے لیکن آخر تک ایک کپہ کان میں مقیم رہے اور صرف اس لئے ہائے مکان نہیں آوا کرتے تھے غریبوں کا قہار اور بے شک سب نے مکان ہائے نہ ہی جاسے۔ اپنا مکان ہائے کرانے کو دل نہیں داتا تھا۔

نیکم اول مت حضرت مولانا شرف علی قندلوی جنھیں آج، پچاسویں صدی کے عظیم بزرگ کی حیثیت سے جانتی ہے اور جنھوں نے ایک بزار سے نہ چاہا تھا ایک چھوڑی ہیں ایک ایسے شخص کے لئے چشمہ اور اس لئے لیکن دارالعلوم میں طالب علمی کی زندگی اس طرح بسر کی کہ اس سے قریب ایک چھوٹی سی مسجد میں رہتے تھے اور طالب علمی کے زمانے میں وفات کے نظم و ضبط کا یہ نظم تھا کہ اس کی مصروفیت کو دیکھ کر محنت معلوم کیا نہ ملتا تھا نہ امتحان ہو نہ عام تعلیم کا بیڑہ ملتا۔ کے بعد سوچا جاتا ہے اور آخر شب میں تہجد کے لئے بیدار ہوتے ہیں معمول میں کمی فرماتی نہیں آتا۔

اس میں غور سے کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اپنے مسلک اختلاف کی طرف ملامت اور دوسروں پر تنقید کے سلسلے میں عقیدہ ان اسلوب تبلیغ اختیار کیا۔ جس میں مخالفت کو زیر کرنے کے بجائے اس کی دینی غیر خواہی کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ دارالعلوم کو بند کرنے کے معاملے میں وہ سخت کڑی لکھی گواہان کیا اور جس بات کو حق سمجھا اس کا ہر حال تک دھکی لیا لیکن اس اعتبار میں حکمت اور نرمی کا پہلو ہمیشہ نظر رکھا گیا۔

دارالعلوم کو بند نہ کھلاصل مقصد چنانچہ اس کی مخالفت تھا اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہ ہو سکا تھا جب تک ایک جماعت دوسرے پر کام نہ چھوڑ کر صرف اسی کی تہہ دار ہے جس کے انھوں نے دنیوی من مصلب اور عہدوں سے قطع نظر کر کے اور خود دین پر باقی ماندہ کر اس خدمت کو انجام دیا لیکن عام مسلمانوں کی دینی ترقی کی فکر بھی انھیں ہمیشہ دامن گیر رہی۔ انھوں نے دین پر مخلص تحریک کے ساتھ مقصد اور مقصدوں کیا جو دین کو محفوظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کی اجتماعی غلامی اور دینی ترقی کا مقصد لے کر آگے بڑھی ہیں جس جگہ دینی ترقی کے حقوق میں انھیں دین پامال ہوتا نظر آیا وہاں دوسروں کی مخالفت کے لئے سید سکندر دین کے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ دوسری سال تک انگریز اور دین کی دوسری جنگ میں پسے کے۔ اور خداوند کے فضل و کرم سے آج دین اپنی گنج اعلیٰ میں محفوظ ہے۔ برصغیر میں دین کو

کھینچے والے اس کی دعوت دینے والے اور اس پر اپنا سب کچھ قربانی کرنے کا جذبہ رکھنے والے موجود ہیں اور ہم مسلمان بھی مغربی افکار کے بے پناہ سیلاب کے باوجود فطری طور پر آج بھی مسلمان ہیں اور اسلام پر فخر کرتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند نے جتنی عظیم شخصیتیں پیدا کیں مانتی شخصیتیں کم ہی کسی ملکی و سرکاری کے حصہ میں آتی ہیں۔ شیخ العرب والعم حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب "جنھوں نے تقریباً چالیس سال دارالعلوم میں درس حدیث و فیرہ کی خدمات انجام دیں اس کے ساتھ ہی اصلاح و تربیت کا یہ سلسلہ قائم فرمایا، ہزاروں علماء و صلحا اور مشائخ طریقت کی صورت میں، ہندوستان، ایران، ہندوستان میں پھیلایا۔ آخر عمر میں اہل یورپ کے متحدہ حکام کے درمیان ترکی اسلامی خلافت کے زوال کے تحت جذبہ جہاد غالب آیا تو ہندوستان کو انگریز کی تسلط سے آزاد کر کے اسلامی مملکت بنانے کے لئے وہ بے مثال کامیاب کام انجام دیئے کہ انگریز بھی حیرت میں رہ گئے۔

نحیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ جو دارالعلوم کے فضلاء میں ایک بے غیر شخصیت ہیں دین اور علم دین کی خدمات کے جتنے شعبے ہیں سب میں آپ کے اثر بے شمار ہیں۔ ایک ہزار سے زائد آپ کی وہ مقبول تصانیف ہیں جن سے لاکھوں مسلمانوں کی زندگیوں میں انتخاب آیا آپ کے سلسلے ارشاد سے بھی لاکھوں مسلمانوں کی زندگی جی ہو رہی ہے اور ہنگاموں میں آج طریقت پیدا ہوئے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد دہلوی "جو حضرت شیخ الہند کے انھیں علاوہ میں سے ہیں جو دارالعلوم میں تعلیم سے فراغت پا کر ترکیہ انھیں کے لئے چند سال حضرت قسطنطنیہ عالم مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں رہے۔ پھر ان کے خلیفہ ہماز ہوئے اور افسانہ سال تک مدینہ منورہ مسجد نبوی میں صوم قرآن و حدیث کا درس دیا پھر اپنے استاد حضرت شیخ الہند "کے ساتھ جہاں آباد دہلی میں شرکت فرما کر چار سال مانتا خیل میں آپ کے ساتھ رہے پھر ہائی کے بعد بھی اسی مشن کی تکمیل میں جدوجہد کرتے رہے اور آخر میں ۱۳۳۵ھ سے ۱۳۴۳ھ ۲۲ سال دارالعلوم کے صدر مدرس اور عالم تعلیمات کی حیثیت سے ملکی خدمات انجام دیتے ہوئے دارالعلوم ہی میں وفات پائی۔

نورین سلف حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کھیمپری قدس سرہ جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام علوم و فنون میں ایک بے نظیر جامع عالم بنادیا تھا خصوصاً حدیث میں تو اپنے زمانے کے زہری اور حافظ ابن حجر کبھی جاتے تھے آپ کا درس علوم معارف کا خزانہ بنانا تھا۔

تو رہا بت چار سو پچھلاوا یا بت نہیں کی زندگی میں صفت کا نور چیلانے میں تڑپیں۔ اتفاقاً جی ان میں سے کسی کو روکا نہیں کر کے کہ وہ اپنے بدن میں کھڑا کر کے یہ مصحوم کرے کہ وہ حنیفہ نے کچھ کہا تھا یا شافی نے غلط کہا تھا یا اس کے برعکس۔

تو جس چیز کو یا میں نہیں سمجھا بت بردن میں ہوتا کٹھ میں ہی کے پیچھے چاکر ہم نے اپنی عمر کے بیچ کر دی اور جو کچھ اس امر میں کھوت تھی اور کبھی کے مابین جو مسائل مختلف تھے اور دین کی ضرورت جو بھی تھے ذرا ایک اہم تھیں ان کی کھوت لیا، اور ہم نے رتے تھے جس کی کھوت کو عام کرنے کا ہمیں علم نہ رہا تھا اور جن شعرات و مسائل کی پوشش ہم پر فوض کی تھی آتی وہ کھوت تو انہیں دی یہ دی، آتی ضرورت وین تو انہوں کی نکاہوں سے کھوت چلی ہو رہی ہیں اور اور اپنے اور انہیں ان کے چہروں کو کھ کر رہے ہیں اور وہ شعرات نہیں کھوتے میں ہمیں لگے ہوا چاہتے تھا کھیل رہے ہیں، شعراتی ہمیں رہتی ہے، لہذا شراب، بے شک و بے پاتی چلی رہتی ہے اور مثال و حرام کا اقتدار انہو رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان قرونی بحثوں میں۔

حضرت شہ و صاحب نے آخر میں فرمایا، یوں غصہ کن دیشا ہوں اور محسوس رہا ہوں کہ عمر ضائع کر دی۔

حق تعالیٰ ہمارے ان کھوتی قیوں پر تڑپا رہا تھا، نازل فرما نہیں۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی توحید

توحید اسلام کی یکتائی

توحید کی تعریفات میں اسلام ایک انتہائی شہسرت کا حامل ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ حَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

”ایک اور تہا اور احد و غالب اللہ کے سوا اور کوئی“ ”میں اور تو ملی پرستگار نہیں۔ اس نے تمام چیزیں پیدا کیں اور وہی علت العلل اور پاتا ہے۔“

انگریز فاضل سے دیکھا ہے کہ مورفوفی روشنی میں نگاہ قبلی ہے تو صاف معصوم ہوتا ہے کہ پوری کی پوری کائنات عالم منظم و منسب نہ نظر آئے گی۔ کوئی تہجد بظہر لیل کے اور کوئی معمول بغیر صلیت کے نہ نظر آئے گا۔ دھواں اڑتا نظر آئے گا تو دیکھتے اور افسوس کچھ ہے کہ گا کہ نہیں آگ لگی ہوئی ہے، کہیں فون گرا نظر آئے گا تو موانع خیالی گذرے گا کہ یہاں کوئی حادثہ نہ رہا ہے۔ مگر کسی نے چراغ کو خود بخود روشن ہوتے اور بادش کو پہ پاؤں کے پر سے نہیں دیکھا۔

جب ہم سب کا کوئی تہجد اور ہر صلیت کا کوئی معمولی مشاہدہ کرتے ہیں تو کوئی کہہ نہیں ہے کہ ہم صلیت ہی کی رو سے آگے بڑھتے اور کھنکھاتے ہوئے علت العلل تک پہنچتے ہیں۔ ہر کمال کا کوئی جزو ہوتا ہے تو ہر جزو کا کمال ہونا ہی لازمی ہے اور وہی خدا ہے۔ ہر لفظی سلسلہ صلیت میں نزول ہوا ایک ایسی صلیت میں پہنچتا ہے جس کے ”کے است کوئی صلیت نظر نہیں آتی اور وہ وہ کے حقیقی کہ اٹھتا ہے کہ یہ کسی کا معمول نہیں اور ای سے خود بخود و ساری دنیا پیدا ہو گئی ہے۔

اس فضا کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ہا می کم کو کچھ ہوتا ہے کوئی حد کچھ میں نہیں آتی کہنے ”خوشت و خرابا۔“ افراط و تفریط، ان و شد، ان و حد، کائنات، دل، ایسے جو کچھ کہنے است تو کچھ کچھ لپکا ہے کہ ”خوشت و خرابا۔“ حضرت ابراہیم علیہ السلام، اسحق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے یہ بات کہہ کر ہے۔

جس طرح اول الذکر جماعت کے یو اے کی جماعتیں جدا افتاد قائم ہوتی رہیں، اسی طرح مؤخر الذکر جماعت کے یو اے بھی حصہ و کثیر و نیا میں پھیلے اور اس فرقہ وانی کے ساتھ پھیلے کہ اول الذکر جماعت کے یو اے کے مقابلے میں بالکل بے حقیقت نظر آتے ہیں بلکہ اس جماعت میں بڑی بڑی قیادتوں، فطرتوں اور مخلوقوں کے یو اے نظر آتے اور اب تک آ رہے ہیں۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ کوئی ضروری نہیں بلکہ ہر شخص مؤخر الذکر جماعت کی تعلیمات کو باور کرنے پر مجبور ہو کر سبکی چھ اول الذکر جماعت کے حلقوں بھی کی جا سکتی ہے۔ جس عقل سے وہ سیر و منہ تھی یہ بھی اس سے زیادہ تھی۔ تاہم مؤخر الذکر جماعت کی اپنی تعلیمات تو ہم نے عقل تسلیم ہی کرتی ہے۔ اس کے کہ اول الذکر جماعت سے بھی آگے بڑھی اور اس نے اول الذکر کی توہم کی بنیادی مسئلہ اعلیٰ اور کو بھی معقول قرار دے کر علت اعلیٰ خدا کو قرار دیا۔ سلسلہ ہائے علت کے کھنکھانے کے لئے بھی ہم کی ضرورت تھی اور اس ہم میں توہم یا فلسفیوں کے ہم سے مدد لی گئی۔

اسی طرح تعلیمات نبوت کو بھی سامنے رکھا جا تا ضروری تھا کیونکہ اس اعتبار سے وہ زیادہ اہم تھی کہ وہ ظاہر و باطن قدم سے آگے بڑھی ہوئی تھی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ فلسفہ میں جو قدم بہ قدم تھے وہ تعلیمات نبوت کے حلقوں سے سہارے جگے یہ اسے قائم کر کے بڑھتا ہے کہ اسے عقل سے کوئی عقل نہیں۔

توحید کے عقلی دلائل

کم از کم اسلام کے حلقوں عقلی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ وہ ہر قدم پر عقل کو مخاطب کرتا چلا آتا ہے۔

ام خلقوا من غیر نفسی ام هم المخلوقون ام خلقوا السموات والارض

ہل لا یوقنون

”کہا یہ لوگ نہ مخلوق توہم کی حقیقت اور نہ ان سے منکر ہیں کسی کے پیدا کئے بغیر آپ ہی آپ

پیدا ہو گئے یا اپنے ذاتی یا آپ ہی ہیں اور نہ آسمانوں اور نہ زمین کو انہوں نے ہی پیدا کیا ہے۔“

یہ کوئی بات نہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ خود اللہ تعالیٰ پر یقین ہی نہیں کرنا چاہتے۔ کتنی سہارہ دلائل

ہست کہی گئی ہے اور وہ بھی استغناء ہی الجہ میں جن سوالات کے لئے ہیں جن میں سے ایک کا جواب بھی

اثبات میں نہیں ہو سکتا۔ مثلاً وہ تو یہی ہے کہ ہاں باپ سے پیدا ہوئے ہیں اور جب آپ پیدا ہوئے مثلاً وہ

میں سے تو زمین اور آسمانوں کے حلقوں کو کہہ سکتا ہے کہ یا آپ ہی آپ ہیں اور جو گئے ہیں گئے تھے تو حید

سبح اسم ربك الأعلى الذي خلق فسوى والذي قدر فهدى

”یہ اور کافر بھی تو تھے جن کو انہوں نے سب سے پہلے پھانسیا دیا اور وہ کہتے تھے کہ یہاں جو بیچارے لڑتے ہیں وہ تو ان کی قوم کے ہیں اور ان کی قوم کے لیے یہاں جہاد ہے۔“

Abstract

[illegible]

وَبِالَّذِي نَفْسِي كَلَّ شَيْءٌ عَمَلُهُ ثُمَّ هَاجَى

گفتی یہاں سے نہیں پوچھا، نے جس نے جو حقوق و آئین تمام رعایا کے خلاف کیا تو اسے
تجسس نے ہوا اگر نے کسی بدنامی کی جس سے کہنے میں پیدا کیا ہو۔

باری تعالیٰ کی صفات اور مذاہب غیر

اسلام نے قواعد کی حقیقت و عظمت پر ہی گواہی

الله لا اله الا هو له الاسماء الحسنى هو الله الخالق الماري المصور له

الإسلام الحنيف

”وہ اپنے آپ کو سداوتی“ چھوڑیں۔ سب سے اچھے کام اس سے ہیں۔ وہ آج بھی کاویا مر گئے۔
 طریق طرح کی صورتوں کے ساتھ رہے۔ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اور ان کے ہی اپنے
 کام میں اپنی زندگی سے ملنے والے تھے۔

:- End

میرا جیوں کا مقصد ہے کہ وہ اپنے خدا اور چنانچہ جیوں اور روح القدس میں فیج خلقی الہی و عہدی اور قدس و
 شہادت میں۔ کج خدا کو بھی ہے اور۔ کج بھی ہوتی بھی ہے اور خدا بھی، جو انہی میں ہے۔ یہ ہے وہ ہے
 میں خدا اور خدا کی حق کو جیوں۔ کج کو کج خدا نہیں کہتے خدا کے مجسم کہتے ہیں شہادت میں
 کہ یہ ہے اسے ہم طور سے کہتے کہ خدا کا دینا کہا جاتا ہے ان میں سے جو ہر وقت مطابق عقل یہ اس کا خدا اور
 شہادت کر رہے۔ چاک کوئی عقل نہیں ہوتی تو یہ نہیں اور کج کہتے ہیں کہ جیوں خدا اور کج۔ عقل میں آسمان کے

خدا کے واحد و قہار کا بیخود اور بے خداؤں کے ہاتھوں میں پھنسی چڑھنے اور وقتہ رس کے ہر جہت پر پناہ لینے والی نئے جسے حضرت مریم علیہا السلام کے وطن مبارک سے بھیجا ہوا ہے، انھیں وہ آج خدا ہی کی راہ اسلام نے اس حقیقت پر بھی، مسیح ابن مریم علیہ السلام کے لفظِ تلا میں روشنی ڈال دی کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ مسیح مریم کے بننے میں اللہ رسول۔

مجموعہ کا مقصد ہے کہ خدا وچیز پر اس واقعہ کی ایک حقیقی تصویر پیش کرے اور دوسرا اخلاقی اثر ہے۔ یہ بھی محسوس کے خلاف ہے نہ اخلاقی کے اندر متاثر ہے کہ کسی ایسے چہرے سے چہرے حکم میں آگے وہ وہاں نہیں رہ سکتے۔ پھر اخلاقی بڑی سہولت ہے کہ یہ میں دیکھتا کی طرح کہ تم رہتے ہیں۔ ان خصوصیات میں کہ اس میں ایک خدا وچیز کی تصویر کا :

لو كان فيها آية إلا أنه فسدنا

[illegible]

قولی مشہور ہے کہ: "تو میرے تعلق یہ قدم نے سرخوئی چھوئی تھی اس وقت تیرے ہاں

خوبی کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ اچھا ہے کہ وہ روحانی خدا کی دعا سے لی ہوئی ہے۔

انوں خدا میں تو کچھ بے کلامی میں اپنے آپ کو کم سے کم کر لی ہوئی ہوگی۔

انوں اپنے اپنے کام میں ایک دوسرے کے جان نہ ہو گئے کہ جتنی تعلیم مرزا قاضی کو مل چکی تھی۔

متر ولف نے ہائے کی بابت دونوں اپنے اپنے کام پر چھوٹی قدر سے متنبہ کرتے ہیں۔ نیچے والا خطا

برائے برسرِ سنی چاہتا ہے اور شریعتِ اہلِ حق استغاثہ کی توثیق دے گا۔ جسے یہ کہتا ہے کہ وہ دوسرا قیامت کے

برآوردہ ایک صورت میں جو تیسویں مرتبہ نکلتا ہے وہی سب جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا

چہرہ کا نکاح کی ہر پادشاهی

۱۸۸۱ء کا نظیر وہ ہے کہ خدوہ نے اپنی سہیلی کی فحش تصویر لے کر اپنے بھائی کو دکھانے کی کوشش کی تھی۔

یہی رت کھراتے ہیں۔ غلاموں کی بھی رت ہے۔

یہودیوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ نبی خدا کا اسلام کے گناہ کا قاتل ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی خدا کا قاتل ہے۔

ہیں۔ اپنی تجزیات اور صفات میں اختلاف ہے۔ دوسرے سستی پوری توبہ کے متعلق شخصی رائے کا وہ

خیر، ہم آئیں جو ایک دہریے کو کسی اعتراف پر مجبور نہ کرے۔

بندہ اور قوم پرستوں کی عمریں ہندو ایت بھی بے شمار فرقوں پر مشتمل ہے جس کے اندر اصول اور

نیلی، القدر کے موجد ہیں۔ تاہم ان فرقوں میں تو میر پانی بھی جلتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی سہمی ہو

میں بھی اس کا تصور ناقص ہے۔ آج وہ اس کے کتبوں میں اصرار کے بجائے فخر میں آئیں یہ مہدیت آریہ سماج کے پانی چھڑت دیا خود سرتی کی اپنی کتاب کے اندر نظر آتی ہے کہ

”یہ تمام سوچ و دلت اس انشور کے سہارے سے اور نہایت خفیف حصہ میں جو کے سہارے بھی قائم ہے۔“

اول تو سو فراموش کر چھڑی تو میرے ہونے کے نقص کا شائد ہے۔ جب خدا اللہ ہی ظہر احوالے کسی کے سہارے کی کیا ضرورت ہے۔ خود وہ سہارا خفیف ہو۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آریہ سماج والے تو عید کا عقیدہ رکھتے اور خدا کو مانتے اور بت پرستی کو برا سمجھتے ہونے کی عین عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ نبی خدا کی بتلی ہوئی نہیں ہے۔ البتہ وہ اس کا منظم ہے۔ جنت اور دوزخ اور مشر و بشر کے بھی وہاں نہیں۔ ان کے نزدیک یہ دنیا ہی جنت اور دوزخ ہے۔ جو اچھے کام کرتا ہے دوسرے کے بعد کی امید گھر گھر اسے میں پیدا ہو جاتا ہے اور جو برے کام کرتا ہے وہ جہنم کے لئے بھی ماہی اپنے کے لئے کسی جانور کی جوت میں بھیج دیا جاتا ہے۔ اور کتے کی طرح وہ کی شکل میں رہتا ہے۔

نور سمجھتے کہ ان میں کوئی بات قرین عقل ہے خدا کا خدا ہو کر بھی کسی دوسرے کے سہارے کا محتاج ہو یا سموات کا نہ خدا سکھ سوائے احوال کا نہ خدا اور خلاف عقل طریق اختیار کرنا اور حسن عمل پر دنیا ہی کے کسی امیر گھرانے میں پیدا کر دیا کہیں تک عقل سلیم کے مطابق ہے۔ بظاہر اسرار کی زندگی اور نفس زندگی معلوم ہوتی ہے۔ اور اس لئے معلوم ہے کہ ہم اسے نفس کی سر زمین میں کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں۔ وہ نہ حقیقت میں ان کی زندگی بھی ایسی زندگی نہیں ہوتی جسے کھڑے سے معنوں کیا جائے۔ ایک شخص اپنی زندگی میں گمراہ رہتا ہے۔ لہذا خدا کی ترک کرتا ہے کہنا ہوں اور برائیاں سے بچتا ہے اس کا صلا سے کیا ملتا ہے کہ وہ ایک بڑے امیر گھر اسے پیدا ہو جاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ جائیں پچاس سال اسے تمام دولت کے ساتھ بسر کرنے کو مل جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کیا میری کوئی کھنکھن ہو یا نہ یاں نہیں آتیں دولت سے وہ چاہتا ہو یا نہیں چاہتا مگر فلم کی شکر کاویس سے محفوظ رہتے ہیں کیا نہیں ہوگا۔ یہی کوئی صلا میں صلا ہے۔ پھر دولت ایسی چیز ہے کہ کنبہ کار سے کنبہ کار میں اگر عزم اور مصلحت کی قوت ہو جو ہے تو وہ اس بلندی پر فرش غربت سے اٹھ کر پہنچ سکتا ہے جنت تو وہ ہے جہاں ہر قسم کا پیش بھی پیش ہو کنبہ کار فلم اور فکر و تدبیر کا ہم تک نہ ہو۔ پھر یہ پیش ہی پیش دوام ہو ہندوؤں کا خدا یہ نہیں کر سکتا ہر اس کی قوت نہیں رہتا تو ضرور اس کی ادویت میں نقص باقی رہتا ہے۔ خدا انکس کی ذات نقص سے بالاتر ہوتی چاہئے۔

ذات باری سے اسلامیوں کی محبت

اسلام نے بھی نہیں کہ اس کی وحدانیت کو عام فہم دلوں سے ثابت کیا بلکہ اس کی تمام صفات بھی اس خوبی کے ساتھ ہی نہیں کہہ دیں کہ خود انور بندوں کے محبوب میں اس کی محبت و پیروی کے جذبات پیدا ہوتے چلے جائیں۔

الم تعلم ان الله على كل شئ قدير الم تعلم ان الله له ملك السموات والارض وملككم عن دون الله من ولي ولا نصير.

”کی قسمیں معلوم نہیں کہ وہ تعالیٰ اللہ ہر چیز اور ہر کام کی چارہ قدرت رکھتا ہے کیا قسمیں معلوم نہیں کہ آسمانوں میں اور زمین میں ہی کی سلطنت ہے۔ اس کے ساتھ تبارہ کوئی سرپرست ہے اور نہ تعالیٰ دعا گار ہے۔ یعنی وہ مالک ملک ہے کمال اللہ اور اس کے ساتھ نہ کر سکتا ہے اور اس اللہ اور عظمت کے ساتھ دعا گار امری دعا گار بھی ہے۔“

بديع السموات والارض انى يكون له ولد ولم تكن له صاحبه وخلق كل شئ وهو بكل شئ عليم ذلكم الله ربكم لا اله الا هو عالى كل شئ فاعبدوه وهو على كل شئ وكيل.

”اسی لئے ان آسمانوں اور زمین کی قدرت کے ساتھ پیدا کیا اس کے والد نہ ہو سکتی ہے جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور نہ اس کے ہے ہر چیز کا ہی ہے پیدا کیا ہے ہر چیز کے حالات سے واقف ہے ہی اللہ ہے جو قسمیں پرورش کرتا ہے پالا ہے اس کے ساتھ کوئی سمیو نہیں تمام چیزوں کا خالق ہے پس اس کی مروت کہ وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔“

اپنی قدرت و عظمت ظاہر کرنے کے بعد اپنی شانِ خلاق پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ دعا گار بھی ہے دعا گہان بھی ہے۔

ام جعلوا لله شركاء خلقوا كخلقه فتشابه الخلق عليهم قل الله خالق كل شئ وهو الواحد القهار.

”ان مشرکوں نے ایسے شریک ٹھہرائے ہیں گویا کہ انھوں نے اسی کی طرح کوئی مخلوق بھی پیدا کر دی ہے وہاں آپ ان کے تعلق شہدائع ہو گیا ہے کہ یہ کہیں کی بیوا کی مائی اس کی بیوا کی؟ کہہ دیجئے کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اسی ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ سب پر غالب ہے۔“

رجوع الی اللہ

منہج عظیم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب

انسان اس دنیا میں آتا ہے تو سنے "کھینے، سوچنے، دیکھنے اور سمجھنے" پر سنے اور انسانی مقصد و کام کرکام کرنے کی قوتیں اس کے دہر میں سمیٹی ہوئی آتی ہیں۔ مگر وہ اس طاقت و بیج سے غلی ہاتھ کھڑکتا ہے۔ "امر حکم من بطون علیہم لا تعلمون شیئا"۔ اللہ نے انہیں شعور، ارادہ، سمجھ کا ان کو تم کچھ جانتے تھے۔

پھر آہستہ آہستہ ان قوتوں کو علیحدہ علیحدہ اس کی ضرورتوں کے لیے سنے دیتا ہے۔ سب سے پہلا بغیر وہ طاقت ہے اس کا روح ہے اسے بلوک بنی ہے تو روح بتاتا ہے اسے سوائی سوائی بنی ہے تو روح بتاتا ہے کوئی دکھ درد پیش آتا ہے تو روح نے لگتا ہے یہ روح اس کا سرمایہ زندگی ہے اس کے ذریعہ اس کے سب کام نکلتے ہیں۔ قدرت سرمایہ زندگی ہے اس کے ذریعہ اس کے سب کام نکلتے ہیں۔ قدرت نے ماں اور باپ کے اوس میں ایک لیے اختیار دی ہے اس لیے شعور، کزور، سنے کی طرف ایسی لگا رکھی ہے کہ ان کے کان اس کی آواز پر سکتے ہیں اس کی گائیوں اس کے چرے کی طرف متوجہ رہتی ہیں وہ اس کا روح اس کی آواز پر سکتے ہیں اس کے سنے کے سنے کا سبب دریافت کر کے اس کی بلوک و بیاں اور دکھ درد کا علاج کرتے ہیں وہ زبان سے نہیں کہتا کہ لگے وہ چاہتے ہیں مرادی سے بچنے کے لیے گرم کپڑا پہنا ہے۔

آہستہ آہستہ وہ سنے دیتے ہوئے کا بغیر سیکھتا ہے پھر اچھے بیٹھے، سنے پھر سنے کے ساتھ مراحل سے گزرتا رہتا ہے بغیر سیکھتا ہے سنے سے اس کی سوجھ بوجھ زندگی کی ضرورت و طاقت و طاقت ہیں۔ اب روز بروز اس کی ضرورت و طاقت بڑھتی ہیں اور اسی سنانے پر اس کی بوائی و عقل اور شعورائی و کوپلی اور میدان زندگی میں روز دھوپ کی طاقتیں بڑھتی رہتی ہیں وہ بچپن کے گہوارے سے سنے میں اور پھر کوچ و بازار میں چلنے پھر لے لگتا ہے۔

اب اس کے اس باپ اس کی دس فی صد اور لشو وانا کے سوائی کے ساتھ اس کی صد فی صد اور دینی لشو وانا کا سامان بھی میلا کرتے ہیں اس کے لیے وہ عظیم کاموں اور امتوں کے لیے دیتا ہے۔

ابھی تک پاس نہ تھے۔ بڑے کوئیں چاہتا اس کا زہن اپنے خاص مستقبل سے بے نیاز ہے اس کی ساری ضرورتیں دوسروں کے کندھے پر ہیں۔

حقّی و باغوش ملکہ خوش بہادرے بود است
تا بہائے خود رواں شکستہ سرگرداں شدیم

لیکن اب یہ درست ہوتا ہے ایک طرف دوسری طاقتیں ترقی کر کے جوانی کی انگلیوں میں تہریل ہوتی ہیں، کھیل کھونے کی جگہ یہ ذہنیت کی خواہش لے لیتی ہے۔ انسا الحیوۃ الدنیا لہو و العقب وزینۃ دنیا کی زندگی کھیل کو ہے۔ ذہنیت لیکن اس کے ساتھ عقل و ہوش کی توانائی تعلیم و تربیت کے سامنے اس پر ہان پڑھتی ہے کچھ دوسریاں اس پر قائم ہوتی ہیں جو اس کی آرزو خواہشات کے لئے ذلچہ راہن جاتی ہیں۔

ایمیر پنجہ عہد شباب کر کے مجھے
کہاں گیا مرا بچپن شباب کر کے مجھے

اب یہ دیکھنے کے قابل جوان ہے، ہر علم فن اور صنعت و ہنر کی قابلیت کا حامل ہے کھلون اور گھر و خانوں کے بجائے اچھے مکان اچھے لباس، بلند سوسائٹی کی فکر ہے، پچھلے دور مطلوبیت میں جن چیزوں کو اپنی زندگی کا لپیٹاؤ سمجھتا تھا اس کے حامل ہونے پر بے حد مسرور بلکہ مغرور ہو جاتا کرتا تھا اب ان چیزوں سے اس کو مشت ہے، کھراتا ہے ان میں مشغول ہونے والوں کی بے عقلی پر ہنستا ہے۔ دل اس کی مستور طاقتوں سے بے نیاز نہ نکالے ہیں اس کی دوزخ و جہنم کے لئے عرصہ میں ابھی تک جہنم ہوا و آفتاب میں آتا ہے اس کو چاہا اور مرنے پر پہنچنے کی فکر ہے۔

مال و دولت کی ریختا ہوا فخر ادا کی ہوں نے وہ شہ پھیرا ہے کہ راحت و آرام جو تھیں سکون سے راحت ہے یہ مسکین اس کے منہم سے ابھی نا آشنا ہو گیا ہے۔

منتظر رہنے میں پانے کے آرام خواں
شوقِ محمود ہوش خود افرا تہ رہا!

فرض دنیا میں پیچھے، چکا کر جاہور برسا بگر جوں جوں اس میدان میں بڑھتا گیا تو اسے یہی نظر آتا کیا کہ ”مسکینوں سے آگے جہاں اور بھی ہیں“۔ ہاں کامیابوں کے جدا ہے اعتنا اور توانائی کا مل کھل ہو کر ابھی محض دوسرے سامان پیش و عشرت، کٹنگی، بیٹنگی اور کارخانے، وینک بٹنس اور مال و دولت کی

فروانی سب کچھ حاصل ہے مگر اس کے قلب کو سکون نہیں اس کی بجائیں جلی میں مزید کی فکر میں لگی ہوئی ہیں ابھی اس سکین کو یہ خبر نہیں کہ اس کی یہ بے پناہی اس کبھی بچتے والی نہیں۔

کار دنیا کے تمام نہ کر
انچہ گیریے محقر گیریے

آخر اس بھول بھلیاں میں دور شباب ختم ہونے لگا ہے جہانی کی ترغیبیں مرد ہونے لگتی ہیں۔
نہاں ہلک جاتی ہیں کھانا منعم نہیں ہوتا حالت کو بند نہیں آتی مانتی محبوب چیزیں اب نظروں میں
مسلخ ہونے لگتی ہیں۔

ومن صاحب الدنيا لم ينقلب على عقبيه
جو شخص دنیا میں زیادہ رہا تو وہ اس کے آنکھوں کے سامنے ہی پٹ جاتی ہے یہاں تک کہ اس
کے آنکھ کو برا بھلا لگتا ہے لیکن اس کے ہاں جو وہ اس کا دیکھا نہیں چھوڑتی وہ عشرت کموں کے حامل
نہیں رہا مگر دل میں وہی وہی ہلکے ہی لپکتی رہتی ہے۔

تن بھر گشت و آرزوی دل جوں ہنوز

نیکم ہنگامہ لانے کی فرمایا ہشیم اب آدم و ہشیم علیہ حصصان الحدیث، یعنی
"انسان بڑھا ہوا جاتا ہے مگر اس کی وہ خصائیس جو ان رہتی ہیں ایک مال کی محبت دوسرے جہاں
وہ قدر کی خواہش۔"

اور پھر فرمایا ولا یصلح جوف من آدم الا الهواب یعنی "آدم کے سینے کا بیٹ قبر کی مٹی
کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔"

آں شنیدستی کرد صحرائی غور رفت سارے قادیان سوار
گفت چشم تک دنیا دار را یا قناعت پر کتبہ یا خاک گور

ہر حال اب قوی کا غلط طعنا کیا باتھ پاس کی طاقت جواب دہ رہی ہے شہوانی اور جنائی گشت
رہی ہے کو پانی کے لئے زہاں نہیں ملتی۔

اگر چشم و گوش ست کر دست و پائے

دکن باز مانند یک یک بجائے

اب مال و دولت کا مصروف طوٹ کد کا مشورہ نازلہ یہ خدا نہیں رنگ کے کھانے پورے شے
نہیں ہے بلکہ اگر ان لوگوں کی ایسا نہ رہاں وہ لگی ہیں۔

ہر عضو کے اسے شکست اراکڑا موجود ہیں انکے سرے ہوا انکے سرے ہیں کی بھڑکی میں موجود ہیں
صبح شام ہر عضو کا ہر نوا لیا ہوا ہے، مشرق و مغرب سے وہ انکے ہر خدا کی آری ہیں ہر ہر عضو کی
ملاحتی کی ہے مثال تدویر کی جادری ہیں۔

مگر سر پر کو چھوٹے لے لگی کا پانی بھی اب ہضم نہیں ہوتا خیر نہ آنے کی شکایت ہے خواب آہ
گوہاں موجود ہیں مگر اب وہ کام نہیں کرتیں صاحب ہضم نہ ہوا خیر نہ آنے کی شکایت ہے خواب آہ
مشغول تدویر ہیں مگر سر پر کسی منزل کی طرف ہر ہے ہیں وہ قریب سے قریب تر ہوتی جادری ہے وہ
کسی مذہب مشرب سے تعلق رکھتے ہیں کوئی نظر پر ملاحظہ رکھتے ہوں۔ کس کی امتیازی معراج کو پہلے
ہوئے ہوں مگر جو منزل سامنے آری ہے اس سے کسی کو نہ انکار ہو سکتا ہے نہ اس سے فرار ممکن ہے
آخر وقت آگیا وہ منزل ہیچ نہ بچلی۔

صد شکر کہ پہنچا ہے اب گھر جنازہ

لو بزمیت کا کنارہ نظر آیا

زندگی کا یہ دور بھی ختم ہوا اب ایک ہی طرح کے بچپن کی مرفعات جوتی کے دور میں منتظر خیر
نظر آتے تھے اس کے دور میں پہنچ کر جوتی اور صاحب کے ہرے مرفعات ملاحظہ و ترویج اور
منتظر خیر ہیں گئے ہیں اور اب ایک بالکل نئے سفر کا آغاز ہے۔

قول سے ہر تے ہر تے کو تک پہنچا ہوں مشکل سے

مسافر ہوں کہاں ہوتا ہے واقف ہوں منزل سے

یہ ہے غیر اختیاری رجوع الی اللہ!

جو برپیدا ہونے والے اور زمین پر چھوٹنے والے کے لئے تاکڑ ہوا قابل نگاہ ہے جس کا حاصل
یہ ہے کہ انسان کچھ یاد رکھے اپنے زمانے کی حقیقت اس کے سامنے کر دیتی ہے کہ وہ ایک دائم
اسطر مسافر ہے دنیا کی ساری زندگی اسی سفر کے مراحل تھے وہ بچپن سے لے کر بڑھاپے اور موت تک
ہر گزری اور ہر آن سفر میں تھا۔ وہاں میں دار اپنے گھر میں بیٹھا ہوا بھی سفر کی منزل میں لے کر رہا تھا
کا ہر سال اس کے سفر کا ایک قہر تھا۔

ہے م کی آمد رفتار اپنی سالک

لے کر ہے ہیں دست بیٹھے ہوئے قہر کا

و کھانے پینے ہونے ہانکے کے بر حال میں اس منزل کی طرف چل رہا تھا جہاں آگ کی کراہ رہی تھی اور کوئی نگرانی نہ تھی۔

رہا مرنے کی تیاری میں مصروف
مرا کام اور اس دنیا میں تھا کیا

برائیاں کے لئے یہاں تک کا سفر آنکھوں سے نظر آتا ہے جس سے نہ کوئی بڑے سے
بڑا حب اقتدار، بادشاہ و امیر مستثنیٰ ہے نہ کوئی بڑے سے بڑا رسول و پیغمبر اور یہ بھی برائیاں کا
آنکھوں سے دیکھا حال ہے کہ وہ جس طرح دنیا میں ہرجے سے خالی آ رہا تھا اسی طرح تھی دست
رخصت ہوتا ہے۔

و لقد جئتمونا طرادی کما خلقناکم اول مرة و نرکم ما عولناکم
وراء ظہورکم
”تم ہم سے پاس کیجئے گئے جیسا کہ اول تمہیں کیا ہے“ اور تمہارا چہرہ بھی
تمہیں دیکھ لیں گے اور تمہیں چھوڑ آئے۔“

اگلی منزل

والتقوا ربکم فلیعلمکم

”اور تم سے ملو کہ تم اپنی طرف سے کہہ رہے“

یہاں تک تو وہ ناقابل انکار سفر تھا جس پر دنیا کا ہر مذہب و شرف اور ہر تہذیب و فلسفہ متعلق ہے مگر
غور کرو تو انسان کا حال اپنے پروردگار سے یہ رہا ہے کہ وہ اس دور میں ہوتا ہے اس میں ایسا لگن رہتا ہے
کہ وہ بعد میں آنے والے پروردگار سے مل جائے خبر تک مٹا مٹ کر نظر آتا ہے۔ جس طرح ظلم مار میں
وہ اسی جگہ کو اپنی جائے قرار دے رہی گئی تھی کہ وہ اپنی دائمی گھر کی جگہ کو مٹھنوں پر سرور تھا اگر وہاں اس کو
بتایا جاتا کہ تجھے اتنے بڑے مکان اور زمین میں جہاں ہے اور ان کی ان کی خدائیں اور بتائیں ملنا ہے جو
دنیا میں موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ اس کے پاس ان سب چیزوں کے قرار دہنا ناقابل تصور ہونے کے
سوا کوئی جواب نہ تھا۔

پھر پچھن کے دور میں جو چیزیں اس کے ذریعہ استعمال رہیں اور جو اس کی ضروریات زندگی تھیں
اگر اس کو بتایا جاتا کہ آسمان کے واسطے اور زمین اس سے بڑا میدان اور اس سے بڑا خزانہ اور سامان

ٹے کا تو وہ اس سے بھی عیبی ہے خبر اور منکر ہو گا جیسے حکم ہمارے میں اس موجودہ دور کی چیزوں سے چل و
 داخل تھا اسی طرح جب وہ اس دور میں قدم رکھ کر ان تمام چیزوں سے آشنا ہو گا مگر ابھی جوانی کی
 خصوصیات سے بے خبر ہے اس وقت اس کو اگر کوئی اگلے دور میں طے وال پیش و محضرت اور سن و سال
 کے کرشمے کو پیش کرے تو وہ سن کو بھی سمجھتے اور سناٹے سے اسی کا مصرعہ گا جیسے بچھلے ہر دور میں اگلے
 دور کی چیزوں سے رہتا چلا آیا ہے لیکن جب وہ دور اپنے ساتھ وہاں کے ساتھ اپنے سامنے آ کر تو
 سب چیزوں کا یقین آ جاتا ہے۔

اب زندگی کے یہ سارے دور قسم ہو کر بن جاپے اور موت کے بعد کیا ہوتا ہے۔ مٹی ہو کر
 معاملہ قسم ہو گیا یا آگے بھی کچھ اور ہے؟ اس وقت یہ سوال جس شخص کے سامنے ہے وہ کوئی
 شیر خوار بچہ نہیں کوئی کھیل کھلونوں میں بسر کرنے والا لاکا نہیں وہ عقل و ہوش اور علم و فضل والا
 دانشمند ہے۔

مگر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ جس طرح اس کے عقل و ہوش اور جسم و معلومات اور ان تمام طاقتوں
 سے تہ و رنگ ترقی ہو کر یہاں تک پہنچے ہیں اب بھی اس کے عقل و ہوش صرف اپنے موجودہ دور ہی کی
 معلومات تک محدود ہیں۔ موت کے بعد آنے والے دور سے وہ اب بھی ایسے ہی بے خبر ہیں جیسے تمام
 بچھلے ہر دور کی میں آنے والے دور سے بے خبر تھے اور اس کے معاملے میں اس کے عقل و ہوش اب
 بھی پالغ نہیں ہوئے۔

طلق اعظم اللہ جز مرد خدا

نہست بالغ جز رہیدہ از ہوا

اور موت کے بعد کا یہ آخر اور بچھلے دور سے اس لحاظ سے بھی ممتاز ہے کہ بچھلے ہر دور میں آنے
 والے دور سے بے خبری یا اس کا انکار اس کو آنے والے دور کی نعمتوں اور مہمانوں سے محروم کرنے والا نہ
 تھا وہ نعمتیں اس دور میں پہنچ کر ہر حال اس کو مل جاتی تھیں مگر یہ آٹری دور دیا نہیں۔ یہ انسانی سفر کی
 آٹری منزل یہاں پہنچی کر یا پیش کا آرام و راحت ہے یا پیش کی تکلیف و مصیبت ہے۔ اس دور کی تمام
 مہر امتیں اس سے پہلے ہر دور کی میں کچھ کرنے پر متوقف ہیں جو اس دور زندگی سے نا آشنا منکر ہوتے
 ظاہر ہے کہ وہ اس کے لئے کوئی کام بھی نہ کرے اور اس کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ آنے والے دور کی
 نعمتوں و مہمانوں سے محروم ہو گا بلکہ اس کا دل برداشتہ مصائب اور آلام سے ساقط نہ ہو گا۔

اس لئے غصہ کرنے والے، ہلکے ہلکے جملے کر کے، کریمؐ نے اسے آخری منزل کے احکامات سے حقیقت کرنے لگا، اس منزل کے لئے مفید اور مخرج نہیں تھا گاؤں کرنے کے لئے اپنے انبیاء بھیجے اور اپنی کتابیں نازل فرمائیں جو بعد اُمّ عامیہ اسلام سے لے کر خاتمِ انبیاءؑ کے بعد تک مختلف فطرتیں مختلف مذاہب و مختلف مذاہب میں ہونے کے باوجود ایک زبان سے نکلاں گے، اسی لئے کہ انسان کو بتائیں کہ حق اسطرح سے ہے، حق نہیں ہے، یا حقیقت یہی آخری منزل نہیں ہے، موت کے بعد ایک دوسری زندگی اور دوسرا عالم ہے، اس سے جس میں دنیا کی زندگی کے برائے برے کام کا حساب، نکلا، اس پر جزا و سزا ہوگی۔

اسی طرح دوسرے کاموں کی تشریح بھی انہیں حضراتِ انبیاءؑ نے کھول کھول کر بیان کر دی اور پھر قدم قدم پر انسان کو اس پر متنبہ کیا کہ وہ دنیا کی چھل پھل میں گم نہ کر کہیں اسے آخری منزل اور آخری منزل کو نہ بھول جائے۔

بعد ازاں قرآن میں قرآن میں است کرتو عقلی و عبادت رنگیں ست
قرآن کریمؐ نے اس مضمون کو بار بار یاد نہیں دہرایا

و اتقوا ابو ما ترجمعون فیہ الی اللہ ثم تو فی کل نفس بما کسبت و ہم
لا یظلمون

”اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کے پاس جاؤ گی، جو ان کے ہر کام کو پورا پورا دیکھ رہا ہے، جو ان کے ہر کام کو دیکھ رہا ہے، جو ان کے ہر کام کو دیکھ رہا ہے۔“

اور کہیں فرمایا :

یا ایہا الناس اتقوا ربکم و اعلموا یوما لا یجری والد عن ولده ولا
مولود ہو جاز عن والدہ شہدا

”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں باپ اپنے بیٹے کا بدلہ نہ دے سکے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کا بدلہ دے سکے گا۔“

اور فرمایا :

ولنظر نفس ما قدمت لہا

”اور انسان دیکھے گا اس نے کیا کیا آگے بھیجے ہے۔“

غرض سارا قرآن کریمؐ اس تعلیم و تحقیق اور وحدہ و حمید سے بھرپور ہے، اس طرح رسول کریمؐ نے اپنے ہر قول و فعل سے اس دن کی تیاری پر آمادہ فرمایا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے

لَا تَزَالُ فُتِحَا ابْنِ آدَمَ حَتَّى يَسْأَلَ عَنِ لَحْمٍ عَنِ عَمْرٍه فَيُعَاذُ اللَّهَ وَعَنِ شَبَابِهِ

فَيُعَاذُ أَبْلَاكَهُ وَعَنِ مَالِهِ عَنِ ابْنِ الْكَسْبِ وَابْنِ الْفَقْرِ وَعَنِ عِلْمِهِ عَنِ مَاذَا يَعْمَلُ بِهِ

”ابن آدم کے قدم ہر وقت خند زائل نہ ہوں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کا سوال

نہو جائے ایک اس کی عمر کا کہ جسے خدا کی اور اس کی بھائی کا کہ اسے کس چیز میں بڑھا گیا

اور اس سے مال کا کہ کہاں سے آیا اور کہاں خرچ کیا اور اس کے علم کا کہ اس پر کیا عمل کیا گیا۔“

اس حدیث میں آئے ہوئے منزل میں ہر امتحان ہونے والا ہے اس کا پرچہ سوالات خود (آفات) ظاہر کر دیا ہے۔ یہ عمر و مہم و بد نصیب ہے، انھیں جو اس امتحان کی تیاری نہ کر پائے۔

اختیاری رجوع الی اللہ!

رجوع الی اللہ جو اس مقال کا عنوان ہے اس کا ایک پہلو تو وہ ہے جو ابھی بیان ہوا کہ کوئی انسان

ہوئے یا نہ ہوئے اور مائے نہ مائے وہ ہر حال ہر وقت ہر آن اللہ کی طرف لوٹنے اور سفر کرنے میں

”شغول“ ہے اور اس کا یہ سفر موت پر نہیں بلکہ قیامت کے حساب و کتاب پر ختم ہوگا۔

اس کا دوسرا پہلو جو مقال کا مقصود اللہ کرے وہ یہ ہے کہ انسان اپنے موجود اور زندگی میں اپنے

اس غیر اختیاری رجوع کو ہائے اور بچائے اور صرف دن سے نہیں بلکہ دل سے اللہ کی طرف رجوع

ہو اور اس کا یقین کرے کہ میں ہر وقت ہر حال میں اللہ کے سامنے ہوں اور میرے تمام کھلے اور چھپے

اقوال و افعال سے میرے دل میں آئے ہوئے خیالات سے پرہیز و احتیاط ہے۔

اللہ معکم ایما کسم ”اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔“

سعید ہیں اور میں جو اپنے غیر اختیاری رجوع الی اللہ سے اللہ جل شانہ کی طرف رجوع ہوں

اور کسی وقت اس کی یاد سے غافل نہ ہوں کہ حقیقت دنیا و آخرت میں قلب و روح کا سکون صرف ہی

سے حاصل ہو سکتا ہے۔

إِلَّا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ

”خبردار! صرف اللہ کی یاد سے ہی دلوں کا طمینان حاصل ہو سکتا ہے۔“

سکون قلب خطر ہے تری یاد اور اور دل اسے چارہ گرد

رسول مقبول ﷺ حقانیت پر کائناتِ علم کی شہادتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے من پر آس کل عارضِ غزل سرایم ہمیں
کہ عندلیبِ قوازا ہر طرف ہزارانند

سرورِ کائناتِ مکر موجوداتِ رسول مقبول ﷺ کی رسالت و نبوت و فوقِ اللہ و فوقِ مخلوق و اعجاز و آپ ﷺ کا صدق و انکسارِ ممانت و اپانت و حقانیت و رہبانیت ان چیزوں میں ہیں جس کو عقل و بصیرت بلکہ بصارت کا کوئی حصہ ہے وہ اس کے دشمن آفتاب سے نظر نہیں چھاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ دین کے منظر و دکھاوہام و خواہش سب ہی نے آپ ﷺ کے قدموں میں پتولی ہے۔ ہر قوم و جماعت کے اعلیٰ طبقہ نے آپ ﷺ کی حقانیت کی شہادت و قرار و اقرار پائی خدای کے اختیار کو مایہ بخیر سمجھ ہے جس سے تاریخی عالم کے صفحات لبریز ہیں لیکن ان میں ممکن ہے کہ شیعہ و چشمِ مخالفین یہ کہہ دیں کہ یہ ان کی رائے کی غلطی ہے ہم تسلیم نہیں کرتے مگر حقِ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت اور حقانیت کی شہادتیں دیکھیں مثلاً دوسرا فرمودہ نبی پر ہرگز نہیں ملے گا بلکہ بہت سی ایسی چیزوں سے اس کی شہادتیں عالمِ انسان پر واضح فرمادی ہیں جن کو انسان غیر ذاتی شعور و ہر حال حاصل کرتا ہے۔

یہ شہادت اور حقیقت عالمِ غیب کی شہادت ہیں ان کو رائے کی غلطی کہہ کر بھی نہیں جھٹکایا جاسکتا۔ اس وقت اس مضمون میں انہی شہادت کے چند نمونے نقل کیے جاتے ہیں۔

تنبیہ

یہ واقعات تاریخ و میر کی معتبر کتابوں سے محفوظ ہیں۔ انبارِ دی خزانے نہیں ایسے ٹکڑے لوگوں کی روایات ہیں کہ اس کا اعتبار نہ کیا جائے تو گزشتہ زمانہ کی تاریخ اور واقعاتِ ماضیہ کے صحیح ماننے کا پھر کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا۔

الائے گمراہی (جوں) کی زبانوں پر لکھے اسلام
بت حمایت کریں چٹائی کی شان ہے تیری کبریائی کی

حضرت عباسؓ بن مراد اس کے اسلام کا عجیب واقعہ

حضرت عباسؓ بن مراد رضی اللہ عنہ ایک جمیل اللہ رحمتی ہیں اسلام سے پہلے عرب کے عام لوگوں کی طرح یہ بھی بت پرستی میں مبتلا تھے ان کا ایک مخصوص بت تھا جس کا نام ہضار پکارا جاتا تھا اور یہ ان کا خاندانی اور جدی معبود تھا۔ ان کے والد مراد بن جب مرے گئے تو صاحبزادہ عباسؓ کو وصیت کی کہ جتنا پیش منار کی پرستش (پوجا) کرتے رہنا اس میں غفلت نہ ہو کیونکہ تمہارے نفع نقصان کا وہی مالک ہے۔

عباسؓ اپنے والد کی وصیت کے مطابق اس کی پوجا کرنے لگے ایک روز حسب عادت اس کی پرستش میں مشغول تھے کہ یکا یک ہضار کے اندر سے آواز سنائی دی کان لگایا تو یہ شعر پڑھا ہضار۔

مَنْ يَلْقَانِي مِنْ سُلَيْمٍ ثَلَاثًا
أَوْ ذِي حِصْرٍ وَغُلٍّ فَقُلِّ الْفُضْجُ
ابنی سیم کے تھاکل کا کون مددگار ہو گا ہضار بدک ہو چکا اور اہل مسجد واقعی رہے
إِنَّ الَّذِي وَرِثَ الشُّوْطَ وَالْهَدَى
يُعَذِّبُ نَبِيَّ مَرْيَمَ مِنْ قُرَيْشٍ مُنْهَضِ
وہیکہ ہادیہ پر علی امت قدس ہے جو حضرت عیسیٰ مریمؑ کے بعد نبی صہبان کی بدست مبعوث ہے
أَوْ ذِي حِصْرٍ وَكَانَ يُعَذِّبُ
قُلِّ الْكِتَابَ الْإِنْسِيَّ مُنْهَضِ
ہدک عکوت فہمونی ہضار ہی ہضار کی کتاب دل ہونے پہلیکے ستکتا لکھ پرستش مبعوث

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس حیرت انگیز واقعہ نے میرے دل میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کا دل پیدا کر دیا۔ میں نے اپنی قوم بنی ہاشم کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ کا قصد کیا۔ مدینہ پہنچا کہ جب ہم مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے مجھ اور ساتھیوں کو دیکھتے ہی تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ عباسؓ تم مسلمان ہونے کے لئے کیسے آگئے۔ میں نے سارا قصہ بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ صحیح کہتے ہو اس کے بعد ہی میں اور میری ساری قوم مشرف باسلام ہو گئی۔ (سیرت جلد ۳۳)

مازن بن عمروؓ کا اسلام اور اس کا حیرت انگیز قصہ

حضرت مازن بن عمروؓ ایک بلند پایہ صحابی ہیں۔ وہ اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ عثمان کے قریب ایک بستی سائل کے نام سے مشہور تھی وہاں ایک مشہور رست تھا جس کو ”ہارون“ کہا جاتا تھا۔ میں بھی اس کی پوچھا کرتے چلے کر تھا تو وہاں کی نظر کے لئے بکریاں دیکھ رہا تھا کیا کرتا تھا۔ ایک روز میں وہاں پہنچا تو اس کے پاس ہمارا ایک کراہیہ لڑکا کے ذرا گیا، میں ابھی اس سے کچھ دیر تک رہا تھا کہ اس پر ایک رست کے اندر سے آواز آئی کہ آیا تو یہ کلمہ کہہ دے۔

اسمع نسر ظہر حبر و بطن ضر بعث منی من مضروبہ بن اللہ الکبر
فدع لحنہا من حجر تسلمہ من حر سفر۔

”سلطان! تم نے ایک خیر ظہر ظہر ہوئی اور شریک کیا قریب سفر میں سے ایک نبی اللہ تعالیٰ کے سپاہی کے ساتھ بیٹھ ہوئے ہیں جواب حق کے آواز سے ہوئے رست کو چھوڑ دو تاکہ جہنم کے خطاب سے محفوظ رہو۔“

حضرت مازن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حیرت انگیز آواز سے میں قریب میں ضرور پہنچا مگر میں نے اپنے آپ کی دین کو ترک نہ کیا اور میں اس رست کی پرستش نہ کر رہا تھا بلکہ میں نے ایک روز میں سے اس کے خداوند کے لئے ایک کراہیہ لڑکا لیا تو پھر اس کے اندر آواز پیدا ہوئی ”منا قریب رجز کے اشعار پڑھ رہا تھا۔“

اقبل الی اقبل تسمع ما لا تفہم

ہذا لیس مرسل جاء بحق منزل

یہ کی طرف ابھی طرف منہ نہ کرنا کہ بہت سنو اس کلمہ میں کی بات کہ کلمے

یعنی مرسل میں جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا، میں حق سے کراتے ہیں

لن یبد کے تعلل عن حرقہ تشعل

و قودھا بالجنہ ل

تم ان پر ایمان لے آؤ تاکہ جہنم کی دہلیز ہوئی آگ سے

نجات پاؤ جس کے اللہ سے ہجر کے ہیں

حضرت مازنؒ فرماتے ہیں کہ اب تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی اور میں نے سمجھ لیا کہ حق تعالیٰ مجھے کسی صحیح راستہ کی طرف ہدایت کرنا چاہتا ہے، بالکل قائل نہیں یا ام میں ایک شخص چل کر مجھ میں سے جاری رہتی میں پہنچ گیا، میں نے اس سے پوچھا کہ اپنے اطراف کی خبریں سناؤ، اس نے نقل کیا کہ ابھرے باد میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جس کا نام احمد ہے جو کوئی اس کے پاس نہ آتا ہے اس سے کہتا ہے (اور یہ وہی اللہ) یعنی خدا کے اہل کی بات مانو۔

حضرت مازنؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ جو کلمات کان میں طوقِ عبادت کے طور پر ڈالے گئے تھے ان کا صدا حق بھی شخص پہ میں اٹھا اور پہلے اس بیت کو پڑھا اور سواری کر کے حضرت ابن کی خدمت میں حاضر ہوا حق تعالیٰ نے اسلام کی حقانیت پر میرا شرحِ صدور راہمیان کامل کر دیا۔ میں شرفِ اسلام ہو گیا اور یہاں شہزادی بہت تھی۔

تکسرت بادوا جلدان ادکام لنا

و بنا لطیف بہ ضللا بضلال

میں نے بادشاہی (تخت) کے کمرے کے کمرے کر کے کچھ دیکھ لیا اور
ہمارا سمیودھ ہم گمراہی اور گمراہی سے طواف کیا کرتے تھے

بالہاشمی خدا نا من ضللا لنا

ولم یکن دینہہ شبنا علی ہال

حق تعالیٰ نے مجھے اپنی راہ پر میری گمراہی سے نجات دی
حالانکہ ان کا مذہب بھی میرے خیال میں بھی نہ آیا تھا

صحبتِ رسول ﷺ کا کیلوی اثر حضرت مازنؒ کے اخلاق و اعمال پر

حضرت مازنؒ فرماتے ہیں کہ شرفِ اسلام ہونے ہی مجھے اپنے اولاد و اخلاق کی اصلاح کی فکر ہوئی اور غریب حیا کو بلائے حلق رکھ کر حضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میں تین خصلت رکھوں گا مادی ہوں۔ ایک گانا بجاتا ہوں دوسرے شراب خوری، تیسرے کا حشرِ عورتوں سے تعلق۔ آپ ﷺ حق تعالیٰ سے دعا فرمادیجئے کہ میری خصلتیں مجھ سے چھوٹ جائیں، مجھ میں کچھ حیا اور محنت پیدا ہو جائے اور میرے کوئی لڑکا پیدا ہو جائے۔ رسول مقبول ﷺ نے دعا فرمائی کہ :

”یا مَعْشَرَ الْکُفَّارِ ۚ بَدَّلْنَا بَہْجَتَ الْکُفْرِ الَّتِی کَانَتْ لَکُمْ فِی الْبَنَاتِ ۚ فَالْجَنَّةُ الَّتِی کُنْتُمْ تُکْفَرُ بِهَا ۚ وَأَنْتُمْ عَنْهَا مُرْمِیُونَ ۚ“
اور شراب کے بہانے ایک شریعت کی عادت ڈال دے جس میں کوئی گناہ نہ ہو اور ان کو نہا کے بہانے عفت کی توفیق دے اور اولاد صالح عطا فرما۔

حضرت مازنؓ فرماتے ہیں کہ اس دعا کی قبولیت چند ہی روز میں ہمیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی کہ میں نے نصف قرآن ملکا کر لیا اور یہ تمام ناپاک باتیں مجھ سے چھوٹ گئیں ہماری ہستی قلم زد تھی، سر ہیز ہو گئی اور میں نے چار عورتوں سے نکاح کیا اور حق تعالیٰ نے مجھے حیا (جسبہ صالح) عطا فرمایا۔ اس کی ثواب میں حضرت مازنؓ نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

اَللّٰکَ وَ سُوْلُکَ اَللّٰہُ حُثَّ فِطْرَتِیْ

تَخَوُّفُکَ الْفِطْرِیِّ مِنْ خُفْیَکَ اِلٰی الْعَرَجِ

یا رسول اللہ! میری سواری نے آپ ہی کی طرف اس طرح اٹھا کہ اندھا کیا کہ عثمان سے عرج تک جنہوں کو قطع کرتی ہوئی پہلی آئی

لِیَنْفَعَ لِیْ یَا عِزُّزٌ مَنْ وَجَلِ الْخَصَا

فِیْخْضَرُ لَیْ ذَنْبِیْ وَ اَوْجَعُ بِالْفُلْجِ

اے سب زمیں پر بلند لوگوں میں بھڑکنے والی! آپ میری حفاظت فرمائیں تو میری گناہ معاف ہو جائیں گے اور میں کامیابی کے ساتھ واپس ہوں

اِلٰی مَعْشَرٍ عَاثَفَتْ لَیْ اَللّٰہُ ذُنُوبُہُمْ

وَلَا رَاقِبُہُمْ وَ لَیْسَ وَلَا خَرَّ جُہُہُمْ شَرُّ جُنِّ

ایک لڑکی تو ہم کی طرف کہ میں نے غفلت کے لئے ان کے مذہب کی کثافت اختیار کر لی ہے اور آپ میری رہائی کے خواہتی ہے اور میرے طریقہ ان کے طریقہ کے مطابق

وَنُحِثُّ اَمْراً بِالْعَقْدِ وَ الْخُمْرِ مَوْلَعَا

فِیْ اَبْنِیْ عَتِیْ اَخْنُ الْجِسْمِ بِالْهَجِ

اور میں تمام زمانہ شباب میں نہاؤ شراب کا سخت عادی اور حریص آدمی تھا یہاں تک کہ جسم بالکل لاغر اور ضعیف ہو گیا

فَبَذَلْنَاهُ بِالْخَفَرِ حَوْفًا وَ عَشِيَّةً
وَبِالْعَهْرِ انْخِصَانًا لِّنَحْضٍ لِّى فُرَجِى
مجھے اللہ تعالیٰ نے شراب کے بجائے خوف و شیشہ
اور ناکامی کے بجائے غلٹ قرین عطا فرمادے
فَاصْبِرْ هَمِّى فِى الْجِهَادِ وَنِى
فَلِلّٰهِ مَا صَوَّبِىْ وَلِلّٰهِ مَا خَبِىْ

میں نے اپنے ارادہ اور نیت کو جہاد میں صرف کر دیا
میں اللہ ہی کی طرف سے ہے میرا روزہ اور میرا حج

حق تعالیٰ کی قدرت کا مدار آنحضرت ﷺ کی برکات و مامد کا ٹیپ منظر ہے کہ بت چاہت کا
سبب کچھ ہے چہ۔
مچھلیاں وشت میں پیدا ہوں ہر ن دریا میں

قبیلہ ختم کا ایک بت

اسی ختم کا ایک احترام ہر پرہیزگار کی روایت سے قبیلہ ختم کا مشغول ہے کہ وہ اپنے بت کے
پاس پر مشغول تھے اس کے بعد سے آواز سنیں جس میں چند اشعار میں آنحضرت ﷺ اور اسلام
کی طرف متوجہ کیا گیا تھا (یا اشعار یاچہ اقتصاد کے اس جگہ نقل نہیں کئے کہ یہ لوگ حیرت میں ہے کہ
محمد کون ہیں اور اسلام کیا جنج ہے؟ یہاں تک کہ وہ تم ہی روز کے بعد آنحضرت ﷺ کے حالات اور
دوست اسلام کی کیفیت سمجھنے والوں سے پہنچی۔ یہ لوگ امداد اس واقعہ کا محض نام و خیال سمجھتے رہے
یہاں تک کہ یہ ہماری ختم کی آواز میں اپنے بتوں سے متنبہ رہے ہاؤ فرآنحضرت ﷺ کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور اسلام کی حقیقت دریافت کی۔ حق تعالیٰ نے ان کا شرع صادر فرمایا اور سارا قبیلہ
تک وقت داخل اسلام ہو گیا۔

بنی عذرہ کے بت ختم کی زبان پر کلمہ اسلام

قبیلہ بنی عذرہ ایک بت کی پرستش کرتے تھے جس کا نام ختم رکھا ہوا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ کا
ظہور ہوا تو اس بت نے اپنے خاتم جہادی طریق نامی کو خطاب کر کے پکارنا شروع کیا اور کہا :

یا بنی ہند بن حرام طہر الحق و اودى حمام و دفع الشرک الاسلام
(حلیہ ص ۱۹۵)

”اے قریبی! ہم بنی حرام! حق ظاہر ہو گیا اور حرام ہٹا دیا۔ ہو گیا اور اسلام نے شرک کو مٹا دیا۔“
اس جہت انگیز آواز کو سنا، ان لوگوں نے بھی محض دہم و ٹپیل کہا مگر پھر ایک سزا میں آواز
پیدا ہوئی اور کہا :

یا طارق یا طارق بعث النبی الصافی بو حی ناطق صدو صدو
بارض نہامة لنا صریہ السلام و لبحالہ الذماعة هذا الوداع منی الی
یوم القيامة (حلیہ ص ۱۹۵، جلد ۱)

”اے طارق! اے طارق! بچے نبی! ناطق کے ساتھ پیدا ہو گئے اور مکہ مکرمہ کی زمین میں
ایک دولت عامہ سہی! سب انیس کے خدا گروں کے لئے سفاقتی ہے اور ان کے صلہ
رہے والوں کی رسوائی ہے اور بس اب قیامت تک کے لئے میں تم سے نصرت ہوتا ہوں۔“
دوست! حرام! ایک کام کرتے ہی سر کے تل زمین پر گر پڑا۔

اس واقعہ عجیب نے نبی خدا اور ان کے رئیس حضرت اہل بنی مکر کو اس پر مجبور کر دیا کہ فوراً
آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر قصہ کہہ کر سزا مانگی کہ شرفِ اسلام ہو گئے۔

نتائج

خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا قیاس کیسے کہہ دو مگر اسی کے ضمیمہ دار عالم انسان کو کفر و شرک
میں جکڑا کرنے کے لئے مخصوص آلات ہیں اور انھیں اصطلاحاً کھبورا کے مصداق ہیں آج
رحمۃ اللعالمین غفرلہم لہم و اخرین صیب اللہ علیہم کا کس شان سے استقبال کرتے ہیں کہ خود ہی
لوگوں کو حق کی طرف ہدایت کر رہے ہیں۔

کئی آشنائے نزدیکانہ خطیلے برادری زہتخانہ

حق یہی ہے کہ مخلوقات کا پروردگار کوئی دشمن کا ایک پروردگار ہے اس کی ہر حرکت و سکون دشمن کے
جانے والے کے نتائج ہے۔ وہ جس سے جس وقت چاہے جو چاہے کام لے سکتا ہے۔

دزدہ دزدہ دہر کا پامٹے تقدیر ہے

دزدگی کے خواب کی جامی بھی تہمیر ہے

یہ واقعہ عجیب جس طرح حق پرستوں کی قیادت کا ملکہ کے عجب ہونے اور آنحضرت ﷺ کی شانِ عالی کے مظاہر میں اسی طرح ان شیر و غنیمتِ عالمین اسلام کے لئے بھی آخری پیغامِ الہی ہوا تمام جہت میں جو مخالف اسلام پر پردہ اٹانے کی فکر میں رہتے ہیں کیا صاحبِ اسلام بڑھنگواری گئی ہے اور انہیں ہمارے اس عرصہ میں ہمارے قبیلہ سے نیز قبیلہ مدین و ششم سے اور قبیلہ بنی ہذیل کے عقائد سے دریافت کریں کہ ان پر کس نے کھوار چلائی تھی کہ اپنے آپ کو بے سب امت کو پھوڑ چھاڑ کر بلا وجہ سے جنگوں اور پیراؤں کو طے کرتے ہوئے بنی ہذیل کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے قبائل کی سیاست و ریاست کے مقابلہ میں حضور ﷺ کی غلامی کو اپنا جان سلطنت سمجھا۔ حضور ﷺ کے بنی ہذیل و بنی کدہ میں کھوانے کے لئے میدان میں کھڑے ہوئے نظر آنے لگے اگر یہ لوگ ہول کرنے کی ہمت کر جائیں تو عجب فتنے کا آج بھی بن رہے ہوں گے عزائم سے زبانِ حال یہ جواب ملے ۔

دردن سینہ میں دھم ہے نشانِ زور بخیر تم کہ عجب تیرے کہاں زور اور
غراب ہارہ اصل تو ہوشیار اشد غلامِ زکس مست تو تاجدار اشد

ایک درخت کی آواز

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بعض لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا اسلام لانے سے پہلے آپ نے آنحضرت ﷺ کی نبوت اور رسالت کی علامت منظر و کیا تھی۔ فرمایا میں ایک روز ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کس کی ایک شاخ میرے گلے میں اور میرے سر سے مل گئی میں تعجب سے اس کو پکھنچتا تو اس میں سے ایک آواز آئی

هَذَا النَّبِيُّ يَخْرُجُ لِي وَاقْتُ كَذَا وَ كَذَا اَتَكُنْ اَمْتٌ مِنْ اَسْعَدِ النَّاسِ هَـ

(حقیقہ ص ۱۹۸، جلد ۱)

”یہ نبی کہ نکلتا ہے میرے وقت کذا و کذا تو تم کونسا قوم کے سے ہو گے؟“

درختوں اور پتوں اور پھولوں پر کلمہ شہادت

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب ہم ہندوستان پر جہاد کے لئے گئے تو اٹھ قلیک بن میں گذر ہوا۔ وہاں غائب قدرت کا ایک نیا لکھنؤ لکھا کہ ایک درخت کے سب سے نہایت سرخ رنگ کے پتے ہر پہر لا اے اللہ لا اے محمد رسول اللہ علیہ صلوٰۃ و سلام میں لکھا ہوا تھا۔

اسی طرح بعض دوسرے حضرات کا بیان ہے کہ ہم ایک جزیرہ میں پہنچے وہاں ایک بہت بڑا درخت تھا جس کے برہنہ پر قلم قدرت نے نہایت واضح و خوبصورت پرکرتیں سطروں میں لکھا ہوا تھا۔
یکل سطر میں لا الہ الا اللہ اور دوسری میں محمد رسول اللہ اور تیسری میں ان اللہین عند اللہ الا سلام۔

اور بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ ہم ہندوستان میں داخل ہوئے تو ایک گاؤں میں ایک لکھاب کا درخت دیکھا جس کے پھول سیاہ رنگ مگر نہایت خوشبودار تھے۔ اس کے پھول کی ہر پتھری پر سلیڈ حرفوں میں لکھا ہوا تھا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر صدیق۔
(علوم ص ۲۰۰ ج ۱)

یہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے شب بواک پر کلمہ کسی نے ہن پھولوں میں لکھا دیا ہے میں نے بعض تحقیق اس کے ایک غویہ شکست کو تو زاد دیکھ تو اس کے اعداد سے بھی پھول کی ہر پتی پر یہی کلمہ صاف لکھا ہوا تھا۔ پھر میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس قسم کے پھول کمزرت میں اور ہجرت کی یہ چیز ہے کہ ساری ہستی پتھروں کی پرستش میں جتا جتی۔

نورانی مرزوقی نے شرح نزاد میں اسی قسم کا ذکر کیا تھا۔ درخت کے پھول کا نقل کیا ہے جس میں یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے: جاتہ من الرحمن الرحیم الی جاتہ العیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

اسی طرح بعض مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ ہم نے بلاد ہندوستان میں ایک درخت دیکھا جس کا پھل ہمام کے برابر تھا اور اس پر وہ پھلکے تھے جو پکا پھلکا امانہ کے بعد اعداد سے ایک بڑا پتہ لپکا ہوا لگا تھا جس پر سرخ رنگ میں نہایت خوشنود اور صاف طور پر کل لکھا ہوا تھا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اس ہستی کے لوگ اس درخت کو حیرت رکھتے تھے اور قضا پر جاتا تو اس کے پھل سے بارش طلب کرتے تھے۔

اور وہیں میں ایک ٹکڑ کا دان پایا گیا جس کو بے شمار لوگوں نے دیکھا کہ اس پر قلم قدرت کے واضح انگلیوں میں محمد لکھا ہوا تھا۔

اسی طرح ایک شخص نے ایک چھلی بکڑی جس کے بازو پر لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے تحقیق اس کو قید کرنا نہایت کیا اور پھر وہاں سے چھوڑ دیا۔

اسی طرح اکثر مغرب سے بعض لوگوں نے ایسی ہی پھٹی ٹھکان کی اور پھر حکیمانہ رویہ میں چھوڑ دیا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ایک پرندہ ہالوار آیا جس کی پوچھ میں ایک بارام تھا وہ اس نے ٹھٹھس میں ڈال دیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو اٹھایا اس میں ایک ہنزد تک کا کپڑا تھا جس پر ہنزد تک سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ (سیرت علیہ السلام)

طبرستان کے ایک بادل پر کلمہ شہادت

بعض مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ طبرستان کے بعض گاؤں میں ایک قوم آہستہ جو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کی نقل تھی مگر آنحضرت ﷺ کی نبوت کی تکمیل نہ تھی۔ اتفاقاً ایک سخت گرمی کے دن میں یہ عجیب واقعہ پیش آیا کہ ایک بادل گرا بادل اٹھا اور تمام بستی اور اس کے اطراف میں چھا گیا۔ بادل نہایت سفید تھا یہ بادل صبح سے چھایا ہوا تھا جب عصر کا وقت ہوا تو اس میں لفظ نہایت عجیب و غریب میں یہ کلمہ لکھا ہوا ہر نام و عام نے دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور پھر قلم قدرت کا نوشتہ اس طرح برابر عصر کے وقت تک باقی رہا۔ یہ بھی چاریت عام پڑھ کر وہ لوگ سب مسلمان ہو گئے اور ان کو اس بستی کے بے بدلے یہود و نصاریٰ اور اہل علم تھے۔

ایک بچہ کے مونڈھوں پر کلمہ شہادت

بعض مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بلا اذرا سان میں ایک بچہ دیکھا جس کی ایک کمرے میں قدرتی طور پر لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا اولیٰ العبادت سے دیکھا۔

اور ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ ۱۱۷۱ھ ہجری میں میرے گھر میں ایک بکری کے بچہ ہوا جس کی پیشانی پر ایک دائرہ سفیدی کا تھا اور اس کے دائرہ نہایت خوبصورت اور صاف (محمد) لکھا تھا۔

اسی طرح بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ ہم نے غزنیہ میں ایک شخص دیکھا جس کی آنکھ کی سفیدی میں لچے کی طرف سرخ حرفوں میں نہایت خوبصورت یہ کلمہ لکھا ہوا تھا (محمد رسول اللہ)

اور شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب التوابع اور باب توابع السارۃ اصفہانیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ جس روز میں اس باب کی تحریر پر پہنچا ہوں تو علامات نبوت میں سے ایک ایک چیز کا

مشاہدہ کیا کہ ایک شخص میری پاس ایک بکری کے بچے کا سر لے کر آیا جس کا گوشت بھون کر وہ کھا چکا تھا اور اس کی بیٹائی پر قلم قدرت کا یہ نوشتہ موجود تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بالہدیٰ و ذین الحق یھدی بہ من یشاء یھدی بہ من یشاء۔

شیخ عبد الوہاب شعرانیؒ اس قصہ کو نقل کرنے کے بعد تقریر فرماتے ہیں کہ اس نوشتہ قدرت میں جو بھدی بہ بھدی یہ دہرہ چکھا ہے یہ کسی خاص حکمت پہنچی ہے کیونکہ یہاں بھوکا تو احتمال نہیں اور ممکن ہے کہ حکمت اس کی عایت تاکید ہو۔ اور امام احمد ثنین ذہیریؒ فرماتے ہیں کہ میں ہشام بن عبد الملک کے پاس جانے کے لئے گھر سے نکلا جب ملتا ہوں پہنچا تو ایک پتھر دیکھا جس پر میری زبان میں کچھ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ میں نے اس کو اٹھایا اور ایک میری جانے والے بزرگ سے اس کے پڑھنے کے لئے عرض کیا۔ جب اس نے پڑھا تو ہنسنا لگا اور کہا کہ یہ بیات ہے اس پر لکھا ہوا ہے: باسمک اللہم جاء الحق من ربک بلسان عربی مبین لا الہ الا اللہ

محمد رسول اللہ کتبہ موسیٰ بن عمران

”یہ طہیرے نام سے شروع کرتا ہوں حق آپ کے رب کی طرف سے عربی فصیح زبان میں آگیا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔“ (لکھا ہے کہ اس کو موسیٰ بن عمران نے)

لکھا۔ ایہ کائنات عالم کی ہر نوع حیوانات نباتات و نباتات ہیں کہ اپنی زبان بے زبانی کے ساتھ حقانیت اسلام اور نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کی شہادت دے رہی ہیں۔ افسوس کہ بہت سے بد بخت اور فاضل انسان ان کو دیکھ کر اور سن کر بھی متنبہ نہیں ہوتے۔

گفتیم ایں شرط آدمیت نیست

مُرعِ تصحیح خواں و تو خاموش

بندہ

محمد شفیع عطا اللہ عنہ

درس دارالعلوم دیوبند

۱۵ رجب ۱۴۱۱ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ط

آنحضرت ﷺ کی تادیب و تربیت کا قدرتی انتظام

مومن حضرات! انبیاء عظیم اسلام کی تعلیم و تربیت کا حق تعالیٰ خود انتظام فرماتے ہیں۔ خصوصاً حضرت سید الانبیاء ﷺ کی تربیت و تادیب ایک امتیازی شان سے ہوئی کہ تربیت اور تادیب تعلیم و تہذیب کے جتنے ظاہری ذرائع تھے سب منقطع کر دیئے گئے۔ ایسے شہر میں پیدا ہوئے جہاں نہ کوئی علمی محفل نہ کوئی مکتب و مدرسہ نہ کوئی عالم نہ علمی مجلس۔ والد ماجد کا سایہ پیدا ہونے سے پہلے سر سے اٹھ گیا ایسے لوگوں میں پلے اور بڑھے جنہیں ہم و تہذیب سے دور کا بھی علاقہ نہیں تھا مگر کسی دوسری جگہ بھی طلب علم کے لئے سفر نہیں کیا۔ یہاں رہتے ہوئے بھی معمولی لکھا پڑھنا جو دوسرے لوگ سیکھ لیتے تھے آپ ﷺ نے وہ بھی نہ سیکھا۔ انہی شخص (ان پڑھ) رہنا چاہنا نام لود نہ لکھتے تھے۔

ان حالات میں حق تعالیٰ نے جبرئیل امین کے ذریعہ آپ ﷺ کی تربیت اور تہذیب کا وہ انتظام فرمایا کہ دنیا حیرت میں رہ گئی۔ آپ ﷺ ہی کی ذات گرامی ساری دنیا کے لئے علم و حکمت اور اخلاق و آداب و تہذیب و تادیب کا معیار ثابت ہوئی۔ **فَبَارِكْ اَللّٰهُ اَحْسَنُ الْمَخْلُوْقِیْنَ**۔

اسی مضمون کو سونامی جہاں نے اپنے دو شعروں میں بہت ہی طبع انداز سے بیان فرمایا ہے۔ یہ ہیں۔

نَقْدٌ یُّثَرِّبُ سَلَالَةَ بَطْحَلِیْ اُنْفٰی لَوَاحِ عَوَاہِ مَا اَوْحٰی
فِیْضِ اُمِّ الْکِتَابِ ہُوُرُ دُشْ لَقَبُ اُمِّیْ عِیْدَا اَزٰہِیْ مَکْرُ دُشْ

حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کا قلب مبارک بھی اول روزی سے ایسا بنایا تھا کہ ابتداء ہی سے آپ ﷺ کا نصب العین۔ کارام اخلاق کی تکمیل تھی آپ ﷺ کی دعا حق تعالیٰ سے یہ تھی

”یاد رکھیں جب عمل اور اچھے اخلاق کی جدائی کر کہ عوامِ اخلاق کی بدولت آپ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا اور بے اخلاق کو ہم سے دور کر دے کہ بے اخلاق کو بھی آپ کے سوا کوئی ذمہ نہیں کر سکتا۔“

آنحضرت ﷺ کا خلق خود قرآن ہے

حضرت سعد بن اشامؓ کا بیان ہے کہ میں ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ حضرت ﷺ کے اخلاق کریمہ بیان کیجئے، تو فرمایا ”کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟“ میں نے عرض کیا کہ الحمد للہ قرآن تو روز پڑھتا ہوں، فرمایا کہ ”بس قرآن ہی آپ ﷺ کا خلق ہے۔“ کیونکہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قرآن کے ہی کے ذریعے مکارمِ اخلاق سے آراستہ فرمایا ہے جس کی چند مثالیں یہ ہیں :

قرآن کریم میں ایک جگہ آپ کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے :

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (اعراف)

”ظہورِ رُکھ کو احتیاد کیجئے اور لوگوں کو نیک کاموں کی طرف بلائے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے۔“

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

إِنَّ اللَّهَ بِالنَّفْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَنَهْيِ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ

”بے شک اللہ تعالیٰ انصاف اور احسان کرنے کا اور رشتہ داروں کو اپنے کاموں سے روکنے کا اور بے نیکی کی باتوں سے اور بے شکامیوں سے اور علم سے بچنے کا حکم فرماتا ہے۔“

اور ایک جگہ ارشاد ہے :

وَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزَمِ الْأَمْرِ

”لوگوں کی طرف سے جو آپ کو ایذا پہنچے اس پر صبر کیجئے کہ یہی عزمِ کاموں میں سے ہے۔“

اور ایک جگہ نیک خصلتِ محمودہ کو فرمانے والے لوگوں کی مدح کر کے اس طرح ترغیب دی گئی۔

وَالْمُكَذِّبِينَ الْفٰطِنَ وَالْعٰلِينَ عَنِ النَّاسِ ۝

”جنت تبارکی مکی ہے ان لوگوں کے لئے جو خدا کو دیکھنے اور لوگوں کی نظائیں معاف کرنے والے ہیں۔“

اور

وَاجْتَنِبُوا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِلْمٌ ۚ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبِ بَنِعْضِكُمْ بَنِعْضًا

”بچتے رہو بہت گمان کا نام کرنے سے، چونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور یہود خانہ لوگوں کا اور چھپ چھپے کسی کو براد نہ کہو۔“

غزوہٴ اُحُد میں جب آنحضرت ﷺ کا دامغان مبارک شہید ہوا اور اپنی ٹوپی کی چند کڑیاں رعنا مبارک میں گھس گھس گئیں تو چہرہ مبارک سے خون پھپھتے ہوئے زبان پر یہ کلمات آ گئے کہ ”وہ قوم کس طرح فلاں پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کا چہرہ اس طرح خون آلودہ کر دیا جب کہ وہ ان کو ان کے رب کی طرف سے دعوت دے رہا تھا۔“ بد نصیب قوم کی اس وحشیانہ حرکت پر یہ کلمات کچھ سخت نہ تھے لیکن شانِ رحمت للعالمین ﷺ اس سے بھی بلند تھی اس لئے خود آپ کی تاویب کے لئے یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ بد دعا کرنا آپ ﷺ کی شان کے شایان نہیں۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاٰمْرِ شَيْ ۚ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يَعْلَمُوْهُمْ فَاَنْتُمْ طٰلِبُوْنَ
وَاللّٰهُ غٰفِي السُّخُوْبِ وَمَا هِيَ اِلَّا اَرْضٌ يُّغَيَّرُ لَيْسَ يُشَاءُ وَيُعْلَبُ مِنْ يُّشَاءُ
وَاللّٰهُ عَلُوْمُ وَاَحْسَمُ (آل عمران)

”خیرہ اختیار اس کام میں کچھ نہیں چاہتا کہ ان کو توبہ نصیب کرے یا ان کو مراد سے گونگہ وہ مانتی پر ہیں اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ معاف کرے جسے چاہے اور مراد سے جسے چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

قرآن مجید میں اس قسم کی بتدبیہات بے شمار ہیں جن کا مقصد اول سرور کا نکات، سہو موجودات اللہ کی ذاتِ قدس کو اخلاقِ کاملہ کے ساتھ راستہ کرنا اور پھر اس کتاب رسالت کی روشنی سے کل عالم کو منور کرنا اور اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دینا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم و

تریت قرآن مجید سے کی گئی ہے اور تمام عالم کی تاویب و تنہد یہ آپ ﷺ کی ذات سے اور اسی لئے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ :

بِعَلَّتْ لَا تَعْمُ مَكَارِمُ اخْلَاقٍ (رواد احمد الحاكم والہیعی من حدیث من
مروءہ، ۱۲: ۱۲۰)

”میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مہوار اخلاق کی تکمیل کروں۔“

حق تعالیٰ نے اپنے رسول کو خلق کی تعلیم دی اور رسول اللہ ﷺ نے تمام مخلوق کو بتوایا کہ
”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ وَيَنْفُضُ مَفْسَادَهَا“ (یعنی میں نے خدا کی طرف سے
”اللہ تعالیٰ مہوار اخلاق کو پسند فرماتے ہیں اور ظراب اخلاق سے تاراج کرتے ہیں۔“
آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کا یہ لمحہ اور صلح و جنگ کے حالات اس کے شہد ہیں کہ آپ ﷺ
کی تمام ہر کوششیں صرف اخلاق کی تکمیل اور لوگوں کو نیک و صالح بنانے کے واسطے کرتے تھے۔
حاکم طائیؒ جو عرب کا فقیہ اور شریف آدمی مشہور ہے، ایک جہاد میں اس کی لڑائی کرتے ہوئے
آئی جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئی تو اس نے بیان کیا کہ :

”اے محمد میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں میرا آپ نہایت دلہ شہوار اور مہر کا پابند
تھا، قیدیوں کو چھڑاتا اور مجھ کے آدمیوں کو کھانا کھلاتا تھا، اس نے ابھی کسی طلب
حاجت کا سوال نہ نہیں کیا میں حاکم طائی کی بیٹی ہوں اگر آپ ﷺ مناسب سمجھیں تو
مجھے آزاد کر دیں اور میرے دشمنوں کو خوش کرنے کا موقعہ دیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو ٹھیک مسلمانوں کے اخلاق ہیں مگر تمہارے باپ مسلمان
ہوئے تو ہم ان کے لئے دعا کرتے اور پھر رحم فرمایا کہ اس کو آزاد کر دیا جائے کیونکہ اس کا باپ
اخلاق حسنة کا پندہ کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ بھی اخلاق حسنة کو پسند فرماتا ہے۔

یہ سن کر ابو بردہؓ ایمن بنی نضیرؓ سے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا خدا تعالیٰ
مکارم اخلاق کو محبوب رکھتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَحْلَاهُ (تیم ترمذی)

”جسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، جنت میں داخلے والے
کے سوا کوئی نہ جائے گا۔“

فتح مکہ کے موقع پر جب حضرت عائشہؓ اور صحابہ کرامؓ کی عقیم بیٹیاں جمعیت مکہ مکرمہ کی طرف پہنچی تو راستہ میں ایک شخص حاضر خدمت ہوا آپ ﷺ کے ارادہ جہاد کا بھی اس نے عام یاد دہانی کی بلکہ پر قیاس کر کے عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ میں عورتیں اور سرخ روئت چاہتے ہیں تو قید بندی مدینہ پر چڑھائی کیجئے (کیونکہ ان میں ان کی کثرت ہے) لیکن اسے کیا معلوم تھا ۔

کہ یہ وحشہٗ مشرقی ذہان سے اکرست

کی سراب ہم بھبھ و وقت سحری موسم

یہاں صلح و جنگ کا مقصد ہی کیا اور تھا اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ

”مجھے حق تعالیٰ نے نبی مدینہ پر حملہ کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ لوگ صلح ہی

کرتے ہیں اور اپنے اقرباء کے حقوق پہنچاتے ہیں۔“ (کنز الدین، بی بیہ ذمہ موضع)

میں صلح و جنگ میں بھی اس کی رہنمائی کی جاتی ہے کہ جو لوگ علاقہ منہ سے کچھ حصہ کہتے ہیں ان کو ہر قسم کی تکلیف سے بچایا جائے۔ جس سے حدیث مذکور کی طبعی شرح معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوا آپ ﷺ کی تمام سماجی صلح و جنگ کا مقصد اہل مکہ و انصاری کی تکمیل ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ آنحضرت ﷺ کے علاقہ و احوال کا نمونہ ہیں اس لئے ان کے تمام صلح و جنگ کے حالات بھی اسی طرز پر واقع ہوئے ہیں۔ سورنہ بازاری نقل کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت مصعبؓ اکبرؓ کے ہمہ علاقہ میں اہل کندہ نے مرتد ہو کر کھال حکومت کے خلاف ہمہ بدعت بلند کیا تو حضرت ابن قیس فریق خثعم کا قائد اور سردار تھا۔ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور دشمن بہت سے قتل و غارت کے بعد مغلوب ہو کر ایک قلعہ میں محصور ہو گئے لیکن جب حاضر و ماضی ہوا تو عاجز ہو کر حضرت ابن قیس نے قلعہ کا دروازہ کھولنے کا ارادہ کر لیا لیکن چونکہ حضرت مسلمانوں کی فائضی وارد ہوئی اس وقت تھے مناسب سمجھا کہ اس وقت سے قلعہ چھوڑ گئے۔

یہ سوچی کہ چند آدمیوں کے لئے ان طلب کی۔ مسلمانوں نے حسب حالت منظور کر لیا لیکن جس وقت معالجہ و امن ہو چکا حضرت کے ساتھیوں میں سے متعدد ان مسعود نے حضرت کی کمر بکڑی اور اصرار کیا کہ مجھے بھی ان لوگوں میں داخل کر دے جن کو امن دیا گیا ہے لیکن ان لوگوں کی تعداد مقرر ہو چکی تھی۔ اب زیادتی مشکل تھی حضرت کو حسب کوئی صورت اس کے داخل کرنے کی نظر نہ آئی تو ایک

۱۔ چار قلعہ اس کے بعد کا تھا امام لوطی کے اصل سال میں تھے حضرت نے اسے ذرا کیا ہے۔ ۲۔ موضع خثعم

عظیم الشان انجام سے کام لیا کر اپنی جگہ اس کا نام درج کر دیا اور خود ان سے مجھو ہو کر اپنے آپ کو فخر اسلام کے حوالے کر دیا۔ فخر اسلام کے امیر زیاد بن "لہید نے ان کو قید کر کے طلبہ وقت حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں دلائل خلافت بھیج دیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو جب حضرت کے امیر اور حسن عقل کا حال معلوم ہوا تو ان کو آزاد کر دیا۔ حضرت کے دل میں اسلام پہلے سے گھر کر چکا تھا اس وقت مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور پھر مسلمانوں کے مطالبات کو شہم و عراق میں اسلام کی لہاں خدمت انجام دیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنی عقلی بصیرت و فروہ دست اہل قیاد سے ان کا نکاح کر دیا۔ ان فرض حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت کو شخص من اختلافی کی وجہ سے یہ اعزاز بخشا۔ (طرح الجہان ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مذہب اسلام تمام اختلافات اور کائنات احوال سے گھرا ہوا ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔

- ۱۔ دو حقوں میں زیادہ اور تمام ملنے والوں سے اچھا سلوک کرنا یعنی ان کو ہر قسم کی تکلیف سے محفوظ رکھنا۔
- ۲۔ نیک عمل کرنا۔
- ۳۔ سب سے نرمی کا برتاؤ کرنا۔
- ۴۔ سب پر احسان و بخشش کرنا۔
- ۵۔ لوگوں کو کھانا کھانا اور سلام کو عام شائع کرنا یعنی جان بچان ہو یا نہ ہو ہر مسلمان کو سلام کرنا۔

- ۶۔ ہمارے مبادیات کرنا خواہ نیک ہو یا بد (اپنا ہو یا بیگانہ)۔
- ۷۔ مسلمان کے جنازہ کے پیچھے چلنا خواہ اس سے جان بچان کا کوئی تعلق ہو یا نہ ہو۔
- ۸۔ پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔
- ۹۔ ہر مسلمان بوزے آدمی کی تعظیم کرنا۔
- ۱۰۔ جو شخص کھانے کی دعوت کرے اس کو قبول کرنا اور دعوت کرنے والے کے لئے دے کرنا۔
- ۱۱۔ لوگوں کی خطاؤں اور زیادتی کو معاف کرنا۔
- ۱۲۔ جن لوگوں میں اختلاف ہو ان میں صلح کرنا۔

۱۳۔ سخاوت اور شرافت اور محبت کو اختیار کرنا۔

۱۴۔ سلام کرنے میں سبقت کرنا۔

۱۵۔ غصہ کو پی ہانا، یعنی غصہ کے مٹنے پر عمل نہ کرنا (اور اس کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ اس

بہک سے صلہ نہ ہو جائے اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جائے)۔

۱۶۔ لوگوں کی خطائیں معاف کرنا۔

اور اسلام انسان کو ان چیزوں سے روکتا ہے

۱۔ لہو و لہب ہے۔ ۲۔ تمام باطل کاموں سے۔

۳۔ گانے بجانے اور حرامیہ۔

۴۔ کینہ۔

۵۔ کمر بٹا دینا۔

۶۔ جھوٹ اور فحشیت۔

۷۔ بخل اور کجی ہے۔

۸۔ تیز حلقی ہے

۹۔ کمر اور دم کو بازی ہے۔

۱۰۔ بخل خوری ہے۔

۱۱۔ آپس کی نا اطمینانی ہے۔

۱۲۔ تشددی ہے۔

۱۳۔ چٹختی ہے۔

۱۴۔ تکبر و نفور ہے۔

۱۵۔ کسی کی حد میں پہنچنا یا زبان بازی ہے۔

۱۶۔ بے شرمی ہے۔

۱۷۔ بغض اور حسد ہے۔

۱۸۔ بری فعل لینے ہے۔

۱۹۔ بھارت ہے۔

۲۰۔ ظلم کرنے سے۔

۲۱۔ کسی کام میں حد سے تجاوز کرنے سے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی ایک چیز نہیں چھوڑی جس کی طرف ہمیں دعوت نہیں دی اور ہمیں اس کی حقیقت نہیں بتلائی اور کوئی باطل (یا مہم) ہمیں چھوڑا جس سے ہمیں ڈرایا نہ ہو اور اس سے منع نہ فرمایا ہو۔ (تکذیبی عنہ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے معاذ! میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈارنے کی اور خیانت ترک کرنے کی اور چارویں کی حفاظت کرنے کی

اور عقیقہ پر دم کرنے کی اور نرم کلام کرنے کی اور سلام کو عام کرنے کی اور نیک عمل کرنے کی اور (دیبا کی) قنن نہیں کم کرنے کی۔ یعنی دور دراز قسائیں اور خیالات نہ بانٹ دے اور ایمان کو لازم پکڑنے کی اور قرآن مجید کو بھٹکنے کی اور آخرت کی محبت اور حساب قیامت سے ڈرنے وغیرہ ان کی قرونی اور عاجزی کرنے کی اور میں تم کو تلخ کرتا ہوں اس سے کہ تم کسی عقیقہ آدمی کو برا کہو یا کسی سچے آدمی کو جھٹلاؤ یا کسی لشکر کا حاکم کی (کناہ میں) اطاعت کرو یا کسی حاکم عادل کی جائز کاموں میں مداخلت نہ کرو یا کسی زمین پر غصب نہ کرو۔

اور تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ہر چیز اور دولت اور اچلے کے سامنے اور اس بات کی کہ تم برگزیدہ سے کہو جو کناہ نہیں کیا ہے اس کی تو پہ بھی غصہ کرو اور جو کناہ غلط کیا ہے اس کی تو پہ بھی غلطی کرو۔ اس طرح سرور عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو ادب سکھایا اور بہترین اخلاق و آداب کی طرف اشارہ دی ہے۔ علیہ وعلیہم السلام صلواتہ تعجید۔

اخلاق نبوی ﷺ کے چند نمونے

جن کا بعض علمائے روایت حدیث سے قبیح کیا ہے۔

پہلی کہ تم ﷺ سب سے زیادہ عظیم (بزرگوار) اور سب سے زیادہ شجاع تھے گھمب سے زیادہ انصاف کرنے والے اور سب سے زیادہ معافی دینے والے تھے آپ ﷺ سب سے زیادہ خوف تھے ساری قوم پر آپ ﷺ کا مبارک ہاتھ کسی انجمنی حرکت کے ہاتھ نہیں لگا دیتے تھے کہ آپ اس کے ایک حصہ سے یا اس سے کاربند کیا ہو یا آپ کی عزت نہ ہو۔

آپ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے کبھی کوئی دردمند دیکھ کر آپ ﷺ کے پاس ایک روٹ نہ گزرا تھا۔ عقیقہ کرنے کے بعد اگر کچھ بچ چکا تھا اور (اس وقت) کوئی محتاج نہ تھا تو اسے آٹے ہی کاٹ کر کے کسی محتاج کو دے کر بے فکر ہو جاتے تھے جو کچھ بچا آپ ﷺ کے پاس آتا تھا آپ اس میں سے صرف شش ماہ بھر کے خرچ کی مقدار اپنے لئے رکھتے اور باقی کو تقسیم فرمادیتے تھے اور وہ بھی

۱ یعنی ریزنگہ ہر وقت درمطلب رہے کہ چھپے قرآن کلام ہمیں کہے ہو قیامت کے دن پوچھی کہہ دے اہل کی کہی
 ۲ دیکھئے اس طرح آدمی کے سامنے کھڑا کرنے سے اس طرح کی بات کہہ دینا چاہیے ۳ قر
 ۴ روایت بخاری کتاب عقیقہ ۵ عہد النبی ﷺ ۶ مسند احمد ابو سعید بن العباسی فی التفسیر ۷
 ۸ بخاری مسلم ۹ فی الخطوط فی الامور وسط ودر حالہ اللغات ۱۰ بخاری مسلم ۱۱

(بعض روایات) نبی کریم ﷺ بھوک کی وجہ سے اپنے شکم مبارک^۱ پر پتھر باندھ لیتے تھے اور جب کچھ کھا تو جو کچھل جاتا تو پی سے کھا لیتے اور کسی حلال کھانے سے احتراز نہ فرماتے تھے۔ اگر کھانا چھوڑ دیا جاتا تو انہیں پر اکتفا فرماتے اور اگر گوشت بھنا ہوا مل جاتا تو روٹی کیہیں یا جنکلیں جاتی یا کوئی شیریں چیز یا شہد مل جاتا تو کھال فرماتے۔ اور اگر کھانسی روٹی نہ ہوتی تو صرف دو کھال جاتا تو اس پر اکتفا فرماتے۔ اور اگر بڑبڑا ہوا پھیریں مل جاتیں تو وہی کھال فرما لیتے تھے۔

نبی کریم ﷺ عکیر کا کرپا سےز پانچویں وغیرہ کھاتا دیکھ کر کھانسی نہ کھاتے تھے۔ آپ کا وہاں تو ہاتھ پر پھینکے کے لئے پاس کا کلو تھا۔ (یعنی بھجے سے تکلفی کے اس کا استعمال نہ تھا کہ کوئی تریک پر وہاں ہی رکھا جائے بلکہ ہاتھ دھونے کے بعد ہاتھوں یا پاؤں سے مل کر خشک فرمایا جاتا۔) آپ ﷺ نے کیہوں کی روٹی تھیں ان کو اترا بیٹ بھر کر کھانسی نہیں کھاتی اور آپ ﷺ کا یہ طرز عمل فقروا احتیاج یا غل کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس لئے کہ اپنے دوسرے فقر و مساکین کو ترجیح دیتے اور ایسا کرتے تھے۔

اور نبی کریم ﷺ ویر کی دعوت^۲ قبول فرماتے اور مریضوں^۳ کی علاج پر ہی کرتے اور بیماروں میں شریک ہوتے تھے۔^۴ اپنے دشمنوں کے ہاتھ میں تھا یا کسی پاسان (ساتھی کے پتے بھرتے تھے۔ آپ ﷺ حسب سے زیادہ تواضع اور عاجزی کرنے والے اور سب سے زیادہ خوش بے دالے تھے گریہ لوشی تکبر کی وجہ سے نہیں تھی۔

آپ ﷺ سب سے زیادہ فصیح و فہیم تھے مگر کلام زیادہ طویل نہ فرماتے تھے۔ (حدیث مسلم) آپ ﷺ کا خبری نقل و صورت میں بھی سب سے زیادہ حسین و خوب صورت تھے۔ (بخاری و ترمذی) دنیا کی کسی خوفناک چیز سے شدارتے تھے۔ (بخاری و مسلم) جو کچھ مل جاتا تو کھانے لیتے، کبھی سناہ پھا اور کبھی کھن کی حقش چاہا اور کبھی دانی دہ۔ غرض کھال مل سے جو کچھ مل جاتا تو سب تو فرمایا جاتا تھا۔ (بخاری و مسلم و احمد)

۱۔ مستدرک حیدر ترمذی ص ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴

آپ ﷺ کی آنکھوں کی چاندی کی تھی جس کو اکثر دہاتے ہاتھ کی اور بھی یا نہیں ہاتھ کی کن انگلی میں پہنتے تھے۔ (مسند احمد)

اپنے ساتھ بھی اپنے حکام کو اور بھی کسی دوسرے کو سواری پر مدد دے دیا کر سوار فرما لیتے تھے۔ (مسند احمد میں کی طرح اس سے حدیث نقل۔ (بخاری، مسلم)

(سواری کے متعلق کوئی شک نہ تھا)۔ بھی گھوڑے پر بھی اونٹ پر بھی ٹیڑ پر بھی سوار پر (جیسا موقع ہوتا) سوار ہو جاتے تھے۔ اور بعض اوقات زیادہ بگڑے پاؤں ٹیڑ چار اور ٹیڑ چار اور نوئی کے چلتے چلے جاتے تھے اور ہند کے دور محلوں میں چار کر مرہٹوں کی عیادت (حراج پر ہی) فرماتے تھے اور بدو سے نفرت رکھتے تھے۔ خیراء و مساکین کے ساتھ ہالست (ہم نشینی) کی عادت تھی۔ (مسند احمد میں نقل۔)

مساکین کے ساتھ چند کرکھانا کھاتے فرماتے تھے۔ (بخاری میں نقل۔)

طلی فضل و کمال کا احترام و اکرام ان کے اخلاق کی وجہ سے فرماتے تھے اور (ہر قوم کے) شریف لوگوں کو احسان و انعام کے ساتھ مانوس کیا جاتا تھا۔ (ترمذی میں نقل۔) اپنے مزاج و اقرباء کے حقوق مل کر فرماتے مگر جو لوگ ان سے افضل ہوں ان پر اقرباء کو ترجیح نہ دیتے تھے۔ (ماہنامہ السورہ میں نقل۔)

کسی کے ساتھ بد مزاجی اور دشمنی کا معاملہ نہ فرماتے۔

(مسند احمد میں نقل۔) (ترمذی میں نقل۔) (بخاری میں نقل۔)

فائدہ : حدود و شریعہ کے خلاف کرنے صورت میں کسی پر قصور کرنا یا سزا دینا بد مزاجی میں داخل نہیں بلکہ دینی اخلاق کا سب سے اہم اریہ ہے۔

جو شخص آپ ﷺ کے سامنے عذرت پیش کرتا تو آپ ﷺ اس کا عذر قبول فرماتے تھے۔ (بخاری، مسلم میں نقل۔)

آپ ﷺ مزاج (منہج اخلاق) کی باتیں بھی کرتے تھے مگر اس میں بھی کوئی خلاف واقعہ بات زبان مبارک سے نہ نکلتی تھی۔ (ترمذی میں نقل۔)

آپ ﷺ کہتے تھے مگر قہر نہ لگاتے بلکہ آپ ﷺ کا ہنسنا محض ہنسنا تھا۔ (بخاری، مسلم میں نقل۔)

آپ ﷺ ہنسنا (چاندی) کھیل کود کھیتے تو مسخ نہ فرماتے۔ (بخاری، مسلم میں نقل۔)

فائدہ : مبارک کھیل وہ ہیں جو بدن کی جست و خیزوں کے لئے یا جہاد کی تیاری کے لئے یا طبیعت کی نشوونما کرنے کے لئے کھیلے جائیں اور ان میں کوئی ناچانچہ چیز داخل نہ ہو۔ (ادبیات) یا مشابہت کفار یا

سڑکوں کا فیروزہ ہوں۔ حدیث میں بخانا دیکھنے اور تیرنے، کھینچنے لڑنے اور گدہ کا فیروزہ کھیلنے کو پسند کیا گیا ہے اور فقہانے گیند و فیروزہ کے کھیل کو بھی اس میں داخل قرار دیا ہے (دعا، ماحول، فیروزہ) مگر شرط یہ ہے کہ گدہ کا کھیل تعویذی جہز میں اور کھینچنے کھولنے کا گیند کر اور گیند کا کھیل کفار و ملحد کے مخصوص طریقہ پر نہ ہو (شانِ حج وں کی شمولیت سے یہ کھیل بھی ممنوع ہو جائیں گے۔ (حزیر)

آنحضرت ﷺ اپنی زمینوں کے ساتھ (بعض اوقات سفر میں جب کہ بے پردگی کا فطرہ نہ ہو) جڑے بھی تھے۔ (ذیل میں ملاحظہ)

اخلاق کی بات یہ ہے کہ تھوڑا بہت ہر کھانے میں سے اس کو بھی دیا جائے جو کام کسی نوکر کے ہر دے کیا جائے اس میں اس کی راحت و طاقت کا خیال رکھا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا کوئی وقت بیکاری میں نہ گزرتا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہر دے کے کام میں اور اپنی دنیوی ضرورتوں میں۔

(بخاری، ترمذی، ابن ماجہ)

(کبھی کبھی اپنے صحابہ کے باغات میں تخریف لے جاتے تھے۔ (تخریب موقوف)

آپ ﷺ نے کسی مسکین یا یتیم کو اس کے خیر و خیرات کی وجہ سے حقیر سمجھتے تھے اور نہ بادشاہ و امیر سے اس کی دولت و سلطنت کے سبب مرعوب ہوتے تھے بلکہ دونوں کو یکساں طریق پر حق تعالیٰ کی طرف رجوع دیتے تھے۔ (مسند احمد، مسند ابی یوسف، مسند ابی داؤد، مسند ابی حنیفہ)

حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ میں اخلاق کا مظلوم سیاست کا مل جل کر فرمایا تھی کہ ان کا آپ ﷺ انہی (ان بڑے) تھے اور انہیں کبھی نہیں جانتے تھے آپ ﷺ ایسے شہر میں پیدا ہوئے جہاں کوئی علم کی جگہ (مدرسہ و مدرسہ) نہ تھی بلکہ جہاں عام تھی پھر آپ ﷺ کی نشو و نما فقر و فاقہ اور بکریاں چرانے میں ہوئی۔ وہ کبھی اسی حالت میں کہ آپ ﷺ بے مال اور بے باپ کے تھے مگر حق تعالیٰ نے آپ کو اس اخلاق اور انسانی حقیقت کی تعلیم دی اور لوگوں کو آخرین کے علوم عطا فرمائے اور ان چیزوں کی تعلیم دی جن سے آخرت میں نجات اور قیامت نصیب ہو اور دنیا میں پریشانیوں سے خلاصی اور لوگوں کے لئے فہم (دشک) کا سبب ہو اور آپ کو مفید و ضروری کاموں میں مشغول رہے تاکہ وہ فضول کاموں سے اجتناب عطا فرماید۔

حق تعالیٰ ہم سب کو آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ کی سنت اور آپ کے اخلاق و عادات کا اتباع نصیب فرمائے۔

آمین یا رب العالمین۔



اتباع رسول ﷺ

دنیا کی چند روزگار نفس زندگی میں بھی حقیقی راحت و سرور اور آرام ہمیشہ تو صرف آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کے اتباع ہی میں منحصر ہے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے کامل قہصین کے لئے جس طرح آخرت کی دائمی زندگی میں ملاج و علاج اور ہر طرح کی راحت کا وعدہ ہے۔ اسی طرح دنیا میں بھی حقیقی راحت و سکون صرف انہی کا حصہ ہے اور منت میں جانے سے پہلے دنیا میں ہی ایک طرح کی جنت ان کو دے دی جاتی ہے کہ قیامت اور تکذیر الہی پر رضا کے سبب وہ کسی حال میں پریشان و متکوش نہیں ہوتے۔ دنیا کے مصائب و آفات اور پریشانیوں کی صورتیں ان پر ضرور آتی ہیں اور بے اوقات و دھرموں سے بڑا ہوا آتی ہیں لیکن ان کے قلوب اس وقت بھی اپنی جگہ پر مطمئن اور سرور ہوتے ہیں۔ زمانہ کے بڑے بڑے حوادث ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ دوسرے میں بھی جیتے ہیں اور مرنے میں بھی جیتے ہیں۔

نہ شوقی چل سکی یاد صبا کی
بگڑنے میں بھی زلف اس کی ہاکی

راحت و ہمیشہ جس کا قہصین قلب و اطمینان و سکون سے ہے۔ بلاشبہ ہمارے عالم سے زیادہ انہیں حضرت کو حاصل ہے۔ یہی وہ نشہ ہے جس کے سرور سے وہ شاہانہ مسلمان کوڑا را نظر میں نہیں لاتے۔

راگ کہ کہ باقم خیر از ملک نیم شب
من ملک نیم روز بد انگے نمی خرم

ان کی بے سرو سامانی کے باوجود مسلمانوں کے لئے ان کی راحت کو نہیں پا سکتے۔

خوش فرشی بود یاد گدائی خواب من
کیں ہمیشہ نیست در طور اور تک خسرو کی

ان کا رشتہ نیاز ایک ایسی پارگاہ عالی سے نچو جاتا ہے کہ وہ ان کو ہمارے عالم سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

خضر میں بھی سر بسر کبر و غرور و غرور ناز ہوں
کس کا پتہ منہ میں سب سے بڑے نیاز ہوں

یہی واقعہ جنت ہے جو اللہ والوں کو لیا میں ہی مل جاتی ہے اس کو بعض ائمہ فقہیہ نے آیت ذیل کی تفسیر میں لیا ہوا ہے۔

وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتٌ
”جو شخص اپنے رب سے اس کے لئے ”جنتیں ہیں“۔

یعنی ایک جنتاً آخرت میں ہر ایک اس دنیا میں ہر شخص وہ ایات حدیث میں جو دنیا کو مومن کے لئے (جہنم) یعنی قید خانہ قرار دیا ہے جنت اس کے معنای نہیں ظاہری اسباب و سببوں اور صورت کے اعتبار سے دیا ان کے لئے قید خانہ ہے لیکن باطنی سکون و راحت کا اعتبار سے یہ قید خانہ بھی ان کے لئے جنت ہے۔

بِسُورَةِ بَابٍ بِاطْلَافِهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ

”اس کا ایک دروازہ ہے کہ اس کے اندر تو رحمت ہی رحمت ہے اور باہر کی جانب عذاب ہے۔“

اگر فرض دیا کی ظاہری زندگی میں بھی راحت و سکون صرف ان ہی حضرات کا حصہ ہے جو وہی الہی اور تعلیمات نبوی علیہ السلام کے پیرو ہوں۔ البتہ اس دینی زندگی میں ان کا فرق ضروری ہے کہ تعلیمات نبوی علیہ السلام سے اعتراف کرنے والے اگر بالکل کا قرا اور خدا کے باقی ہیں تو ان کو استدلال (ذائعیل) کے طور پر بنیادی اور ظاہری مسالمت و راحت و عزت و دولت سے محروم نہیں کیا جاتا اور اگر وہ اہل ایمان ہیں تو فوری حبیہ کے لئے اکثر ان کو اس زندگی میں عزت و دولت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے سوا دوسری قومیں خدا تعالیٰ کی مرضی و نافرمانی اور حلال و حرام سے بے نیاز ہو کر خودی ترقی کے لئے کوئی حکیم بنیں تو دنیا کی ظاہری حیات میں اس کا کامیاب ہو سکتا لیکن بے گنجی و راحت حاصل نہ ہو سکتا ظاہری مسلمان راحت اور عزت اور راحت ان کو اپنی آخرتی تمام نازی ازم اور کید و محذور و محظوم وغیرہ کے ذریعے سے ہوا ہے تو حبیہ نہیں۔

فرض جن لوگوں نے متعلق حیات نہ پاس کیا اور اس کے چند روزہ اور ظاہری مسلمان ہی کو اپنا محبوب حقیقی اور قبلہ مقصود بنالیا ہے اور جن کی حالت قرآن کریم نے یہ بیان کی ہے کہ

الَّذِينَ رَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأْنَنُوا بِهَا

”وہ لوگ جو (صرف) دنیا کی حیات پر راضی ہو گئے۔“

لن يصلح آخر هذه الامة الا ما صلح به اولها

”میں امت کے آخری دور کی اصلاح کوئی چیز بجز اس طریق کار سے نہیں کر سکتی جس کے ذریعے اس امت کے دور اول کی اصلاح ہوئی تھی۔“

اور ظاہر ہے کہ وہ طریق کار جس نے عرب کے بدوؤں کو تہذیب انسانی کا معظم، دشمنوں کو ہلاکت کا سبب، گمراہیوں کو نیا کارہیرو، بد اخلاقوں کو خوش اخلاقی کا دیکر، ہر انسان کو مسلمان بنا دیا۔ کیا تھا؟ صرف قرآنی حکم اور سید المرسلین کی تعلیمات و ارشادات کا اتباع۔ حق تعالیٰ ہمیں آنحضرت ﷺ کی اجلا نصیب فرمائیں۔ آمین

(الرشید، لاہور)



ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت ﷺ پر جس کی نبوت اور حق کا اہتمام ہو گیا آپ ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں۔ اسلام کے بدیہی وقت کہ سے مسلمان بنی نہیں غیر مسلم بھی۔ ہمیشہ واقف رہے ہیں اور چودہ سو برس کی تاریخ میں یہ بحث بھی نہیں پیدا ہوئی کہ نبوت کی کچھ قسمیں ہوتی ہیں اور ان میں سے کوئی خاص قسم نبی آخر الزماں ﷺ کے بعد بھی پائی ہے۔ نبوت کی تشریح و تفسیر تشریحی، ظنی، و بروزی یا مجوزی اور ظنی اقسام کا قرآن و حدیث میں کوئی اشارہ تک ملتا ہے نہ علمائے امت ان سے واقف تھے البتہ اس دور میں تعلیمات اسلامی سے ہم غفلت اور جہالت نے اور فتنوں کی طرح اس فتنہ کا دور بھی ماریا۔ سب سے پہلے باب اور بھاسے کرتے نے اس مسئلہ میں اجماع امت سے اختلاف کیا مگر وہ بھی اس کو علمی رنگ نہ دے سکا۔

اس کے بعد مرزا کاظم احمد چاہتی نے بحث کا دوازدہ کھوہ مگر اس بحث میں بھی اس قدر راہنما اور تفسیر کی کارفرمائی ہے کہ خود ان کے سامنے والے بھی تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک فرقہ ان کو صاحب شریعت نبی اور رسول مانتا ہے یہ ظہیر الدین اداوی کا فرقہ ہے۔ دوسرا ان کو تفسیر تشریحی کہتا ہے یہ قادری پادری ہے جس کا مرزا صاحب کہہ رہے ہیں یہ تفسیر فرقہ مرزا صاحب کہہ رہے ہیں بلکہ کچھ موجود یا مہدی موصوفہ قرار دیتا ہے سیلا اور کی پادری ہے۔

قادیانی مغالطے

حقیقت میں مرزا صاحب کے سامنے نبوت میں ایک تہ دینی ارتقا ہے۔ ساتھ ان کا عقیدہ جمہور اہل سنت کے مطابق تھا۔ ۱۲۳۱ھ (اکتوبر ۱۸۱۹ء) کو انہوں نے جامع مسجد دہلی کے ایک جلسہ عام میں ایک تقریری بیان پڑھا جس میں کہا کہ :

”اب میں غلطی، ذلیل امور کا مسئلوں کے سامنے صاف صاف اقرار کر رہا ہوں کہ جہات خاتم الانبیاء کی ختم نبوت کا کمال میں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین

اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“ (تخلیقات، ص ۲۴۰)

۱۸۹۹ء کے بعد مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں نبی اور خاتم النبیین کی انوکھی تہذیب و تمدن کا شروع کردی مثلاً :

”اللہ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو ائمہ کمال کے لئے مہر دی جس کی ہر نبی کو بڑ نہیں دینی گئی۔ اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین نہیں رہا یعنی آپ کی بعد کی کلمات نبوت باطل ہیں اور آپ کی تہذیب و تمدن نبی قریش سے ہر فرقہ سے تقدیس کی اور نبی کو نبی نہیں ملے گا۔“ (حجۃ الیوم من بعد، ص ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹)

اس عبارت میں انہوں نے اپنے نبی ہونے کے لئے گویا دلیل بیان کی ہے بالآخر بیسویں صدی کے لوگ میں انہوں نے کچھ طور پر رسالت اور نبی ہر نبوت کا دعویٰ کر دیا مثلاً :

”سچا خدا ہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“ (الحجۃ الیوم من بعد، ص ۱۰۷)

”حق یہ ہے کہ ادا کی دہاکہ حق جو میرے اوپر نازل ہوئی ہے اس میں ایسے نقطہ رسول اور رحل اور نبی کے موجود ہیں جن کا ایک اور جگہ بڑا اور اللہ۔“ (رجوع الیوم من بعد، ص ۱۰۸)

اور ان کے بعد تو انہوں نے تو تمام تکلفات کو ہٹائے طاق رکھ کر نہ صرف صاحب شریعت رسول ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ تمام انبیاء، پیغمبر اسلام کی ہمسری بلکہ ان سے انصافیت کا دعویٰ کیا ان کی توحید میں متعدد عبارتیں لکھیں حتیٰ کہ خود سرور کو نبی ہونے سے اپنے آپ کو بڑھانے کی جسارت سے بھی باز نہ آئے۔

”محمد میں اور ہر سے میں بڑا خلق ہے کیوں کہ مجھے تو ہر ایک حق خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔“ (رجوع الیوم من بعد، ص ۱۰۸)

اس منزل پر پہنچ گئے تو مرزا صاحب نے حالت اسطیع سے طبع و ادب امت کی بنیاد اٹلی اور یہاں کر دیا کہ :

”ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا اور مسلمان نہیں ہے۔“ (حجۃ الیوم من بعد، ص ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱)

ان کی تحریروں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو جب نبی بننے کا شوق ہوا تو ان کی فکر ہوئی خاتم النبیین اور مسئلہ نبوت کو اپنی دلائل حاکم پا کر انہوں نے اس کی تہذیب و تمدن شروع کر دی۔ کبھی خاتم النبیین ہی کے معنی بدل کر میر نبوت قرار دیا کبھی ختم نبوت کے معنی اپنے مشہور مصروف معنی میں رکھ کر عقلی نردہاں قسم کی باتیں کہیں اور عقلی نبی کو (سبحان اللہ) میں محمد و احمد بنا کر ختم نبوت کی

اور اسے دہرائے کی سہی فرمائی اور کہیں قسم نبوت میں یہ شرط بڑھا کر اس سے گھوٹا سی کی کوشش کی کہ قسم ہونے والی نبوت تو وہ ہے جس کے ساتھ شریعت بھی ہو۔ مطلق نبوت کا اختتام ہر وقت نہیں!

ایک منصف مزاج اور سلیم الفہم آدمی کے لئے تو خود مرد و عورت کی امتداد اور بے نیکی باتیں ہی ان کے دماغوں اور عقائد کو کسر مسترد کر دینے کو کافی ہیں تاہم عام مسلمانوں کے دھکے اور سمجھانے کے لئے مسئلہ قسم نبوت کے تمام پہلوؤں کو قرآن و حدیث آقا و صحابہ اور سلف صالحین و علمائے دین کے اقوال کے ذریعے واضح کر ضروری ہے۔

ختم النبوة فی القرآن

قرآن کریم سے کسی مسئلے کو ثابت کرنے کے لئے علمائے اصول استدلال نے چار طریقے طے کئے ہیں۔ اول مبادت اقص اور دوسرے اثباتہ اقص و تیسرے دلالت اقص اور چوتھے اختصا اقص۔

کلام پاک میں نالوہے آیات ایسی موجود ہیں جو ان چاروں میں سے کسی نہ کسی طریق سے ختم نبوت کا ثبوت مہیا کرتی ہیں۔ چنانچہ اس باب میں پہلی اور صریح ترین آیت یہ ہے :

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ ذِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ ۚ

وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (الاحزاب: ۴۰)

"میں ہیں محمد (ﷺ) تمہارے غرواں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا۔"

اس آیت کے نزول کا کبھی منظر یہ ہے کہ چند روز پہلے ہی وحی کے ذریعے عرب کے اس مداح کو مسترد کیا گیا تھا جس کے تحت لے پاک لاء کو عقلی لاء کا جدید باب تھا اس مداح کو ہمیشہ عیوض کے لئے قسم کرنے کی فرض سے رسول اللہ ﷺ نے اپنے آئندہ کو رونا و غلام اور عقلی حضرت زید بن حارثہؓ کی مطلق حضرت خدیجہؓ سے حکم خداوندی کے مطابق نکاح فرمایا ہے اس پر کفار نے شور مچایا کہ یہ کیا نئی ہے جو اپنے بیٹے کی مطلق سے نکاح کرتا ہے اسی ظن کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ محمدؐ میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں اس لئے آپ پر یہ الزام ہے کہ اس امر وہ اللہ کے بیان کر دینے کے بعد اسی سے پیدا ہونے والے نکتہ شہادت کے ذرائع کے لئے فرمایا گیا :

"لیکن آپ ﷺ اللہ کے رسول اور آغلا نبیاء ہیں۔"

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آپ ﷺ کے کوئی سلی فرزند نہیں ہوا آپ ﷺ اس اعتبار سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن آپ خدا کے برگزیدہ رسول ہیں اور رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے جو لوگ حضور کو اقرار

مطلوعِ آفتاب ہونے کا عندیہ دیتے تھے انہیں بھی اسی آیت میں جواب دے دیا گیا کہ رسول تو اپنی پوری امت کا باپ ہوتا ہے اور محمد ﷺ پر اس کی قیامت تک کے لئے نبی ہیں لہذا آپ ﷺ کی روحانی اولاد کا بھی کوئی شمار نہیں۔

اس جگہ لفظ ”خاتم النبیین“ کے اطلاق کی بھرپور وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس طرح اقوالِ عالم کو خیر و شر کیا کیا یہ تنبیہ آخری رسول ہے اس کے بعد کوئی پیغمبر نہ بھیجا جائے گا اس لئے دین و دنیا کی اصلاح چاہتے ہوئے اس کی تصدیق کرو۔ ایک جگہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ”عاصی بن محمد بن احمد“ میں مکی لاف سے وہ ہم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ میں خلعتِ پوری بھی نہ ہو گی اس وہم کو رفع کرنے کے لئے ”ولیکن رسول اللہ“ کے الفاظ بڑھائے گئے یعنی اگرچہ آپ ﷺ کسی مرد کے نہیں بہت نہیں لیکن رسول اللہ ہونے کی حیثیت سے انہی باپ سے بھی زیادہ شفیق ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا، ”وہو اعم البین“ یعنی جب ہر رسول اپنی امت کا شفیق باپ ہوتا ہے تو خاتم النبیین تو تمام دنیا، سے زیادہ شفیق اور مہربان ہوں گے۔

جن انبیاء کو اپنے بعد اور رسولوں کے آنے کی توقع ہوتی تھی ان سے اگر کوئی چیز رہ جاتی تو بعد میں آئے اہل اس کی تکمیل کر دیتے تھے لیکن تمام نبیوں کے خاتم کو یہ فکر تھی کہ اے کائنات کا صاف کر دیا جائے کہ قیامت تک آنے والے انسان گمراہ نہ ہوں۔ چنانچہ ہمارے آقا کے بعد اور مرد و عورت کا نکاح نہ ہوئے شریعت کی سرِ اہم مستقیم کو ایسا ہموار چھوڑا ہے جس میں امت اور دن برابر ہے اب نہ ہمیں کسی شریعت سابقہ کی حاجت ہے نہ اگلی نہ کسی حدیث نبوی کی ضرورت ہے نہ جدید شریعت کی۔

تکمیلِ شریعت

قرآن مجید کی جس آیت میں محمد رسول اللہ کی ایسی ہوئی شریعت کی باری تکمیل کا اعلان کیا گیا وہی ختم نبوت کے ثبوت میں دوسری واضح دلیل ہے۔ ارشاد: ۱۱

لَیْسَ لَکُمْ اَلْحَقْلُ لَکُمْ وَ لَیْسَ لَکُمْ وَ اَلْحَقْلُ عَلَیْکُمْ وَ اَلْحَقْلُ وَ رَ حَبِیْتُ لَکُمْ

اَلْاِسْلَامُ وَ لَیْسَ لَکُمْ (المائدہ ۳)

”آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے دینِ اسلام ہی پسند کیا۔“

آج تک وہ جس کمالِ دین کی جس ذریعے سے بھی تفسیر کی جائے حاصل یہ ہے کہ اس دین کے بعد کوئی دین اور آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی یا قیامت پیدا نہ ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت کے بعد نہ کوئی حلال کرنے والا عظم ہوا اور نہ حرام کرنے والا اور نہ کوئی حج قرآن، خن، دشمن میں اور نہ حدود اور دوسرے احکام میں سے۔

(تفسیر صغریٰ ص ۱۰۰، ص ۱۰۱)

اور حدیث میں ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو قرأتِ عظم ”ہوئے گئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں مدت ہو ”قرأتِ عظم نے عرض کیا ”ہم اپنے دین میں ذیاتی اور ذاتی میں تھے لیکن جب وہ کمال ہو گیا اور احادیث الہی اسی طرح جاری ہے کہ آپ کوئی شکال ہو جاتی ہے تو ہر وقت اقدس ہو جاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم نے سچ کہا اور یہی آیت آنحضرت ﷺ کی وفات کی خبر بھی گئی۔ آپ ﷺ اس کے بعد صرف ایک ہی روز اس عالم میں زندہ رہے۔

قرأتِ عظم ”کا یہ اہم مذکورہ اصول تفسیر کی روش اور کلی شہادت ہے کیوں کہ اگر کمالِ دین اور احکامِ نبوت سے نازل احکام دین کا اختتام اور ذاتی نبوت کا اختتام اور خاتم الانبیاء کی وفات مراد تھی تو قرأتِ عظم کا اس موقع پر نہ آپ ﷺ اور بے مقلی ہو جائے گا۔

افادیت ختم نبوت

جس طرح قرآن پاک کی شانِ آیات ختم نبوت کا ثبوت فراہم کرتی ہیں اسی طرح وہ اس سچے احادیث میں اس امر کی صراحت کر رہی تھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جس میں ایک سو سے زیادہ احادیث متواتر ہیں۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے:

”جن حضرات نے آنحضرت ﷺ کی نبوت اور مجازات اور قرآن مجید کو نقل کیا ہے ان میں کثیر العدد حضرات کی نقل سے آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان بھی ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے۔“ (امثل باطل جلد ۱ ص ۷)

اس مہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیثِ الہی بعدی نہ صرف متواتر ہے بلکہ اس کا تواتر بھی اسی درجے کا ہے جس درجے کا آپ ﷺ کی نبوت، مجازات اور قرآن مجید کا تواتر ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا

”میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ لکھی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنا دیا اس کو بہت عہدہ و آراء دیے گئے ہیں اور اس کے ایک گوشے میں ایک لکڑی کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی۔ یہی لوگ اس کے دیکھنے کو جوق در جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ یہ ایک لکڑی تھی کہیں نہ لکڑی کی (تاکہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی) چنانچہ میں نے اس جگہ کو نہ کیا اور اچھ سے ہی تعمیر نہایت مکمل ہو اور میں ہی خاتم انبیاء ہوں (یا) مجھ پر تمام رحمتیں آئیں گے۔“ (بخاری، مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں کہ میں پانچ سال حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ رہا میں نے خواہا کہ وہ یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

”میں اسرائیل کی سیاست خواہوں کے انبیاء کیا کرتے تھے وہ کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنا دیتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ خلفاء میں سے اور بہت ہیں گئے“ صحابہ نے عرض کیا : ”یا رسول اللہ ﷺ! ان خلفاء کے متعلق آپؐ کیا حکم دیتے ہیں؟“ فرمایا : ”ہر ایک کے بعد دوسرے کی وصیت کرو اور ان کے حق اطاعت کو پورا کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی وصیت کے متعلق ان سے سوال کرے گا۔“

(بخاری، مسلم، احمد، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن ابی شیبہ، دارقطنی)

حضرت انور بن مسلمؒ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

”میں تمہیں ہوں اور میں تمہیں ہوں اور میں ہاکی ہوں۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تم کو ہر روز کے طور میں حاضر ہوں لیکن میرے بعد ہی قیامت آئے گی اور مشریر ہوا گا (یعنی کوئی نبی میرے بعد قیامت کے درمیان نہ آئے گا) اور میں عاقب ہوں اور عاقب اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔“ (بخاری، مسلم، ابن ماجہ، دارقطنی)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا ”تم میرے ساتھ ایسے ہو جیسے حضرت ہارون موسیٰؑ کے ساتھ تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔“ بخاری اور مسلم نے فرمایا کہ جوک کے باب میں یہ حدیث روایت کی۔ مسلم کی روایت میں اتنی بات آ رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک جہاد میں حضرت علیؓ کو ساتھ نہیں لیا بلکہ گھر پر چھوڑ دیا اور حضرت علیؓ نے (ابو ہریرہؓ سے) منہ نہ لکھا (یعنی عرض کیا) آپؐ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا! آپؐ نے (ان کی تسلی کے لئے) اور شکر فرمایا : ”کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے ہارونؑ

موسیٰ کے ساتھ؟ (یعنی جس طرح حضرت موسیٰؑ کو طور پر تعریف لے جاتے وقت ہارونؑ کوئی اسرائیل میں لپکتا جب جا کر چھوڑ گئے تھے اسی طرح تم اس وقت میرے نائب تھے) لیکن میرے بعد نبوت نہیں۔ (اس لئے تمہارا مرتبہ اگرچہ ہارون کا سا ہے مگر تم کو نبوت حاصل نہیں) اور مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں : **اَلَا اِنَّكَ لَنْتَ بِنَبَا (مگر تم نبی نہیں ہو)**

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ وہ عناصر جن میں جنگ عظیم رونما نہ ہو حالانکہ دلوں کا دعویٰ ایک ہی ہو اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک تقریبات میں دھال کا زب دینا میں نہ آجائیں جن میں سے ہر ایک پر کھتا ہو گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔“ (بخاری، مسلم، احمد نے روایت کیا)

حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

”قرب ہے کہ میری امت میں تمیں بھولے چھ اہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔“ (مسلم نے روایت کیا)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

”مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں اشیات دی گئی اول یہ کہ مجھے جماع احکم دپے گئے، دوسرے یہ کہ دعب سے میری مدد کی گئی (یعنی تمہیں پر میرا رب پڑ کر انہیں مطلوب کر دیتا ہے)، تیسرے میرے لئے قیمت کا بل حلال کر دیا گیا (مخلاف انبیائے سابقین کے کہ بل قیمت ان کے لئے حلال نہ تھا بلکہ ان سے ایک آگ ازل ہوتی تھی جو تمام بل قیمت کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی تھی اور یہی جہاد کی حقارت کی علامت تھی جہاں تھی) چوتھے میرے لئے تمام زمین نماز پڑھنے کی جگہ بخدا کی (مخلاف ہم سابق کے کہ ان کی نماز صرف مسجدوں میں ہو سکتی تھی) اور زمین کی سب سے لئے پاک کرنے والی چیز بخدا کی (یعنی بے حجب ضرورت ختم جائز کیا گیا جو پہلی امتوں کے لئے جائز نہ تھا) پانچویں میں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں (مخلاف انبیائے سابقین کے کہ وہ خاص قوموں کی طرف کسی خاص اہم میں ایک محدود زمانے کے لئے مبعوث ہوتے تھے) چھٹے مجھ پر تمام انبیاء ختم کر دیے گئے۔“ (مسلم نے روایت کیا)

حضرت مہاسیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض وفات میں ارشاد فرمایا کہ ”آپ ﷺ کا سر مہدک مرض کی وجہ سے بندھا ہوا تھا، ابھر لوگ مصدق اکبرؑ کے پیچھے صفیں باندھے کھڑے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”نبوت میں کوئی جزا باقی نہیں رہا مگر وہ ایسا خوب جو مسلمان دیکھتا ہے یا اس کے لئے کوئی اور کہے۔“ (مسلم، سنن، ۱/۱۸۷)

عجیب تاویلات

ختم نبوت کے منکرین قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کی ان صراحتوں سے بوجھ بھڑانے کے لئے عجیب و غریب تاویلات کا سہارا لیتے ہیں اور قرآن وحدیث میں تحریف کرتے ہیں۔ مثلاً مرزا غلام احمد نے بی بی بنے کے شوق میں آیت خاتم النبیوں کے معنی یہ بیان کئے ہیں: ”آپ ﷺ کی بی بی کی کلمات نبوت بخشی ہیں اور آپ ﷺ کی توبہ و حالی نبی تراش ہے“ اور یہ کہ ”نیک وہی ہے جس کی مہر سے نبی نبوت ملی سکتی ہے۔“

یہ مفہم نہ صرف عربی زبان اور ہمارے کسی رد سے سراسر غلط ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی کو بی بی بنانا آنحضرت ﷺ کے اختیار میں ہے جس پر چاہیں نبوت کی مہر لگا دیں حالانکہ رسول اور نبی کا تقرر صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے ملا و ملا ہیں اس تحریف کے نتیجے میں نبوت ایک انسانی چیز بن جاتی ہے۔ قرآن کی نزاد سے پہلے غلط ہے کیوں کہ نبوت حاصل کرنا کسی کے اختیار میں نہیں۔

اگر اس غریب و فقیر کو مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس امت میں جتنے زیادہ نبی آئیں اتنا ہی حضور ﷺ کا کمال ظاہر ہوگا لیکن تحریف کرنے والے کو کبھی حیر و سورس میں اپنے سوا اور کوئی اس طریقے سے نبی بننا نظر نہیں آتا۔ کئی عجیب بات ہے کہ جس سستی کو جمل مرزا صاحبؒ، اللہ نے ”نبی تراش“ دیا اس کی رو حالی توبہ ایک لاکھ سے زائد صحابہ میں سے تو کسی کو نبی نہ بنا سکی، ان کے بعد خیر القرون میں ابھی کسی کو یہ سعادت نصیب نہ ہو سکی اور غزوہ باندھ چودھویں صدی میں آکر جس ایک مرزا صاحبؒ نے اس سے تو اس اعزاز کے اہل خیر سے۔ قرآن پاک کی تحریف اور رسول کریم کی توہین اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے! نعوذ باللہ من ذلک۔

آیت خاتم النبیوں کی تادیبی تحریف کا ایک اور زنا مرزا غلام احمد کے استہزاء ”ایک قحطی کا ازالہ“ میں یوں بیان ہوا ہے: ”لیکن اگر کوئی شخص اس خاتم النبیوں میں ایسا کم ہو کہ یہ باعث نہایت افتخار اور غمی غیریت کے اسی کا نام لیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی پیر سے پر اس کا نقش اس ہو گیا ہو تو وہ بغیر

مہر قرآن کے نبی کو لانے کا کچھ نہ دھم ہے، گو غلط طور پر باوجود اس شخص کے دھانے نبوت کے جس کا نام غلط طور پر محمد اور احمد رکھا گیا ہے پھر بھی سید محمد ﷺ کی تصویر و راسی کا نام ہے۔

غلط و برائی کی یہ کہانی شاید ہندوؤں کے عقیدہ تاج و مہل سے اخذ کی گئی ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی کوئی شہادت نہیں ملتی اور اگر یہ سچ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے کامل اجراع سے کوئی شخص میں محمد مصطفیٰ بن جاتا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ابتداء اسلام سے مرزا احکام احمد کی پیدائش تک کسی اور کو یہ کامل اجراع کیوں نصیب نہیں ہوا؟ مصطفیٰ اکبر، "مصدق اعظم"، "مہمان نبی"، "اہل مرتضیٰ"، "غیر انکار" نبی ہندو انبیاء کے مصداق ہیں اور حدیث میں لو کان بعدی فیس لکنان غفور و لیر کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں تو کیا یہ حضرات بھی غلط طور پر محمد مصطفیٰ بن گئے تھے؟

نبوت کا چھبیسواں حصہ

صرف یہی نہیں کہ قرآن میں ہر مذہب و مذہبی نبی کے پیدا ہونے کی کوئی شہادت موجود نہیں۔ بہت سی احادیث بھی اس عقیدے کا صاف صاف بخلاؤں کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ حدیث کا حوالہ کیجئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اے لوگو! نبوت کا کوئی خود سوائے اگلے خوابوں کے باقی نہیں رہا"۔ (بخاری و مسلم نے روایت کیا)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ نبوت بالآخر یہ نعم ہو چکی ہے۔ سلسلے الہی منقطع ہو گیا۔ امت الازمانے نبوت میں سے ایک جزو و بشرات باقی ہے۔ لیکن جو بچے خواب مسلمان دیکھتے ہیں یہ بھی نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ اس کی تشریح بخاری ہی کی دوسری حدیث میں اس طرح آتی ہے کہ سچا خواب نبوت کا چھبیسواں حصہ ہے۔ اب ذرا گورانی عقل کے حراج کی دلیوری ملاحظہ کیجئے کہ اسی حدیث سے بتائے نبوت ثابت کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ نبوت کا ایک جزو باقی ہے۔ اسی سے نفس نبوت کا جانا ثابت ہوتا ہے۔ جیسے پانی کا ایک قطرہ بھی باقی ہو تو پانی کو باقی کہا جاسکتا ہے اسی طرح نبوت کے جزو کا باقی ہونا خود نبوت کا باقی ہونا ہے۔ اگر یہ منقطع مان لی جائے کہ کسی شے کا ایک جزو کے وجود کو کل کا وجود قرار دیا جاسکتا ہے تو پھر ایک دست کو چھ دھان کہنا بھی درست ہوگا اگلے نے کہیں اجزاء انہیں سے ایک جزو تک ہے تو تک کو کہاں کہنا بھی رہا ہوگا اور پھر شاید ایک دھان کے کو پکڑا کہنا بھی جائز ہوگا اور

ایک انگلی کے دائیں کو انگوٹھا اور ایک دہی کو چار پائی بھی کہا جائے اور ایک سچ کو نو انگلی لپے محض پیر اور ناقابل ذکر بات ہے کہ نبوت کا ایک جز وہائی ہونے سے نبوت کا چارہا بہت کرنا۔

اس حدیث میں قابل لحاظ بات تو یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اصطلاح نبوت کے ذکر کے ساتھ صرف دیانے صالحہ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اور کسی قسم کی نبوت کا نام نہیں لیا۔ گویا نبوت کی کوئی قسم کی آپ ﷺ بعد ہوتی نہیں رہی اور نہ ضروری تھا کہ نبوت کی جو قسم باقی رہتے باقی ہے بجائے سچے غلوں کے اس کا ذکر فرمایا جائے۔ اور اسی پر ہمیں نہیں بلکہ نبوت کے تمام جز اور اقسام کے بالکل یہ اصطلاح کی خبر دے کر صرف ایک جز یعنی دیانے صالحہ کا استعنا فرمایا گیا ہے اب بھلا کچھ کر اگر سوائے دیانے صالحہ کے اور بھی کوئی جز دیا کوئی نوع دیا کوئی قسم نبوت کی باقی رہنے والی تھی تو اس کا استعنا کیوں نہیں فرمایا گیا۔

مرزا صاحب نے اپنی اسلام دشمنی پر پردہ ڈالنے کے لئے بھی فرمایا کہ ختم نبوت کا مسئلہ میرا ایمان ہے مگر صرف تشریحی نبوت ختم ہوئی ہے اور میری نبوت غیر تشریحی ہے۔ اور کہی کہ کمالی نبوت ختم ہوئی ہے اور میری نبوت جزئی ہے۔ اور کہی ارشاد ہوا کہ حقیقی نبوت ختم ہوئی ہے اور میری نبوت ظنی و میراثی ہے۔ اور کہیں لکھا ہے کہ مستغنی نبوت ختم ہوئی ہے اور میری نبوت غیر مستغنی ہے۔ غرض ان تمام ادعائوں اور متضاد اقوال کا اختیار کر کے وہ کہتے کہ بخاری نبوت بھی سیدھی ہو گئی اور مسئلوں کے سامنے یہ کہنے کی کھانسی بھی باقی رہ گئی کہ ہم قرآن وحدیث کے صریح علم پر امت کے اعلیٰ عقیدہ ختم نبوت کے متحرک نہیں ہیں۔ لیکن اس حدیث نے مرزا صاحب کے مددے منصوبے خاک میں ملا دیے۔

ختم نبوت اور نزول مسیح

آیت خاتم النبیین کی روشن دلیل کے بارے میں شک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا تو آخر زمانے میں مسیحؑ جو متفق علیہ نبی ہیں کیسے آ سکتے ہیں؟ مگر ان کے قیامت کے قریب آ مسئلوں کا اعلیٰ عقیدہ ہے اور قرآن وحدیث سے بھی جوت ہے۔ غرض یہ ختم نبوت سے انکار کیجئے یا نزول مسیح سے انکار اٹھائیے۔ یہ شہ خطا بحث کا شہکار ہے حقیقت میں ان دونوں عقیدوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے اور اس کے دلائل یہ ہیں :

عربی لغت اور محاورے کی رو سے خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ صلیب نبوت کے ساتھ اس عالم میں سب سے آخر میں متصف ہوئے۔ یعنی آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہ

دی جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہو کر نہیں کہ آپ ﷺ سے پہلے تمام انبیاء و اہل کائنات پاکھے ہوں۔ اہل عرب جب خاتم النبیین اور آخر الانبیاء ہو گئے تھے تو ان کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ یہ سب سے آخر میں آیا اور نہ یہ کہ پہلی تمام نبیوں کا معیار ہو چکا ہو۔ حدیث میں اسی مطلب کی صراحت یوں ہے کہ حضرت اہل بیت میں سے کسی نبی کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے میرے چچا! اپنی جگہ نصیر ہو۔ ہوس لے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہجرتِ نعم کر دی ہے۔ جیسا کہ مجھ پر انبیاء کو ختم کر دیا ہے۔“ (طبرانی، المعجم، ج ۱، ص ۱۵۷، حدیث ۱۵۸۱)

دیکھئے خود حضرت رسالت پناہ ﷺ نے نعمِ نبوت کو ختمِ ہجرت کی تکمیل میں پیش فرما کر بحث کا خاتمہ فرمادیا۔ کسی کو توئی مجھ پر جو دے آوی پر بھی یہ ہو سکتی نہیں کی جا سکتی کہ وہ حضرت عباسؓ کے خاتمِ انبیاء جریں ہونے کو ان سے پہلے مہاجرین کے انہما میں باقی رہنے کا خلاف یا سوا ض لکھے یا حضرت عباسؓ پر نعمِ ہجرت کا یہ مطلب قرار دے کہ ان سے پہلے کے سب مہاجرین مر چکے۔

ایک اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آیت کریمہ :
وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ يَا إِبْرَاهِيمُ أَنْ تَبْلُغَ آلَ إِسْمَاعِيلَ وَأَنْتَ وَابْنُكَ وَابْنُ ابْنَتِكَ
”میں خلقت میں سب انبیاء سے پہلے اور بحث میں سب کے آخر میں ہوں۔“ میں حدیث نے بھی خاتمِ انہیں کے معنی کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت دنیا میں سب سے آخر میں ہوئی نہ یہ کہ آپ ﷺ سے پہلے سارے انبیاء کرام اوقاتِ پانچ تھے۔ علامہ ابنِ حجرؒ حضرت عیسیٰؑ کے نزول سے متعلق حدیث میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ آپ ﷺ دنیا میں جب دایہ و بائیں طرف لائیں گے تو نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ امام کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور شروع و آخری نبی کی حیثیت سے نہ رہیں گے۔

انکارِ ختمِ نبوت کی سزا

قرآن و حدیث مآثرِ مبارکہ اور اقوالِ آئمہ و مفسرینِ علمِ نبوت کے اس ایجابی عقیدے پر نہ صرف کلی طور پر متفق ہیں بلکہ اس سے انکار کرنے اور آیت خاتمِ انہیں کی خلافِ اجماع جھڑیل کرنے کو قاتلِ تعزیر جرم قرار دیتے ہیں۔ یہی لفظِ اودی اللہ دینی اپنی مشہور و مستند تفسیر روح البیان میں حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے خلاف شے کا اقرار کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”اور آنحضرت ﷺ کے خاتمِ انہیں ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اس عالم میں موجبِ نبوت کے ساتھ متصف ہونے کے بعد صرف نبوت کا یہاں بالکل منقطع ہو گیا۔ جن اہل اس میں سے

کسی مجلس میں یہ موقف پیدا نہیں ہو سکا کہ یہ مسئلہ ختم ہوتا ہے اس عقیدے سے ہرگز معارض نہیں جس پر امت نے اجماع کیا ہے اور جس میں علماء دین شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں اور شاید وہ خود قوتاً معنوی کو پہنچ جائیں اور جس پر قرآن نے تصریح کی ہے اور جس پر ایمان لایا جاوے۔ یہ وہ اس کے منکر مثلاً ملاسنہ کو کافر سمجھا گیا ہے یعنی آخر زمانے میں یہ وہی مسئلہ اسلام کی تکویناً آنحضرت ﷺ کے اس عالم میں نبوت سے پہلے صوفیوں کے ساتھ متصف ہو چکے تھے۔

اسی آیت کی شرح کرتے ہوئے علامہ گونئی حریہ فرماتے ہیں ۔
 ”موراً آنحضرت ﷺ کا آخر النہی ہوا ان مسائل میں سے ہے جن پر قرآن بول اٹھا اور جس پر علماء دین نے صاف صاف تقریر کی اور جس پر امت نے اجماع کیا اس لئے اس کے برخلاف دعویٰ کرنے والے کو کافر سمجھا جائے گا اور اگر تو یہ کہہ دے تو قائل کیا جائے گا۔“

جنت الاسلام خزانہ قرآنی قدس اندرز ، جو علوم کا ہر وہ جہان کے مسلم عالم ہیں آیت خاتم النہی کی تفسیر میں ایک ایسا مضمون تحریر فرماتے ہیں کہ گویا اپنی قدس پر مختلف ہو گیا تھا اسی کی مدد کیلئے یہ الفاظ لکھے ہیں :

”خوب سمجھ لو کہ تمام امت نے خاتم النہی کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ یہ آیت ظاہری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور اس پر بھی اجماع و اتفاق ہے کہ اس آیت میں کوئی تاویل ہے اور نہ تخصیص اور جس شخص نے اس آیت میں کسی قسم کی تخصیص کے ساتھ کوئی تاویل کی اس کا حکم ایک کجاس و بدیہی ہے اور یہ تاویل اس کے اوپر کفر کا حکم کرنے سے روک نہیں سکتی کیونکہ وہ اس صریح کی تکذیب کرتا ہے جس کے متعلق امت محمدیہ کا اتفاق ہے کہ اس میں کوئی تاویل نہ تخصیص نہیں۔“

امام مدیحت علامہ شامیؒ جو آٹھویں صدی ہجری کے مشہور معروف امام ہیں اپنی کتاب ”اتحسام“ میں ان لوگوں کی ایک مختصر فہرست شمار کرتے ہیں جنہوں نے نبوت یا اہل یا عصمت کا دعویٰ کیا اور امت کے اجماع نے ان کو واجب اقل سمجھا۔ اسی سلسلہ میں امام موصوف نے قازانی امام کے ایک شخص کا حق لکھا ہے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

اس نے بہت سے اپنے شعبہ سے بھی دکھائے جو کہ امت یا خدق ثابت کیے جاتے ہیں۔ عوام ہر زمانے میں بے گناہ پرست ہوتے ہیں چنانچہ اس وقت بھی ایک گروہ اس کے ساتھ ہو گیا۔ یہ شخص بھی مرزا قاسم احمد کی طرح اپنی قرآن کا دعویٰ تھا اس لئے اس نے آیت خاتم النہی کی ایسی تاویلات شروع

کیسے جن کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کی مجاہدات اٹھ آئے مگر علمائے دین نے اس کے دعوے اور چیلانے کو اتفاق رائے سے ٹھکرا دیا۔ قرار دیا کہ آپ ﷺ کے سامنے مقتدر شیخ اور شیخ کا جو ہدف ایسی ذہن کے لئے ہے اس کو قائل کر دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کو اپنی نواہر پر مطلع فرمایا تو ان میں دیکھ رہے تھے کہ بعض بعض پر فضیلت رکھتے ہیں پس ان سب سے پہلے کی جانب میں آئے اور دیکھا عرض کیا: اس پر اور دیکھ یہ کون ہے؟ اور شکاں نہ لے آپ کے بیٹے احمد ہیں۔ وہی سب سے پہلے نبی ہیں اور وہی سب سے آخری ہیں بطور قیامت کے روز سب سے پہلے شفاعت کرنے والے اور قبول الشفاعت ہوں گے۔ (کنز العمال)

(ما تلوذ بہا وہو انجس و نول نمبر ۱۱۱۱)



درود شریف کے فضائل و مسائل

درود شریف کے فضائل اور اس سے مختلف احکام پر بڑے بڑے علماء و مفتیین و متاخرین نے مفصل کتابیں لکھی ہیں۔ اس درود میں انبی کا ایک حصہ عام مسلمانوں کے مانعہ کے لئے آسمان زمین میں لکھا جاتا ہے۔

درود شریف کے معاملہ میں سب اہم قرآن مجید کی یہ آیت ہے :

بِسْمِ اللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر و منزلت اور عظمت شان کا خاص مظہر ہے۔ جس میں اول یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رسول کریم ﷺ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں اور کچھ عام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ پر درود سلام بھیجیں۔

اس میں صلوات (درود) کی نسبت جو حق تعالیٰ کی طرف سے اس کے معنی رحمت و شفقت کے ساتھ اعراس لکھا کرام ہے اور فرشتوں کے درود کا مفہوم یہ ہے کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے لئے مزید رحمت و برکت کی دعا کرتے ہیں اور مسلمانوں کو یہ ۵۰۰ بار روزانہ پڑھنا بھی بھی مفہوم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مزید رحمت و اعراس کی دعا کرتے رہیں۔

اس دعا کا طریقہ صحابہ کرام نے خود رسول اللہ ﷺ تعالیٰ سے دریافت کر لیا تھا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو چیزوں کا حکم دیا ہے ایک صلوات دوسرے سلام۔ سلام کا طریقہ تو اختیارات (نہاد) میں ہمیں بتا دیا ہے : السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ لیکن صلوات کا طریقہ ہمیں معلوم نہیں۔ وہ بتا دیجئے۔ آنحضرت ﷺ تعالیٰ نے فرمایا کہ صلوات کے لئے یہ الفاظ پڑھا کر :

اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم
وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید ، اللهم بارک علی محمد
وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک
حمید مجید

اس لئے احکامات کے بعد نماز میں اسی درود شریف کا پڑھنا سنت قرار دیا گیا ہے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ مسلمانوں پر رسول کریم ﷺ کے احکامات عظیم کا تقاضہ یہ تھا کہ مسلمان اپنی طرف سے اس احسان عظیم کا کوئی بدلہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے۔ لیکن اس درود شریف میں جو املا مسلمانوں کو تلقین کئے گئے ہیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان اپنی طرف سے حضور ﷺ کا کوئی تحفہ پیش کرنے کے بجائے اللہ جل شانہ سے یہی درخواست کریں کہ وہی اپنے رسول ﷺ پر حیرت و حمت نازل فرمائیں۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کا مقصد ہا کمالہ ہے کہ تمام ہمت مل کر بھی آپ ﷺ کے شانیں شان کوئی تحفہ پیش کرنے کی قدرت نہیں رکھتی جو آپ ﷺ کے احکامات کا کچھ بدل ہو سکے۔ بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی سے درخواست اور دعا کریں کہ وہی اپنی شان کے مطابق مزید رحمت و لطف و کرم کا معاملہ بنا دے جس عظیم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فرمائیں۔

یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دعا ہی اس درخواست و دعا کی طاقت نہیں، بلکہ اس کا سارا فائدہ بھی جیسا کہ پہنچتا ہے جس کا ذکر حدیث میں آئے ہیں لکھائے ہیں۔

درود شریف رسول کریم ﷺ کا خصوصی اعزاز ہے

رسول کریم ﷺ پر درود و سلام کا تاکید و حکم اس کے فضائل و برکات جس طرح قرآن و شریعت اسلام میں آئے ہیں یہ تجللی کسی امت و شریعت میں نہیں ہیں یہ علم ہمارے رسول کریم ﷺ کی جن خصوصیات میں سے ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام دنیا میں امتیاز خاص عطا فرمایا ہے۔

درود شریف کس وقت فرض و واجب ہو جاتا ہے؟

امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس طرح کلمہ توحید کا کم از کم ایک مرتبہ پان سے ادا کرنا فرض ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ پر درود شریف بھی فرض ہے اور جس وقت رسول اللہ ﷺ کا نام بہر گاہ پائے تو کہنے والے اور سنتے والے پر شخص پر درود شریف پڑھنا واجب ہو جاتا ہے۔

حدیث : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

”کوئی نیکو دھرم ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود پڑھے۔“

(ترمذی بحال حدیث حسن)

حدیث :

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

”بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ کچھ پروا نہ دے۔“

(ترمذی، قول حسن صحیح)

اور نماز میں اہتمام کے بعد اور شریف چڑھتا سنت منکروہ ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے۔

وہ خاص اوقات جن میں درود شریف مستحب ہے

- ۱۰ جب مسکن کی مجلس میں بیٹھے اور شریف چڑھنا چاہتے۔ (حسن صحیح)
- ۱۱ ہر صلا کے بعد بھی درود شریف چڑھنا مستحب اور دعا کی مقبولیت کے لئے مؤثر ہے۔ (حسن صحیح)
- ۱۲ مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت بھی درود شریف مستحب ہے۔
- ۱۳ افان کے بعد بھی درود شریف چڑھنا چاہئے۔ (مسلم، ترمذی)
- ۱۴ وضو کے وقت بھی درود شریف چڑھنا مستحب ہے۔
- ۱۵ ہر کتاب اور قرآن کے شروع میں۔ ام اللہ اور اللہ کے بعد درود شریف سنت ہے۔
- ۱۶ تہجد کے لئے نیت سے اٹھنے کے وقت بھی درود شریف سنت ہے۔
- ۱۷ مصائب و آفات کے وقت بھی درود شریف سنوں اور سب مشکلات کا حل ہے۔ (زہری، حید)

درود شریف کے الفاظ

اوپر حدیث گزر چکی ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ جب قرآن میں مسلمانوں کو درود شریف کا حکم دیا گیا تو صحابہ کرامؓ نے خود اپنی رائے سے اس کے کلمات تجویز نہیں کئے، بلکہ رسول اللہ ﷺ سے رہنمائی کے لئے آپ ﷺ نے انھیں اس کلمات کی تلقین فرمائی۔

اس کے علاوہ دوسری احادیث میں دیکھ دوسرے الفاظ بھی حضور ﷺ نے تعلیم فرمائے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو الفاظ خود رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمائے ہیں ان کی خاص اہمیت ہے اس لئے بہتر اور افضل یہی ہے کہ خالص نماز بھی جو درود شریف چڑھا جائے اس میں رسول اللہ ﷺ ہی کے بتائے ہوئے الفاظ کا اختیار کیا جائے لیکن اپنی طرف سے بھی اگر ان الفاظ کے ساتھ رسول مقبول ﷺ کی کچھ صفات

اور غیرہ کا اعتقاد کر دیا جائے تو اس میں بھی مضافاً کچھ نہیں جیسا کہ سلف صالحین اور اولیاءِ ہدایت سے بہت سے نکلمات منقول ہیں۔ لیکن اتنی بات ہر حال ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ پر وہ اسلام کے معاملہ میں خاص احتیاط لازم ہے۔ اپنی طرف سے ایسے طریقے اور ایسے الفاظ اختیار کرنا جو نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں نہ صحابہ کرام سے ایک نکل طریقہ ہے جس میں برائیاں نکلیں یا بدگمانہ لازم ہو جاتا ہے۔

فضائل درود شریف

حدیث صحیح مسلم و ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ :

”جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائیں گے۔“

حدیث : عاصم بن رویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ :

”جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے اب تمہیں اختیار ہے کہ تم کچھ زیادہ“۔ (مسند ترمذی)

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جو شخص گناہوں میں یا غم و غصہ کی آفتوں میں مبتلا ہو اور کوئی توجہ و علاج نہ کرے نہ اس کو چاہیے کہ درود شریف کا در کثرت سے کرے کیونکہ حدیث مذکور کے وعدہ کے مطابق ایک درود پر اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں نازل ہوں گی۔ جو شخص کثرت سے درود شریف پڑھے گا اس پر اسی کثرت سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں متوجہ ہوں گی۔ تاہم اس کے کئی دوسروں کے سایہ میں اس کی مشکلات دور نہ ہوں۔

حدیث : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ :

”جو شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اس کو چاہیے کہ مجھ پر درود بھیجے اور

جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے

گا اور اس کے دس گناہ معاف فرمائے گا اور اس کے دس درجے بلند فرمائے گا۔“

(مسند احمد بن حنبل و ترمذی)

حدیث : حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ :

”قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب شخص ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے والا ہے۔“ (نقلی ہیں وہاں میں انتقال الہی علیہ السلام)

علامہ سہادی نے ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا رشو نقل کیا ہے کہ تمہیں آدمی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے طرف سے ساریس ہوں گے جس دن اس کے سایہ کے سوا کسی کا سایہ نہ ہوگا۔ ایک دفعہ جو کسی مصیبت اور ہولناکی مصیبت چلا کر دوسرے دوسرے جو میری سنت کو زندہ کرے تیرے دوسرے میرے اوپر کثرت سے درود بھیجے۔

علامہ سہادیؒ نے ”قوت المصلوب“ سے نقل کیا ہے کہ کثرت کی کم مقدار میں سو مرتبہ ہے۔ حضرت شیخ محمد ریٹ مولاناؒ نے کہا صاحب ”قیامت ربکا جسم نے اپنی کتاب ”فضائل درود شریف“ میں نقل کیا ہے کہ حضرت اقدس مولاناؒ فرمیدے کہ گنگوہی اقدس سرفراہی اپنے مریدین کو تین سو مرتبہ درود شریف بتایا کرتے تھے۔

علامہ نے حدیث مذکور کی بناء پر فرمایا ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تر حضرات محمد میں ہوں گے کیونکہ ان کا دن رات کا فضل ہی حدیث رسول بیان کرتا اور لکھا ہے جس میں ہار بار حضور ﷺ کا نام مبارک آتا ہے اور ہر مرتبہ نام مبارک کے ساتھ درود شریف پڑھتے اور لکھتے ہیں۔

حضرت حکیم قیامت مولاناؒ کا فتاویٰ اقدس سرفراہی نے ”زاد المسعود“ میں روایت طبرانی رسول اللہ ﷺ کا پیادہ نقل کیا ہے کہ :

”جو شخص مجھ پر درود بھیجے کسی کتاب میں (یعنی لکھے) اور شریف لکھنے میں پندرہ درود شریف بھیجتے رہیں گے جب تک میرا نام اس کتاب میں نہ ہے گا۔“

حدیث : حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ :

”اللہ تعالیٰ کے پکار فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں بھرتے رہتے ہیں درود میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔“ (نقلی ہیں وہاں میں جو کچھ حال نام لگا کر دے گا)

حضرت مسنؒ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ :

”تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پڑھتے رہا کرو۔ بے شک تمہارا اللہ میرے پاس پہنچتا رہتا ہے اور میں اس کے بدلے میں تم پر درود بھیجتا ہوں اور اس کے علاوہ اس کے لئے وہی نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں۔“

حدیث علامہ ستاد کی ہے ”القول الجدید“ میں بروایت شعب الایمان بخلفی یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود پڑھتا ہے میں خود اس کا درود سنتا ہوں اور جو شخص درود سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھے پہنچاتا ہے۔“

بعض روایات میں ہے کہ درود بھیجنے والے کا نام مع والدین آپ ﷺ کے پاس پہنچایا جاتا ہے کہ فلاں میں فلاں آپ ﷺ پر درود بھیجتا رہا ہے۔

اور دوسری روایات حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ ہر ایک کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ایک مسلمان کے لئے اس سے زیادہ کوئی عزت و عظمت ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے سلام کا جواب دیں۔ بعض بزرگوں کے واقعات میں تو یہ بھی منقول ہے کہ اپنے سلام کا جواب انہوں نے خود اپنے کانوں سے ہی لیا۔

ملاقات کامل کے ایک مشہور بزرگ بنا۔ پاکستان کی ابتدا میں راجی شریف لے آئے تھے۔ منجھ پر بڑا کرم ملتا تھا۔ انہوں نے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی ﷺ میں مختلف تھا میں نے دیکھا کہ نصف شب کے بعد ایک شخص عکروانی آئے اور رونے لگے اور کہنے لگے کہ سامنے پہنچ کر سلام عرض کیا تو رونے لگے اور کہنے لگے کہ جواب سلام کی آواز آئی جس کو میں نے اپنے کانوں سے سنا اور ہر رات یہی سلسلہ نہیں رہتا۔

حدیث حضرت ابی اسحاقؓ کہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ”رسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود شریف بھیجتا چاہتا ہوں تو اس کی مقدار اپنے اوقات و عمارت سے کتنی مقرر کروں“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”تنتائم چاہو کر سکتے ہو۔“ میں نے عرض کیا کہ کونجھت وہ میں سے ایک پہنچائی درود شریف کے لئے مقرر کر لوں تو کیا ہے؟“ فرمایا کہ ”جو تمہاری بھی کافی ہے اور زیادہ کر لو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے“ تو میں نے عرض کیا کہ، ”نصف؟“ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اختیار ہے مگر زیادہ کر لو تو زیادہ بہتر ہے“ تو میں نے عرض کیا کہ، ”وتمہائی جنت درود شریف میں صرف کروں“ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”انہیں اختیار ہے اور اگر زیادہ کر لو تو زیادہ بہتر ہے“ میں نے عرض کیا، ”تو اب میں اپنی دعا اور خیر کا ہر وقت درود شریف میں صرف کروں گا۔“ حضور ﷺ نے

فرمایا: ”اگر تم نے میرا کر لیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کا کفیل ہو جائے گا اور تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دیا جائے گا۔“ (ترمذی)

حدیث ۰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ :
”جو شخص صبح کو اس مرتبہ اور شام کو اس مرتبہ گھبراوے میں بیٹھ جائے وہ قیامت کے روز میری شکست پائے گا۔“ (طبرانی معجم کبیر، قول ابوداؤد)

حدیث ۰ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ :
”جو شخص کے پاس صدقہ خیرات کرنے کے لئے مال نہ ہو اس کو پانچ روپے کا پانی دے گا میں یہ روپہ شریف چاہا کرے :

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ

”یا اللہ! رحمت بھیجے اپنے بندے اور رسول محمد (ﷺ) پر اور رحمت بھیجے تمام ایمان والے مردوں اور عورتوں پر اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں پر۔“

ارشاد فرمایا کہ ”یہ روپہ شریف اس کے لئے صدقہ و خیرات کے قائم مقام ہو جائے گا۔“
(ابن ماجہ فی معجم کبیر، قول ابوداؤد)

روپہ شریف کے بعض خواص

سیدی حکیم دامت حضرت مولانا محمد نوری قدس سرہ نے اپنی کتاب ”زکوٰۃ سعید“ میں روپہ شریف کی بعض خصوصیات اور نئی و نئی صدقہ کے حصول میں اس کی برکات مستند روایات سے نقل فرمائی ہیں جو یہ ہیں :

قبولیت دعا

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام دعائیں مکی رہتی ہیں جب تک گھڑا نہ ہو آپ ﷺ کی آل پر دعوت نہ ہو۔ (مجموعہ سلطانی)

(۲) حضرت امام علی اعظم فرماتے ہیں کہ دعا آسمان و زمین کے درمیان منتقل رہتی ہے اور یہ نہیں چلی جب تک اپنے نبی ﷺ پر دعوت نہ ہو۔ (ترمذی)

مال میں برکت و زیادتی

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جس شخص کو یہ منظور ہو کہ میرا مال بڑھ جائے تو اس کو چاہئے کہ ان الفاظ کے ساتھ دعا پڑھا کرے۔

اللھم علیٰ علی محمد عبدک ورمولک وعلیٰ علی العتو منین
والمعوذات و المسلمین و المسلمات *

پاؤں سو جانے کا علاج

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اس کا پاؤں سو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص تجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہو اس کا نام لے لو۔ اس نے کہا ”محمد ﷺ“ اسی وقت اس نے ترکیبی اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا پاؤں سو گیا۔ انھوں نے بھی یہی عمل کیا فوراً اس نے ترکیبی۔ (ماہ ص ص ۱۱۱)

بھولی ہوئی چیز یاد آنا

ابو موسیٰ مدنیؓ نے اسے ضعف و بلیت کہا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول کریم ﷺ نے کہ جب تم کسی چیز کو بھول جاؤ تو گھر پر درود مجھ کو پڑھ کر یاد آ جائے گی۔ (کنز الدقائق ص ۱۱۱)

خواب میں حضور ﷺ کی زیارت

دور شریف کی سب سے زیادہ دلپذیر شہر میں ترغابیت یہ ہے کہ اس کی بدولت رسول اللہ ﷺ کی زیارت خواب میں نصیب ہوتی ہے۔ دور شریف کی کثرت سے ملنا یہ بات نصیب ہو جاتی ہے اور بعض بدوؤں کو بالخصوص بزرگوں نے آزمایا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے کتاب ”ترغیب اللہ لاسعادات“ میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں درکعت نماز نکل چڑھے اور ہر رکعت میں کیا اور آیت الکرسی اور کیا اور مرتبہ قل ھو اللہ اور بعد سلام سو بار یہ دعا شریف پڑھے ھو اللہ اللہ تعالیٰ تمہیں تجھے نہ گزرنے پائیں گے کہ زیارت نصیب ہوگی۔ ۱۱ دور شریف یہ ہے :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

یہ شیخ مسعود نے لکھا ہے کہ جو شخص ۷۰ رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد الحمد کے ۳۵ بار قل ھو اللہ اور بعد سلام ایک ہزار مرتبہ یہ ورد شریف پڑھے، دو لاکھ زیارت نصیب ہوگی۔
ورد وردیہ ہے :

صَلِّی اللہُ عَلٰی النَّبِیِّ الْاَمِّیْنِ

تنبیہ ضروری

مگر اس دعا کے حاصل ہونے کی بڑی شرط قلب کا شوق ہے نہ ہو جاہ و جاہری و باطنی کمالات
سے بچنا ہے۔ (تحفہ المومنین)



اہل علم کے لئے دعوت فکر و عمل

زیر فکر محفوں میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے وہ مسائل جمع کی گئی ہیں جن میں انہوں نے اہل علم حضرات سے حق کی شرعی مستحکمیت کے قیام کے لئے گزارشات کی ہیں۔ جن اہل علم کا محض فکر و عمل وسعت دے رہی ہے۔

اجتہادی مسائل اور ہماری ذمہ داری

حضرت مولانا سید محمد اوردشا کلینی نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اجتہادی مسائل دوروں کے اختلاف جن میں ہم اور عام اہل علم سمجھتے رہتے ہیں اور علم کا پرچار اس پر فری کر رہے ہیں۔ ان میں صحیح اور غلط کا فیصلہ دینا مشکل تو کیا ہوتا ہے اگر ان کو یہ ہے کہ محشر میں بھی اس کا اعلان نہیں ہوگا۔ کیونکہ اب کریم نے جب دنیا میں کسی امام مجتہد کو بلا جو خطا ہونے کا ایک اجر تھا اب سے ان اب دوروں کی خطا پر پردہ ڈال رہے تو اس کریم فکر مادی رحمت سے بہت مجاہد ہے کہ وہ محشر میں اپنے حقوالان بدگاہ میں سے کسی کی خطا کا اعلان کر کے اس کو سزا کریں۔

امام حدیث حنفیہ شمس الدین ذہبی نے فرمایا کہ جس مسئلہ میں صحابہ و تابعین کا اختلاف ہو گیا وہ اختلاف قیامت تک منقول نہیں ہو سکتا۔ (اصول ص ۱۸)

اہل اجتہاد اور جدید مجتہدین

امام شافعی کے کلام میں اس کی دلیل موجود ہے کہ کوئی مجتہد دوسرے مجتہد کو خطا وار نہ قرار دے کیونکہ ان میں سے ہر ایک نے وہ فرض ادا کرنا جو اس کے ذمہ تھا۔ یعنی اس کے اجتہاد اور قیاس کے شرائط موجود ہیں اور اہل اجتہاد کے نزدیک اس کو اجتہاد کا حق حاصل ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ مختلف آراء کا یا حرام کون میں سے کسی کو منکر نہ کہا جائے اور اس کے کہنے والے خطا وار نہ کہا جائے۔ یہ صرف اس صورت میں ہے کہ اجتہاد صحیح اس کی شرائط کے مطابق ہو۔

آج کل کا ساہلانا احتجاج ہو کر جس کو قرآن مذہبی نہیں آتی اور قرآن وحدیث سے اس کا رابطہ بھی نہیں رہا اور وہ انگریزی ترجموں کے سارے قرآن وحدیث پر مشق شروع کر دی یہاں احتجاج خود ایک گناہ عظیم ہے اور اس سے بچنا ہونے والی رائے دوسرا گناہ اور گمراہی اور تحکاف و خشاق ہے جس پر نگہ و ادب ہے۔ (صحیحہ ص ۳۴)

تجاوز عن الحدود

اجتہادی مسائل میں اختلاف کے حدود کو ذکر تفریق و مختلف اور جنگ و جدل اور ایک دوسرے کے ساتھ تم خسر و استہزا تک پہنچ جانا جو کسی شریعت و ملت میں روا نہیں اور انہوں نے یہ سب دیکھ کر خدا سے علم و دین کے نام پر کیا جاتا ہے۔ اور حسب یہ معاملہ ان علماء کے قبضین عوام تک پہنچتا ہے تو وہ اس لڑائی کو جہاد قرار دیکر لڑتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کا جہاد خود اپنے ہی دست بازو سے ہونے لگے اس کو کسی غنیمت کی حالت اور کفر و الحاد کے ساتھ جنگ کی فرصت کہاں؟

قرآن وحدیث میں اسی تجاوز عن الحدود کا نام تفریق ہے جو جائز اختلاف رائے سے الگ ایک چیز ہے۔ (صحیحہ ص ۳۵)

اہل علم کے لئے لمحہ فکریہ

ہمارا معاشرہ سماجی برائیوں سے بڑھتا ہوا اعمال و اخلاق پر بار ہیں، معاہدات میں غریب ہے، سود و قمار بازی، شراب و خمر پر حیاتی بدکاری، امدادی زندگی کے ہر شعبہ پر چھا گئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ انبیاء کے جائز وارث اور ملک و ملت کے مجاہدوں کو آج بھی اپنے سے نظریاتی اختلاف رکھنے والوں پر جتنا نصرت آتا ہے اس سے آدھا بھی باقی خدا کے باقیوں پر کیوں نہیں آتا بلکہ انہیں کے نظریاتی اختلاف کے وقت جس جوش ایمانی کا ظہور ہوتا ہے وہ ایمان کے اس اہم لحاظ پر کیوں ظاہر نہیں ہوتا۔

ہمارا مذہب زبان اور زور قلم جس شان سے اپنے اختلافی مسائل میں جہاد کرتا ہے اس کا کوئی حصہ برصغرت اور موصول ایمانی پر ہونے والی پلار کے مقابلہ میں کیوں صرف نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کو مرتد بنانے والی کوششوں کے بالفاظیل ہم سب ایمان مرصوں کیوں نہیں بن جاتے؟

کیا اور اس کو ہدایت پر لانے کا طریقہ اور تفصیلات دعوت کا یہی عنوان تھا جو آج ہم نے اختیار کر رکھا ہے۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ایمان والوں کے دل اللہ کے ذکر اور اس کے نازل کئے ہوئے حق کی طرف جھک جائیں۔ (اصول ص ۳۳)

دین و مذہب کے نام پر کام کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کم ہے اور جو ہے وہ قرآن و سنت کی بنیادی تعلیمات سے انکسار کر کے جڑوں اور قرآنی مسائل میں الجھ کر رہ گئی ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ معرکہ بدل بنا ہوا ہے جس کے پیچھے غیبت، رجسٹرڈ ایڈوائس، مسلم بائبل اور بہتان، تسخیر و استعمار جیسے متعلقہ طائفہ کبیرہ گناہوں کی بھی پروا نہیں کی جاتی۔ دین کے نام پر خدا کے گناہوں میں جہاں بالائے بار، لڑائیاں ہیں اور بدعت پر ایسے اور بدعتوں تک پہنچی ہوئی ہے۔

ان دھندلوں کو خدا اور رسول پر استہزاء کرنے والوں، شراب پینے والوں، سود اور رشوت کھانے والوں سے وہ نفرت نہیں، جو ان مسائل میں اختلاف رکھنے والوں سے ہے۔ (اصول ص ۵۳)

اہل علم کے لئے راہ عمل

۱۔ حضرات علماء سے میری تہنیدات گزارش یہ ہے کہ سب سے پہلے تو اپنے دلوں میں اس کا مہم کریں کہ اپنی علمی و عملی صلاحیت اور زبان و قلم کے ذور کو زیادہ سے زیادہ اس کا کار پر لگائیں گے جس کی حفاظت کے لئے قرآن وحدیث آپ کو ہمارے ہیں اور اس کام کے لئے اپنے موجودہ عمل میں سے زیادہ سے زیادہ وقت نکالیں گے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ آپ کے نظر پائی اور اجتہادی اختلاف کو صرف اپنے اپنے حلقہ دہی اور تعصیف و تالیف اور فتویٰ تک محدود رکھیں گے۔ حوائی مجلسوں، ذہبوں، اشتہاروں، باہمی مناظروں اور جھگڑوں کے ذریعہ ان کو نہ اچھا لیں گے۔ ان حلقوں میں بھی علمبرانہ اصول و دعوت تبلیغ کے جامع دل فراموش عنوان اور علم و تحقیق، استہزاء و تسخیر اور صحافیانہ فقرہ بازی سے گریز کریں گے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ معاشرہ میں پھیلی ہوئی بدعتوں کی اصلاح کے لئے دانشمن عنوان اور مشفقانہ لہجہ کے ساتھ کام شروع کریں گے۔

۴۔ چوتھے یہ کہ ان کو پوری اور خریف قرآن و سنت کے مقابلہ کے لئے تفصیلات اصول و دعوت کے تحت حکیمانہ تدبیریں، مشفقانہ و احسانہ بیانوں اور دانشمنانہ لہجہ کے ساتھ بھائی بھائی محسن کے ساتھ اپنے زور بیان اور زور قلم کو وقف کریں گے۔ (اصول ص ۳۳)

دورِ حاضر کے اہل علم کی اہم ذمہ داری

اہلِ مجتہدین نے اپنی مقدور فکر کو ششیں اور عمریں قرآن کریم اور حدیث نبوی ﷺ کے سمجھنے اور ان پر دلائلوں سے احکام اور ان کی طل و غایات استنباط کرنے میں اور غیر مخصوص مسائل کے احکام ان سے اخذ کرنے میں صرف کیوں بہلا خزان برگزیدہ شخص کی سعی و کوشش سے ایک عظیم ذخیرہ احکام و قوانین عبور پزیر نہ کیا، جس کی ابتدا اسلامی کے نام سے کیا گیا ہے۔

فقہ اسلامی میں ہر دور میں اس زمانہ کی ضرورت کے مطابق احکام موجود رہے لیکن جدید زمانہ اور صنعتی انقلاب نے اس زمانہ میں نئے مسائل پیدا کر دیے ہیں۔ معاملات، معاشیات، ادارہ اقتصادیات کے مسئلے میں تنازعات ایسے مسائل پیدا ہو گئے ہیں جن پر حل طلب ہیں اور حکام امت کو دعوتِ فکر دے رہے ہیں کہ وہ فقہ اسلامی کی روشنی میں ان کا حل تلاش کریں۔ (پیش قدمی ص ۱۶)

فقہی مسائل میں اجتماعی فکر کا سلسلہ قرنِ ہادی سے چلا آتا ہے۔ جن مسائل میں قرآن و سنت کے احکام کوئی نص صریح نہیں بیان میں قرآن و سنت ہی کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق احکام شریعہ معلوم کرنے کے لئے خود رسول اللہ ﷺ نے ایک درجینِ جاہلیت نامہ دیا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ :

”میں نے عرض کیا، ”یا رسول اللہ ﷺ اگر میں کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس کا حکم قرآن و سنت میں مذکور نہیں تو اس میں ہمارے لئے کیا ارشاد ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا : ”اس میں فقہاء مجاہدین سے مشورہ کر کے کوئی رائے قائم کرو، خاطر اوی رہائے کو نافذ نہ کرو۔“

اسی حدیث کے مقتضیات پر عمل کرتے ہوئے مختلف زمانہ میں حکام امت کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ نئے مسائل آنے والے احکام اور یہ خصوصاً اجتماعی نوعیت کے مسائل میں باہمی فکر و مشورہ اور بحث و تجویز کے بعد کوئی فتویٰ دیتے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا عمل بھی اسی پر تھا۔

فقہی مسائل کی تحقیق کے لئے شیوخ نے ماہر ”فتحا مجاہدین“ کی جو مجلس بنائی ہوئی تھی اس کا مقصد بھی یہی تھا۔ فقہاء حکومت کے دور میں ”فتاویٰ عالمگیریہ“ بھی عظیم الشان کتاب بھی اسی طرح مرتب ہوئی۔

مشین کی ایجاد کے بعد حالات نے جو پانا کھلیا ہے اس سے زندگی کا کوئی گوشہ منکر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اس سے انسانی زندگی کے ہر شعبے میں انقلابی تبدیلی پیدا کی ہیں اور ہر علم و فن میں نئے مسائل پیدا کر کے تحقیق و تجسس کے نئے میدان کھولے ہیں۔ اسی ضمن میں ایسے بے شمار قیمتی مسائل بھی پیدا ہو گئے ہیں جن کا صریح حکم قرآن و سنت یا فقہا امت کے کلام میں موجود نہیں اور ان کا حل تلاش کرنے کے لئے فقہ اور اصول فقہ کی روشنی میں تحقیق و فکر کی ضرورت ہے۔ (نسفی ص ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل علم کو اس اہم ذمہ داری سے عہدہ ورانہ کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی تمام تر صلاحیتیں مقبول خدمات انجام دینے میں صرف کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین

(ابلاغ، کراچی)



شبِ برات

رُسُوم و رواج کی حیثیت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ

قدیم زمانہ سے دستور ہے کہ ہر ملک ہر شہر بلکہ ہر گاؤں میں ہر قسم کی تہارت کے لئے خاص خاص بازار (بیلٹھ) قائم کئے جاتے ہیں۔ پہلے اور فرمائش منعقد کی جاتی ہیں جس کی غرض تہارت کی ترقی اور عام لوگوں کے حوائج کا آسانی پورا ہونا ہے۔ تہارت پیشہ حضرات ان ایام و موسام کو اہتمام کے ساتھ بارہ رکھتے ہیں ان کے لئے پہلے سے تیاریاں کرتے ہیں اور انہیں ایام کو تہارت کی ترقی کا ریتہ سمجھتے ہیں۔

پھر یہ بازار کبیں روزانہ صبح و شام کھلتے ہیں اور کئی ہفتہ در یا ماہ اور روزیادہ محرم یا شین فرمائش سالانہ ہوتی ہیں اسی طرح سمجھئے کہ برائیاں شریعت کی نظر میں ایک ناجز ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

كُلُّ يَوْمٍ وَفِيهِ نَجَسٌ فَلَمَعَطَهَا أَوْ مَوَّيَهَا

”ہر شخص صبح کو اٹھتا ہے تو اپنے کس کو فروخت کرتا ہے پھر کوئی اس کو زاد کر لیتا ہے اور کوئی ہلاک کر ڈالتا ہے۔“

دنہی تہارت کا ہیں اگر بازار ہیں جن کو حدیث میں انقض البقاع (سب سے زیادہ منقطع اور بدی جگہ) فرمایا گیا ہے۔ تو اس دینی تہارت کی جگہ مسجد ہی ہیں جن کو اصباح (سب سے زیادہ محبوب جگہ) کا خطاب دیا گیا ہے۔ صبح شام جب کہ ہر شخص اپنے اپنے کا دربار میں مشغول رہتا ہے تو اس منہی کے اوشیات چراہتی دکھائیں اصباح البقاع میں جا لگاتے ہیں۔

علی الصباح چومرو دم نکادہ بارود نہ

بلکہ کشان محبت بکونے بارود نہ

اس غیر محسوس قیادت کے لئے بھی رفتہ رفتہ سالانہ نمائشیں مقرر ہیں جن پر اس قیادت کا جزوہ لازمہ ترقی و ترقی موقوف ہے۔

سب سے جڑی سالانہ نمائش رمضان المبارک میں ہوتی ہے جو تمام محسنین و متقیین کے لئے ہے اور جس میں نیک و نیکو بازار گرم رہتا ہے۔ مال کی نکاسی زیادہ اور ہر چیز کی قیمت سڑ گنا بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ اُٹھتی ہے۔ یہ بازاروں کو صاف و آراستہ رکھا جاتا ہے اس بازار کے تمام محسوس و محسوسات (یعنی شیاطین کو ایک طرف کر دیا جاتا ہے اور چھوٹی نمائش رفتہ رفتہ ہوتی ہے جس کو جو کہہ جاتا ہے (یعنی مسلم و اسلام) شاید حدیث شریف میں اس کی طرف اشارہ ہے :

اِذَا سَلِمَتِ الْجُمُوعَةُ سَلِمَتِ الْاِثْمَامُ وَاِذَا سَلِمَ رَمَضَانُ سَلِمَتِ السَّنَةُ۔ (التخیر و مشور)

”جب جمہور انسانوں سے گزر جائے تو گنہگار ختم کے ہوتی ہے کہ ان بھی سالم ہیں گے اور جب ماہ رمضان سلامتی سے گزر جائے تو گنہگار سالانہ سلامتی سے گزرے گا۔“

لیلة البرأت یا شبِ برأت

ان دنوں (یعنی رمضان) کے علاوہ وسط سال میں مختلف محسنوں میں چھوٹی بڑی نمائشیں ہوتی ہیں جن میں سے ایک لیلة البرأت بھی ہے۔ برأت کے معنی لغت میں بری ہوئے کے ہیں اس رات میں چونکہ گنہگاروں کی مغفرت اور نیکوئی کی برأت ہوتی ہے اس لئے شبِ برأت کہتے ہیں اور پھر کھڑے استقبال سے شبِ برأت زبان زد ہو گیا اور یہ شعبان کی چودھویں رات ہے جو چودہ تاریخ کی شام سے شروع ہوتی ہے۔ اس مبارک رات میں بھی طہرائی قیادت کی ایک بڑی نمائش ہوتی ہے۔ احادیث و روایات اس کے فضائل و برکات کی شہادت ہیں۔

حدیث (۱) : نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ :

”لقد تعالیٰ نصف شعبان کو رات میں اپنی تمام مخلوق کی طرف ایک خاص تہہ فرماتے ہیں اور مشرک اور کینہ و آری کے ہوا سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں اور اس مضمون کو تمام اللہ نے مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے بھی نقل کیا ہے۔ (ترغیب و ترہیب ص ۲۵۰)

حدیث (۲) : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ :

”یہ رات ہماری سزاوارک رات ہے اور اس میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے مل گئی ہے۔“

”ایک رات آنحضرت ﷺ تہجد کے لئے کھڑے ہوئے نماز شروع کی اور سجدے میں پہنچے تو اتنے طویل سجدہ کیا کہ مجھے پر غصہ ہو گیا کہ خدا خواست آپ ﷺ کی روح فیض ہو گئی ہے یہاں تک کہ میں پریشان ہو کر اٹھی اور پاس جا کر آپ ﷺ کے انگوٹھے کو حرکت دی تو آپ ﷺ نے مجھ کو حرکت فرمائی جس سے مجھے طمینان ہو گیا اور میں اپنی جگہ لوٹ آئی۔ تب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو (تہجد سے کلام کے بعد) فرمایا تم جانتی ہو کہ یہ کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ ہر اس کارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جانتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ نصف شعبان کی رات ہے۔ لہذا وہ عالم اس رات خاص طور سے اہل عالم کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور معجزات مانگنے والوں کی معجزات ہر حکم کی دعا کرنے والوں پر دم فرماتے ہیں مگر آپس میں کہیں نہ کہنے والوں کو (اس وقت بھی) اپنے ہی حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ (ترمذی ص ۱۰۶)

حدیث (۳) میں ہے: حضرت علیؓ سے روایات کہیں کہ تم کہتے ہو کہ راتِ شریبہ یا کہ ”بب نصف شعبان کی رات آئے تو رات کو جاؤ اور نہ بڑھو اور نہ کو نہ زور نکھو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس رات کو فروپ توپ کے وقت سے پہنچے آسمان پر نکل فرماتے ہیں اور روش فرماتے ہیں کہ بے کوئی استفادہ کرنے والا کہ ہم اس کی مغفرت کر دیں، بے کوئی مذاق مانگنے والا کہ ہم اسے سزا دیں۔ یہ سوائے ماسی طرح برابر جاری رہتی ہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔“ (ترمذی ص ۱۰۶)

احادیث مذکورہ کا خلاصہ اور شبِ برأت کے مستنون اعمال

- ۱۔ ان احادیث سے جس طرح اس مبارک رات کے بیش برافادگی و برکات معلوم ہوئے۔
- ۲۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لئے اس رات میں اعمالِ باطل مستنون ہیں۔
- ۳۔ رات کو باگ کر نماز پڑھنا اور ذکر و تلاوت میں مشغول رہنا۔
- ۴۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور عاقبت اور اپنے مقاصد و ارادوں کی دعا مانگنا۔
- ۵۔ اس کی صبح کو بھی پندرہ سو سال کا رزق کو روزہ رکھنا۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ انھیں سے اس رات میں جاگنا اور اعمالِ مستنونہ پر عمل کرنا حطل و مقہور و ایات سے ثابت ہوا ہے جیسا کہ صاحب اللہ رب کے آثار میں لکھا ہے ہمدانی حنفی ص ۲۷۸ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلف صالحین اس رات کی تعظیم کرتے تھے اس کے لئے پہلے سے تیار رہا کرتے تھے۔

نیز ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مندرجہ ذیل گناہوں کا عفو و بخشش نہیں کہ ان کی نحوست اس مبارک رات کی برکات سے محروم کر دیتی ہے۔ (معاذ اللہ)

- ۱۔ خدا کے ساتھ کسی کو اس کی ذات یا صفات میں شریک سمجھنا۔
- ۲۔ کسی مسلمان بھائی سے کینہ رکھنا۔
- ۳۔ عزیزوں اقربوں کے حقوق پر ہمدردی نہ کرنا اور ان کو ہلاک کر جان سے ہرسلو کرنا۔
- ۴۔ اپنا ہمارا تہمت لگانوں سے بچنا نہ کرنا۔
- ۵۔ اللہ پر کسی تاثر پائی کرنا۔
- ۶۔ شریعتی ہونا۔
- ۷۔ ظلم سے حصولِ برکت لینا۔
- ۸۔ بدادہ کرنا۔
- ۹۔ غیب کی خبریں بتانا، غیب کا افشاء وغیرہ۔
- ۱۰۔ ہاتھ کے خطوط دیکھ کر غیب کی چیزیں بتانا۔
- ۱۱۔ عمل یا خطیہ کرنا۔
- ۱۲۔ پیر نہ کرنا۔

شبِ برأت کی بدعات اور ان کی دینی و دنیوی تباہی

اس مبارک رات کے فضائل و برکات نصیحت کے بعد جو سب غلوں کے ساتھ یہ بھی کہنا چاہیے کہ آج کل ہماری فطرت جماعت نے اس کے ثواب کو سزا ب سے اور برکات کو دینی و دنیوی نقصانات سے بدل دیا ہے۔ کبھی مسلمان ادھوک تھے کہ ہر شے میں سے کوئی خیر اور ہر برائی میں سے کوئی بھلائی اور نقصان و ضرر کی جگہ سے بھی نفع نکالتے تھے۔ آج ہماری شکستہ امت نے اس طرح کا پاپلٹ دی ہے کہ ہر بھلائی کی جگہ سے برائی و نفع کی جگہ سے بھی نقصان دہ حصہ میں آتا ہے۔

از قضا سر کا گھٹیں صفر افروز
روشن پادامہ فتنگی نے نمود

یہاں تک کہ ”نے“ کا ثواب فرمایا ہے :

اذا كان غير الله في عين القسي

اتته الربا من وجوه القواف

یعنی جب آدمی کا مجبور و سرحد کے سوا کسی اور پر ہوتا ہے تو فواد کی جگہ سے بھی اس کو مصائب سامنے آتے ہیں۔ غرض اپنی خوبی اولیٰ کسی برکت کا حصہ نہیں لینے دیتی بلکہ طرح طرح کی بد قسمیں اور قبیح رسمیں اٹھا کر کے ہر ایک پر کست کو اپنے لئے مصیبت بناتی ہے۔

شبِ برأت بھی ان فریقات سے محفوظ نہ رہ سکی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ کر قسم قسم کی طور و رسم ایجاد کر لی تھیں جس میں کوئی داخل کی طرح التزام سے ادا کیا جاتا ہے یعنی جن میں سے بعض یہ ہیں۔

رسمِ آشہازی اور لاکھوں روپیہ اور بہت سی جانوں کا نقصان

یہ رسم نہ صرف ایک بے لذت کھانا ہے جس کی دنیاوی چاہیاں بھی ہمیشہ آشکھوں کے سامنے آتی ہیں۔

(۱) ایک تو اپنے دل کا ضائع کرنا اور بے جا سرف ہے جو تیاغیں بھی ملاؤ اور موسم ہونے کے ہر قسم کی برہادی جدا کر آں کر یہ ایسے شخص کو شیطان کا بھائی فرماتا ہے آشہازی پر چار سو ایک ایک شہر میں قوم ہزار لاکھوں روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے۔

افسوس جس قوم کی ہفتہ کی حالت اس قدر بڑک اور خطرناک ہو اور جس کو کھانا نے دوسری قوموں کا نہام دے کر رکھا ہو اس کا تادم پر اس طرح فضول اور بیجا اور موسم میں ضائع ہونا اس کی قومی زندگی کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

(۲) اپنی جان کو ہار دینے والوں کو اور پاس پڑوسی کو غلطی میں ڈالتا ہے ہر سال صد ہزار ہفتا ہزار قسم کے پیش آتے ہیں کہ گھر کے گھر آشہازی سے چھوڑ گئے۔

(۳) شبِ برات میں بچوں کو آشہازی کے لئے پیسہ دیے جاتے ہیں۔ ان بچوں ہی سے انھیں اور کچھ ایسی ہی غلطی کی تعلیم اور بیجا اور سودا کا خوراک دیا جاتا ہے جن کے لئے شرعی حکم تھا کہ اللہ سے بچوں کو غلطہ لیا کی تعلیم دے۔ انھیں مادیوں کا خوراک دے گا کہ وہ (غیر ذہن) شرعی تعلیم کو چار ماہ تک دے۔

(۴) یہ فریقات تو ہر جگہ اور ہر وقت پڑی ہیں لیکن شبِ برات میں جبکہ رحمتِ خداوندی ہر شخص کو توبہ و استغفار کی طرف بلاتی ہے۔ روایات کا میں میں جتنا ہوتا ہے حقیقت اس کی نفی کا ٹکڑا ہے (اور یہاں ہاتھ) اور اسی لئے اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جو ہر کہ عبادت اور مبارک عبادت میں جس طرح ایک لیل کا ثواب دے سکتا ہے اسی طرح کتنا کا ثواب بھی زیادہ دے سکتا ہے۔

رسم حلوہ

۱۔ اس کو بھی رسم کر لیا گیا ہے کہ اس کے بغیر بچکتے ہیں کہ شب براءت ہی نہیں ہوئی قرآن پڑھا اور اجازت کے ترک پر اپنی غاصت و غصوں نہیں ہوتا جتنا اس کے ترک پر اور جو شخص نہیں کرتا اس کو انہوں نے نہیں وغیرہ کے القاب۔ کہ شرمایا ہوتا ہے جس میں بہت سی لڑکیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ ایک غیر ضروری چیز کا فرض و عیب کی طرح اصرام کرنا۔

۲۔ فضول خرچی وغیرہ وغیرہ اس کو ایسا شریعت کے لئے طریح طرح کی انہوں نے نہیں قرآن پڑھا ہے کہ کوئی کہتا ہے کہ حضرت امیر حمزہ اس تاریخ میں شہید ہوئے تھے ان کی لاش تھوڑے عرصے میں پانچ روز کی گئی ہے کہ وہ ان دنوں میں شہید ہوا نہ یا حضرت حمزہ اس تاریخ میں شہید ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان دنوں میں حادثے کا مشاہدہ میں واقع ہوئے ہیں اور پھر یہ فرض کر رہے ہیں کہ ان کی قسم کی یادگاریں بغیر کسی شریعی امر کے قائم کرنا خود بدعت اور ناجائز ہے اس کے علاوہ یہ عیب طریح کی فتح ہے کہ خود ہی پکڑا اور خود ہی تھامنے یا وہ چار اپنے اصحاب کو کھل دیا۔ انہوں نے کہا کہ جو اس کے اصلی سنتی چیز اور یہاں بھی دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ انہوں نے یہ کہہ دیا کہ طریح اصرام ہونے لگے تو ایسی صورت میں یہاں تک احتیاط بھی قضا ہے کہ ایک قابل ترک ہو جاتے ہیں۔

چراغاں کی رسم

بعض شیعوں میں دستور ہے کہ اس تاریخ میں مسجدوں میں چراغاں لگاتے ہیں کہ بہت زیادہ روشنی کی ہوتی ہے۔ اور بہت زیادہ چراغاں لگاتے جاتے ہیں یہ بالکل کفار کے ساتھ مشابہت اور بعدوں کی وجہ سے کی گئی ہے جو سخت ناجائز اور حرام ہے۔ قرآن کریم کفار کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے والوں کو انہوں کی مانند فرماتا ہے کہ بعدوں میں ہے کہ جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت کر لے گا نہیں میں سے ہے۔

علی ابن ابی حمزہ فرماتے ہیں کہ اس رات میں زیادہ روشنی کرنا اور انکسار سے شروع ہوا ہے۔ یہ لوگ اصل میں آتش پرست تھے جب اسلام لائے تو انہوں نے یہ رسم اسلام میں داخل کی تاکہ مسلمانوں کے ساتھ ناجائز چہلے وقت تک کو بھوکریں پھر انہوں نے صدی ہجری میں ان منکرات

کا انجہ جی نے خوب قلع قمع فرمایا اور بلا دھرم و شام سے اس درہم کو کھڑا کیا۔ بعض کاہنوں نے اس کی وجہ سے مسجد میں اس رات کو جانا چھوڑ دیا (مذلل)۔ جب انہیں کہ عمارت کی زمانہ کی آسمانی اسی کا شہباز ہو۔ (ماہیتِ ہائیت)

مسجدوں میں اجتماع اور شور و شغب

رات کو جاننے کے لئے اگر کھانا چاہا، آبی مسجد میں جمع ہو گئے اور اسی نماز عشاء میں مشغول رہے تو اس میں مضائقہ نہیں لیکن بعض شہریوں میں اس کو بھی اس حد تک پہنچا دیا گیا ہے کہ اس کو نہ جاننے کی ضرورت ہے۔ مثلاً کھانا کراہتم سے لوگوں کو قلع کرنا اور پھر شور و شغب اور جہاد میں رات کو کھانا اس طرح اجتماع کے ساتھ مسجدوں میں اجتماع بھی تو ایجاد ہوئی ہے۔ صحابہ کرام جن سے زیادہ کوئی عبادت کا شوقین نہیں ہو سکتا، بھی اس طرح جمع نہیں ہوتے تھے اور پھر اس اجتماع کی وجہ سے جو شور و شغب مسجدوں میں ہوتا ہے وہ دوسرا کھانا ہے فرشتے ایسے لوگوں کے لئے جہاد کرتے ہیں جو مسجدوں میں دنیا کی باتیں کر رہے ہیں اور شور مچاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مائیک فونکٹ اور جہاد کی وجہ سے اور بہت سی باتیں آدابِ مساجد کے خلاف اور ملوثہ اللہ کی ایذا کا باعث ہو کر بہانے نفع کے قصاص و خسران کا سبب بن جاتی ہیں۔ (الحمد للہ)

الغرض اس رات کے اہل مسنونہ صرف وہ ہیں جو لوہے پر لپٹے گئے ہیں جن کے علاوہ جو کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ سب جہاد میں شرکت اور اپنی دنیا کی تسکین و برہمائی کا باعث ہیں ان کے کرنے سے جہاد جہاد ہے کہ آدمی اپنی رات سوئے اور نہ کھائے۔

تسبیحہ۔ اس عبادی گزارش کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان ان آخری لڑائیوں کا ختم ہو کر ان سے نفع اٹھائیں اور اس عبادت میں اہل مسنونہ کے ساتھ جاگ کر قبر میں آرام سے سونے کا سونہ کر لیں۔ (مجاہد)

باش بیدار و در دل شہیا در لہ چشم خواب اگر دہری

اور کچھ نہیں کہ یہ راتیں بیدار ہیں کی ۔

جاگنا ہے جاگ لے اٹھا کہ کے سایہ تلے

حشر تک سونا چنے گا خاک کے سایہ تلے

ہوا اگر یہ کچھ ہو سکے تو کم از کم اپنے آپ کو اپنے دل و میل کو ان کتابوں سے تو پہچانیں جو اس
مہدک دات میں تو آپ کچھ کر سکے جانتے ہیں۔

فَلْيَهْمُوا لَا تَجْعَلُنَا مِنَ الْقَتْلِ حِطَّتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ سَابِقُونَ
إِنَّهُمْ يَحْسَبُونَ صَنْعًا . وَفِي الْحَمْدِ مِنْ قَبْلِ وَمِنْ بَعْدِ "



فضائل و احکام رمضان المبارک و مسائل زکوٰۃ

رمضان المبارک کے روزے، لیکن اسلام کا تیسرا فرض ہے جو اس کے فرض ہونے کا آثار کرے
مسلمان نہیں، بتا دے جو اس فرض کو ادا کرے، وخت گناہگار کا حق ہے۔

روزہ کی نیت

نیت کہتے ہیں دل کے قصد و ارادہ کو زبان سے کہہ کہے یا نہ کہے روزہ کے لئے نیت شرط ہے مگر
روزہ کا ارادہ نہ کیا اور تمام دن کچھ کھایا یا پیئیں تو روزہ نہ ہوگا۔

مسئلہ رمضان کے روزے کی نیت رات سے کر لینا بہتر ہے اور رات کو نہ کی ہو تو دن کو بھی
زہل سے بڑھ گئے پہلے تک کر سکتا ہے بشرطیکہ کچھ کھایا یا پیانہ ہو۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

- (۱) کھانا پینا ک میں روزہ ٹوٹا۔
- (۲) قصدات بھر کے آنے کرنا۔
- (۳) کلی کرتے ہوئے مطلق میں پانی چلا جانا۔
- (۴) عورت کو چھونے وغیرہ سے زہل ہو جانا۔
- (۵) کوئی ایسی چیز نکل جانا جو مادی کھائی نہیں ہوتی جیسے کڑی یا پانی یا کپا گیسوں کا ان وغیرہ۔
- (۶) لوہاں یا چوبیس وغیرہ کو قصدات کہ با مطلق میں پہنچا دینی، مگر یہ تحقیق چاہی حکم میں ہیں۔
- (۷) بھولی کر کھائی یا پھر زہل کیا کو اس سے روزہ ٹوٹ گیا ہوگا پھر قصدات کھائی یا پید۔
- (۸) رات گئے کر صبح صادق کے وقت ہماری کھائی۔
- (۹) دن باقی تھا مگر غلطی سے یہ کچھ کر کے آفتاب غروب ہو گیا ہے روزہ باقظا کر لیا۔ (اسمیر بیان
سب چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر صرف قصدات سب ہوتی ہے کھانا روزہ نہیں ہوتا۔

(۱۰) جان بوجھ کر جہنم بھولنے کے یہی سے محبت کرنے یا کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور نقصان بھی روزہ جاتی ہے اور کفارہ بھی۔ کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور نہ ہو تو روزے ۶۰ روزہ رکھے سچ میں نافذ نہیں اور نہ ہمارے شریعہ سے ساتھ روزے چاروں سے چاروں کے اور اگر روزہ کی بھی طاقت نہ ہو تو ساتھ مسکینوں کو روٹوں و قوت دینے اور کرکھ کا کھانا دے۔ آج کل شریعی حکام یا غلطی نہیں ملنے اس لئے آخری یہ صورت بھی متعین ہیں۔

وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹتا نہیں مگر مکروہ ہو جاتا ہے

- (۱) بلا ضرورت کسی چیز کو پہنا، رنگ و غیرہ پہنا کر قہقہہ دینا، ٹوٹھ پیٹ یا منہ یا کونک سے دانت صاف کرنا بھی روزہ میں مکروہ ہیں۔
- (۲) تمام دن حالت جنابت میں بغیر غسل کے رہنا۔
- (۳) قصد کرنا کسی عرصہ کے لئے خون دینا جو آج کل ڈانٹوں میں رائج ہے یہ بھی اس میں داخل ہے۔
- (۴) خبیث یعنی کسی کے ذمہ پیچھے اس کی برائی کرنا یہ ہر حال میں حرام ہے روزہ میں اس کا گناہ اور بڑھ جاتا ہے۔
- (۵) روزہ میں لڑنا، جھگڑنا، گالی دینا، غلو، انہن کو جو کسی بے جا چیز یا ہمدردی کا ان سے بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

وہ چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا

- (۱) مسواک کرنا۔
- (۲) سر یا سونچوں پر جل لگانا۔
- (۳) آنکھ میں دوا یا سرمہ لگانا۔
- (۴) خوشبو سونگھنا۔
- (۵) گرمی اور پیاس کی وجہ سے غسل کرنا۔
- (۶) کسی قسم کا انگلیشن یا لک لکوانا۔
- (۷) بھولی کرکھا جانا۔

- (۸) حلق میں بچہ اختیار دھواں یا گروہ خوار یا کھجور وغیرہ کا چھٹا جائے۔
- (۹) کان میں پانی ڈالنا یا بلا قصد چلے جائے۔
- (۱۰) خود بخود نئے آجائے۔
- (۱۱) سوتے ہوئے استکرام (حاصل کی حاجت) ہو جائے۔
- (۱۲) دانتوں میں سے خون نکلے مگر حلق میں نہ پائے تو روزہ میں خلل نہیں آتا۔
- (۱۳) اگر خواب میں یا صحبت سے حاصل کی حاجت ہوئی اور صبح صادق اُسنے سے پہلے غسل نہیں کیا اور اسی حالت میں نیت کر لی تو روزہ میں خلل نہیں آتا۔

وہ عذر جن سے رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوتی ہے

- (۱) بیماری کی وجہ سے روزہ کی طاقت نہ ہو یا مرض بڑھنے کا شیعہ خطر ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے بعد رمضان اس کی قضاء لازم ہے۔
- (۲) جو عورت حمل سے ہو یا روزہ میں بچہ کو پانی جان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھے بعد میں قضا کرے۔
- (۳) جو عورت اپنے یا کسی غیر کے بچہ کو دودھ پلاتی ہے اگر روزہ سے بچہ کو دودھ نہیں دتا تکلیف پہنچتی ہے تو روزہ نہ رکھے پھر قضا کرے۔
- (۴) مسافر شرعی (جو کم از کم اسیس میل کے سفر کی نیت پر گھر سے نکلا ہو) اس کے لئے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے پھر اگر کچھ تکلیف و دقت نہ ہو تو انفسل یہ ہے کہ سفری میں روزہ رکھ لے اگر اپنے آپ کو یا اپنے ساتھیوں کو اس سے تکلیف ہو تو روزہ نہ رکھنا ہی انفسل ہے۔
- (۵) بحالت روزہ مسافر شروع کیا تو اس روزہ کا پورا کرنا ضروری ہے اور اگر کچھ کھانے پینے کے بعد سفر سے وطن واپس آ گیا تو باقی دن کھانے پینے سے احتراز کرے اور اگر ابھی کچھ کھایا یا پیا نہیں تھا کہ وطن میں ایسے وقت واپس آ گیا جبکہ روزہ کی نیت ہو سکتی ہے یعنی ذوال سے خارجہ کھنڈہ قبل تو اس پر لازم ہے کہ روزہ کی نیت کر لے۔
- (۶) کسی کو قتل کی دھمکی دیکر روزہ توڑنے پر مجبور کیا جائے تو اس کے لئے تو روزہ چھوڑنا جائز ہے پھر قضا کر لے۔

- (۷) کسی بیمار یا مفلک یا اس کا تعلق ہو جائے کہ کسی مسلمان چند بار طہر طہر یا اگر کسی کے ذریعہ جان کا خطر واقع ہو تو روزہ توڑ دینا جائز بلکہ واجب ہے اور ایسا ہی کی قضاء لازم ہوگی۔
- (۸) عورت کے لئے لازمہ بیض میں اور بچہ کی پیدائش کے بعد عروغوں آنا ہے (یعنی نفاس یا اس کے دوران میں روزہ رکھنا جائز نہیں بلکہ ایام میں روزہ نہ رکھے بعد میں قضا کرے۔ یا اگر مسافر بیض و نفاس پہلی عورت جن کے لئے رمضان میں روزہ نہ رکھنا اور کھانا پینا جائز ہے ان کو بھی لازم ہے کہ رمضان کا احترام کریں سب کے سامنے کھاتے پیتے نہ بھریں۔

روزہ کی قضا

- (۱) کسی سے روزہ قضا ہو گیا تو جب عذر جاتا رہے چلو اور کر لینا چاہئے زندگی اور طقت کا بھروسہ نہیں قضا روزوں میں اختیار ہے کہ عذر ختم رکھے یا ایک ایک روزہ کر کے۔
- (۲) اگر مسافر سفر سے لوٹنے کے بعد یا عروغ بیض تک درست ہونے کے بعد اتنا وقت نہ پائے جس میں قضا شدہ روزے ادا کرے تو قضا اس کے ذمہ لازم نہیں مگر سفر سے لوٹنے اور بیماری سے تندرست ہونے کے بعد جتنے دن طہر یا عروغ کی قضا لازم ہوگی۔

سحری

روزہ دار کو آخر رات میں صبح صادق سے پہلے سحری کھانا مسنون اور باعث برکت و ثواب ہے۔ نصف شب کے بعد جس وقت بھی کھائیں سحری کی صحت ہوا ہو جائے گی لیکن بالکل آخر شب میں کھانا افضل ہے اگر مؤذن نے صبح سے پہلے قرآن پڑھی تو سحری کھانے کی ممانعت نہیں جب تک صبح صادق نہ ہو جائے سحری سے فارغ ہو کر روزہ کی نیت دل میں کر لینا کافی ہے اور یہاں سے بھی یہ الفاظ کہہ سکتے ہیں: یا صوم علیہ یونٹ بن ظہیر رمضان

انقطاع

آفتاب کے غروب ہونے کا عین ہو جانے کے بعد انقطاع میں دیر کرنا مکروہ ہے۔ پس جب ابر وغیرہ یا خود چار منٹ انتظار کر لینا بہتر ہے اور عین صحت کی احتیاط بہر حال کرنا چاہیے۔

بھروسہ اور غم سے انقطاع کرنا افضل ہے اور کسی دوسری چیز سے انقطاع کریں تو اس میں بھی کوئی گناہت نہیں انقطاع کے وقت یہ مامنون ہے۔

فَلْيَلْزِمُوا لَكُمْ صُنُفًا وَعَلَىٰ رِزْقِكُمْ أَقْبَرُ ث

اور انصار کے بعد یہ دعا پڑھے۔

ذُفِّبَ الْكُفْرُ وَأَهْلَتْ الْفُرُوقُ وَفُتِ الْأَغْرُ انْشَاءُ اللّٰهُ

تراویح

- (۱) رمضان المبارک میں مشاء کے فرض اور سنت کے بعد میں رکعت تراویح سنت ہو کر ہوتے۔
- (۲) تراویح کی جماعت سنت علی الکفایہ ہے۔ غلط کی مسجد میں جماعت ہوتی ہو اور کوئی شخص علیحدہ گھر میں اپنی تراویح پڑھ لے تو سنت ہوا ہوگی اگرچہ مسجد اور جماعت کے ثواب سے محروم رہے اور اگر غلطی میں جماعت نہ ہوئی تو سب کے سب ترک سنت کے گناہگار ہوں گے۔
- (۳) تراویح میں پھر قرآن مجید ختم کرنا بھی سنت ہے کسی جگہ حافظ قرآن سنانے والا نہ ملے یا ملے مگر سنانے پر اجرت و معاوضہ طلب کرے تو چھوٹی صورتوں سے نماز تراویح ادا کرے اجرت دے کر قرآن نہ سنیں کیونکہ قرآن سنانے پر اجرت لینا اور دینا حرام ہے۔
- (۴) اگر ایک حافظ ایک مسجد میں ایسی رکعت تراویح پڑھا چکا ہے اس کو دوسری مسجد میں اسی رات تراویح پڑھنا درست نہیں۔
- (۵) جس شخص کی دوپہار رکعت تراویح کی رہ گئی ہوں تو جب امام بڑی جماعت کراوے اس کو بھی جماعت میں شامل ہو جانا چاہئے اپنی باقی ماندہ تراویح گھر میں پوری کرے۔
- (۶) قرآن کو اس قدر جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں بڑا گناہ ہے اس صورت میں تا امام کو ثواب ہو گا نہ منقذی ہو۔
- (۷) جس پر دعا کا فتویٰ ہے کہ بالبح کو تراویح میں امام پڑھانا جائز نہیں۔

احکام

احکام اس کو کہتے ہیں کہ احکام کی نیت کر کے مسجد میں رہے اور سوائے انکی حاجات ضروریہ کے جو مسجد میں پوری نہ ہو سکیں (جیسے بیعتاب یا خانگی ضرورت یا غسل واجب اور بیعت کی ضرورت) مسجد سے باہر نہ جائے۔

- (۱) رمضان کے عشرہ اخیر میں احکام کرنا مسجد ہو کہ علی الکفایہ ہے یعنی اگر بڑے شہر ہیں کے محلہ میں اور چھوٹے ایسات کی پوری ہوتی ہیں کوئی بھی احکام نہ کرے تو سب کے

اور ترک سنت کا وبال رہتا ہے اور کوئی بھی ایک نماز میں اختلاف کرے تو سب کی طرف سے سنت ادا ہو جاتی ہے۔

(۲) بالکل خاص اور رہنا اختلاف میں ضروری نہیں بلکہ مکروہ ہے جہت نیک کام کرنا اور لڑائی جھگڑے اور فضول باتوں سے پرہیز کرنا۔

(۳) اختلاف میں کوئی خاص عبادت شرط نہیں۔ نماز، صلاوت، وادین کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا اور اہل چاہے کرتا رہے۔

(۵) جس مسجد میں اختلاف کیا گیا ہے اگر اس میں جمہور نہیں رہتا تو نماز جمعہ کے لئے اندازہ کر کے ایسے وقت مسجد سے نکلے جس میں وہاں پہنچ کر سنتیں ادا کرنے کے بعد خطبہ سن سکے اگر کچھ زیادہ دیر جامع مسجد میں لگ جائے جب بھی اختلاف میں خلل نہیں آتا۔

(۵) اگر بار ضرورت طبعی و شرعی تھوڑی دیر کو بھی مسجد سے باہر چلا جائے گا تو اختلاف ہوتا رہے گا خواہ عموماً ٹنگے یا بھول کر اس صورت میں اختلاف کی گھبراہٹ نہ چاہئے۔

(۶) اگر آخر عمر و کا اختلاف کرنا ہو تو ۲۰ تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں چلا جائے اور جب عید کا چاند نظر آ جائے تب اختلاف سے باہر ہو۔

(۷) غسل بعد از محسوس طہارت کے لئے غسل کے واسطے مسجد سے باہر نکلتا مشکل کو چاہئے نہیں۔

شب قدر

چونکہ اس صفت کی عمریں بہ نسبت پہلے امتوں کی پھولی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک رات ایسی مقرر فرمائی ہے کہ جس میں عبادت کرنے کا ثواب ایک ہزار مہینہ کی عبادت سے بھی زیادہ ہے لیکن اس کو پوشیدہ رکھا تاکہ لوگ اس کی تلاش میں کوشش کریں اور ثواب بے حساب پائیں۔

رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر ہونے کا زیادہ احتمال ہے یعنی ۲۱ ویں۔

۲۳ ویں، ۲۵ ویں، ۲۷ ویں اور ۲۹ ویں شب میں سب سے زیادہ احتمال ہے جن راتوں میں بہت سخت سے عبادت اور توبہ و استغفار اور دعا میں مشغول رہنا چاہئے۔ اگر تمام رات باگنے کی طاقت یا فرصت نہ ہو تو جس قدر ہو سکے جائے اور نفل نماز یا ۱۵۰ بار سورۃ قرآن یا ذکر و تسبیح میں مشغول رہے اور کچھ نہ ہو سکے تو مشابہہ صبح کی نماز جماعت سے ادا کر کے کما حقہ تمام کرے۔

حدیث میں آیا ہے کہ یہ بھی رات بھر جائے کے غنیم میں آج ثابت ہیں۔ حقوں کو صرف بطور، تقریروں میں صرف کر کے سہانا بنی غروی ہے۔ تقریریں ہر رات ہو سکتی ہیں عبادت کا یہ وقت چار ہاتھ نہیں آئے گا بہت جو لوگ رات بھر عبادت میں جا گئے کی بہت کریں وہ شروع میں کچھ عرصہ پس پھر داخل روزنامہ میں لگ جائیں تو درست ہے۔

مسائل زکوٰۃ

مسئلہ : اگر کسی کی ملکیت میں سارا ہے یا تو چاندی یا سارا ہے یا تو سونا ہے یا اس میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر دیر یا نوٹ ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ مقدار یہ بھی سونے چاندی کے غنیم میں ہے (اسی) اور سالانہ تجارت اگر سارا ہے یا تو چاندی کی قیمت کے برابر ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔

مسئلہ : کارخانے اور مل و پھرہ کی مشینوں پر زکوٰۃ فرض نہیں لیکن اس میں جو مل چارہ ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اسی طرح جو خام مال کارخانہ میں سالانہ چارہ کرنے کے لئے رکھا ہے اس پر بھی زکوٰۃ ہے۔ (درمیان میں)

مسئلہ : سونے چاندی کی ہر چیز پر زکوٰۃ واجب ہے۔ زیر زمین حتیٰ کہ چاکر، ٹیبا، سلی زری سونے چاندی کے جن۔ ان سب پر زکوٰۃ فرض ہے اگرچہ ٹیبا، گونہ اور زری پکڑے میں لگے ہوئے ہوں۔ کسی کے پاس کچھ دھوپ، کچھ سونا یا چاندی اور کچھ مل تجارت ہے لیکن ٹیلہ و بیلہ و بیلہ و بیلہ و بیلہ اس میں سے کوئی چیز بھی نہیں ہے تو سب کو لے کر دیکھیں اگر اس مجموعے کی قیمت سارا ہے یا تو چاندی کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ فرض ہوگی اور اگر اس سے کم رہے تو زکوٰۃ فرض نہیں۔ (درمیان میں)

مسئلہ : طوں اور کپڑوں کے ٹیبر پر بھی زکوٰۃ فرض ہے بشرطیکہ ٹیبر کی قیمت بقدر نصاب ہو یا اس کے علاوہ دیگر مل کر ٹیبر یا بقدر مل نصاب میں جائے۔ جہت کمپنیوں کے ٹیبر کی قیمت میں چونکہ مشینری اور مکان اور فرنیچر کی مالیت بھی شامل ہوتی ہے جو درحقیقت زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے اس لئے اگر کوئی شخص کمپنی سے دریافت کر کے جس قدر رقم اس کی مشینری اور مکان اور فرنیچر وغیرہ میں لگائی ہے اس کو اپنے حصے کے مطابق ٹیبر کی قیمت میں سے کم کر کے باقی کی زکوٰۃ دے دے یہ بھی جائز و درست ہے۔ سال کے غنیم پر جس زکوٰۃ دینے لگے اس جہت جو ٹیبر کی قیمت ہوگی وہی لگائی۔ (درمیان میں)

مسئلہ : پرہیزگارتانہذا بھی اصول نہیں ہوگا اس پر ابھی زکوٰۃ فرض نہیں ہے لیکن بلا امت چھوڑنے کے بعد جب اس فقہ کا وہ پیرا اصول ہو گا اس وقت اس میں یہ زکوٰۃ فرض ہوگی بشرطیکہ یہ رقم بقدر انصاف ہو یا دیگر مال سے ساتھ مل کر بقدر انصاف ہو جاتی ہو۔ اصولیائی سے قبل کی زکوٰۃ پر ہیزگارتانہ کی رقم پر ادب نہیں یعنی چھلے سادوں کی زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

مسئلہ : صاحبِ حساب اگر سال کی زکوٰۃ نکلتی ہے تو یہ بھی جائز ہے بلکہ اگر بعد میں سال پراد ہونے کے بعد وہ مال بڑھ گیا تو اس پر دے ہو گے مال کی زکوٰۃ علیحدہ دینا ہوگی۔ (درمختار ص ۱)

مسئلہ : جس قدر مال جاس کا پلوں میں (۱۳۰) روپے فرض ہے یعنی اسالی فیصد مال دیا جائے گا۔ سونے پر مادی اور مال تجارت کی حالت پر زکوٰۃ فرض ہے اس کا ۱۳۰ سے اگر قیمت دے تو یہ بھی بڑا ہے مگر قیمت خرید نہ لگائی۔ زکوٰۃ ادب ہونے کے وقت برو قیمت ہوگی اس کا ۱۳۰ دینا ہوگا۔ (درمختار ص ۲)

مسئلہ : ایک سیالیت کو اجالہ دے دیا کہ چھنے مال پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے مگر وہ ہے لیکن اگر دے دیا تو زکوٰۃ ۱۱۲ ہوگی اور اس سے مہر چھلے کر بہت کے بڑا ہے۔ (درمختار ص ۱)

مسئلہ : زکوٰۃ ۱۱۲ ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ جو رقم کسی مستحق زکوٰۃ کو دی جائے وہ اس کی کسی خدمت کے معاوضہ میں نہ ہو۔

مسئلہ : ہوائی زکوٰۃ کے لئے یہ شرط ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کسی مستحق زکوٰۃ کو، مکان، طور پر دے دی جائے اس میں اس کو ہر طرح کا اختیار ہو اس کے، مکان، قبضہ سے بغیر زکوٰۃ ۱۱۲ ہوتی ہے۔

مسئلہ : مسجد، مدرسہ، خانقاہ، مشافعات، کوٹوں، دہلی، اور کسی روحانی ادارہ کی تعمیر میں رقم خرچ کرنا جائز نہیں اگر اس میں خرچ کردہ رقم کئی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی کیونکہ اس میں مال زکوٰۃ کو، مکان، طور پر نہیں دیا گیا۔

مسئلہ : زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے بیعت ہونے زکوٰۃ بھی ضروری ہے جس وقت زکوٰۃ کا وہ پیرا غیرہ کسی مستحق کو دیں اس وقت دلی میں یہ بیعت ضرور کر لیں کہ میں زکوٰۃ ادا کرتا ہوں۔ اور اگر میں کیا کہ زکوٰۃ کی رقم مجھ کو دے کہ کسی کہ مستحق آہا میں سے تو دیتا ہوں اس کا تو یہ بیعت کافی ہو جائے گی پھر یہ ہے دیتے وقت بیعت نہ کرے۔

مسئلہ : جس کو زکوٰۃ اس کا مستحق زکوٰۃ ضروری ہے بلکہ یہ ضروری نہیں کہ اسے یہ بتائیں کہ زکوٰۃ کی رقم بتا کر فرض ہے یا یہ بتا کر زکوٰۃ اس میں اور زکوٰۃ کی بیعت کر لی تو زکوٰۃ ۱۱۲ ہوگی۔

زکوٰۃ کی فرضیت و اہمیت

اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایکہ کی زکوٰۃ بھی ہے۔ قرآن کریم نے چارچند زکوٰۃ کو صلوٰۃ کے ساتھ لگایا ہے :

وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ، وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ
اقَام الصَّلَاةَ آتَا الزَّكَاةَ

والغیر وہ۔ قرآن میں پچھلے دو آیتوں میں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی فرائض میں سب سے مقدم مقام اور اس کے بعد زکوٰۃ ہے۔

بشریح قرآن و سنت و باجملہ امت میں فرض میں شرائط زکوٰۃ پائی جائیں زکوٰۃ اس کی فرض ہے اور جو شخص اس کے فرض ہونے کا اندازہ نہ کرے وہ مسلمان نہیں اور جو فرض ہو یا تسلیم کرنے کے ہو یا زکوٰۃ ادا کرنے کا وقت گزر جائے۔

تاریخ زکوٰۃ

ازدہ قرآن و سنت صحیحہ ہے کہ زکوٰۃ کا خریزہ مسلمانوں پر مکہ مکرمہ کی میں لہذا کے ساتھ لکھ ہونا تھا۔ جیسا کہ کی صورتوں میں زکوٰۃ کے احکام سے ثابت ہوتا ہے۔ اسلام تحریر ان کثیر عرصہ میں علیہ وغیرہ نے تاریخ قرآنی ہے۔ ابانہ نصاب زکوٰۃ اور مقدمہ زکوٰۃ اور مصارف زکوٰۃ کا تفسیر اور اس کی وصولی کا سرکاری انتظام مدینہ طیبہ میں پہنچنے کے بعد شروع کیا ہوا۔ صحیحہ میں صدقہ الفطر واجب کی گئی اور اس کے بعد سرکاری طور پر زکوٰۃ وغیرہ وصول کرنے کے لئے مدینہ کی اسلامی حکومت کی طرف سے اہل مقرر ہوئے اور اس طرح کے تمام اہل صدقہ بیت المال میں جمع کرنے اور اقراہہ ساکنین پر صرف کرنے کا انتظام تھا۔

زکوٰۃ نماز کی طرح ایک مالی عبادت ہے جس کا ۱۱۱ کرنا ہر ماہ اور کے نامہ ہر حال میں ضروری ہے۔ کوئی اسلامی حکومت اور اسلامی بیت المال اس کو وصول کرنے والا ہو یا نہ ہو، کچھلے انبیاء کی تمام شریعتوں میں بھی لہذا کی طرح زکوٰۃ کی پابندی فرض تھی مگر ان کچھلی شریعتوں میں ہل زکوٰۃ کو فقراء و مساکین کی ضرورتوں میں خرچ کرنے کی اجازت نہ تھی بلکہ اس کو کسی جگہ میں رکھا یا بچا جاتا تھا جس کو آسانی ملی اگر بلا وجہ تھی اور یہی قیود زکوٰۃ کی علامت تھی۔

مسجد محمد کے لئے لائق فی سائپہ فضل سے اس کی اہل حد و حدی کے اس بل کو مسلمانوں کے فخر و وسعت کی مشکلات کو حل کرنے کا یہ ایسا بہترین طریقہ ہے کہ اگر زکوٰۃ کی سطح پر نکل جائے تو اس کے بجائے صرف پر خرچ کرنے کا اہتمام کیا جائے تو بھول بھٹل ہر سب کے ایک مسلمان بھی لگا لگا نہیں رہ سکتا۔

زکوٰۃ کے معاملہ میں غفلت

مگر اس میں یہ ہے کہ آن فل عامر حیالہ و غفلت کی بناء پر بہت سے مسلمان زکوٰۃ نکالتے ہی نہیں اور جو زکوٰۃ نکالتے ہیں وہ صرف زکوٰۃ کا کٹا کٹا ٹکڑا ہے جس میں عامر کے قرآن کریم نے صرف زکوٰۃ اپنی سبب سے نکالنے کا حکم نہیں فرمایا ہے اس کو مستحقین تک پہنچانے اور ادا کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ قرآنی ارشاد ادا زکوٰۃ کے معنی زکوٰۃ نکالنے کے نہیں ہیں اور ادا کرنا ہی کو کہتے ہیں کہ جس کا حق سبب ہی کو پہنچایا جائے جس سے اپنے پاس سے نکل دینے اور کسی کو سونپ دینے سے حق ادا نہیں ہو سکتا۔ انہی قرضوں میں ہر شخص پر نصاب کے قرض کسی کا کسی کے ساتھ سبب و غفلت سے نکال دینے پر ادا نہیں ہو سکتا بلکہ سب تک قرض خواہوں تک پہنچا کر اس کا بھٹکا بھٹکا کر دیا جائے قرض سے سبکدوشی نہیں ہوتی۔ اسی طرح سب تک زکوٰۃ مستحقین زکوٰۃ کو نہ پہنچائی جائے زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

اس میں عامر خود زکوٰۃ نکالنے والے مسلمان بڑی غفلت کا شکار ہیں کہ مستحقین کی تلاش و تحقیق کے بغیر قرض زکوٰۃ کسی اور سے تراپنے آپ کو سبکدوش سمجھ لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ غیر مستحق ملک زکوٰۃ کے حقدار ہوتے ہیں اور مستحقین افلاس و مصیبت کا شکار رہتے ہیں۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید

قرآن کریم میں ارشاد ہے :

(۱)

وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ
بِعَذَابٍ أَلِيمٍ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارٍ جَهَنَّمَ تَتَكْوَىٰ يَتَذَحَبُ عَنْهَا
وَجُدُّوهُمْ وَظُهُورُهُمْ طَوَّاهَا مَا كُنْتُمْ لَا تَصْلَهُمْ فَيَلْوَقُونَ مِمَّا كُنْتُمْ
تَكْتُمُونَ * (سورة بقرہ ۲۷۳)

فرما: ”جو لوگ سچائی میں آکر رہے، جتنے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ اور میں فریضہ کی بات سے (یعنی زکوٰۃ نہیں دینے کے لئے) سو آپ ان کو ایسے ہی دروغ بات دے دیجئے جو کہ اس سے زیادہ قبیح ہوگی۔ یہ کہ اس سونے چاندی کو دوزخ کی آگ میں پہلے پکایا جائے گا پھر اس سونے چاندی سے لوگوں کی پیشینگوئی کو اور ان کی کہانوں اور ان کی چٹھوں کو دوزخ کا دھواں ہو جائے گا (اور یہ جیسا چاہئے گا) کہ یہ وہی ہے جس کو تم نے اپنے واسطے منع کر کے رکھا تھا جس اب اپنے منع کرنے کا مردہ پکھنڈ۔“

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

(۲)

ما منع قوم الزکوٰۃ الا لعلہ لا ھم اللہ بالسنین " (یعنی خداوندی ص ۱۳۳)
 ”جو قوم زکوٰۃ نہیں لگاتی اللہ تعالیٰ اسے قلم سالی یعنی ضرور پست دے گا کی کی طرف سے جتنا کر دیتے ہیں۔“
 آنحضرت ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے :

(۳)

من اتاہ اللہ مالا فليمن يذّر زکوٰۃ من لہ مالہ يوم القیمة شجاعا
 الفرج لہ ذی یسان بطوقہ يوم القیمة ثم یأخذ بلمہ منہ یعنی یشد
 فیہ ثم یقول انا مالک انا کبرک " (یعنی تشریف ص ۱۹۸)
 ”جس کو اللہ نے مال دیا ہو اس نے زکوٰۃ دینا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال بڑا ہرجا ہو
 گناہاں پہن کر اس کی راس میں پہن جائے گا۔ پھر اس نے دلوں پر چڑھ جائے گا اور
 کہے گا میں ہی تیرا مال ہوں، میں ہی تیرا مال ہوں۔“

(۴)

آپ ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ ”بھیک کو دینا شرف ہے آسمان سے نازل ہونے والی بات ہے جس میں یہ دعا کرتا ہے
 کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے مال کا بدلہ دے اور اس کو دعا کرتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کو بڑا ست نصیب دے۔“
 (یعنی مسلم)

(۵)

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے دو مردوں نے ہاتھ میں ہونے سے دشمن کیلئے تو ان سے چ پھا کہ
 ان کی زکوٰۃ دینی ہو یا نہیں انہوں نے عرض کیا نہیں۔ جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو چ پھا ہے

کس کے بدلے میں تم کو اہم کے لئے پیش کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا نہیں آپ اللہ نے فرمایا تو اس کی زکوٰۃ دیا کرو۔ (ترمذی)

(۶)

قیامت کے دن جو سات تہائی حصہ کے عرض کے ساتھ ہیں وہ اس میں سے سولہ حصہ لے لیں اس شخص کو بھی بیان فرمایا ہے جو یہ پاس کر صدقہ اسے کس کے ساتھ لے لیں خیرت ہو۔ (ترمذی)

زکوٰۃ کس قسم کے مال پر فرض ہے

پہلے یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنی قرض بہت سی کم سے کم ۱۱۱ ہے مال تو ہر مال پر زکوٰۃ نہیں بلکہ صرف اس مال پر ہے جو عاید ہو مستحق ہے جیسے مال تجارت یا سونپنی یا سود یا عادی کیونکہ سود یا عادی کو اسام نے از حد تجارت ہی قرار دیا ہے تو ہر کوئی اس کو زکوٰۃ دے کر رکھے یا اس نے چاندی کے ٹکڑے بن کر رکھے تو شرطہ وہ مال تجارت ہی بناس لے اس نے چاندی پر خواہ وہ کسی صورت میں ہو زکوٰۃ فرض ہے۔

اموال کی ان تین قسموں کے علاوہ مکان، دکان، برقعہ، زمین اور دوسرے گھریلو سامان عموماً اور کارخانوں کی مشینری جو بہت فائدہ بخشی قیمت کے کیوں نہ ہوں ان پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں ان میں سے کوئی بے ضرورت نہ کرنے کے مقصد سے خریدی ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

دوسری بات یہ سمجھ لینی چاہئے کہ مال کی مذکورہ تین قسموں میں بھی مال کا مالک ہوتے ہی زکوٰۃ فرض نہیں ہو جاتی بلکہ سال بھر تک اس میں بڑھتا چاہے خرچ کرنا رہے آخر سال میں کم سے پینے پر اسے اور تمام ضروری اخراجات یا غیر ضروری سے بڑھتا مال جمع رہے اور اس کا صرف چالیسواں حصہ (یعنی اسیالی فیصد) اللہ کو فرض ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو کہ زکوٰۃ کا اہم نہیں کی طرف توجہ کی طرف نہیں بلکہ اصل سرمایہ پر ہے لیکن سرمایہ خرچ کرنے پر اہم نہیں کے قواعد کی طرح کوئی پابندی نہیں اگر کوئی شخص سارا مال سال بھر میں خرچ کر لے تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہوگی۔ مال زکوٰۃ کی پانچ قسمیں ہیں زمین اور تجارت کی چیزیں اور بھی ہے مگر اس کو فقہاء کی اصطلاح میں عشر کہا جاتا ہے اس لئے اس کو اہم زکوٰۃ کے بعد عطری کے عنوان سے لکھا جائے گا اور اموال زکوٰۃ کی مذکورہ تین قسموں میں سے چونکہ سونپنی کی زکوٰۃ کے معاملات خاص خاص لوگوں کو پیش آتے ہیں اس لئے اس مختصر رسالہ میں اس کی تفصیل دینے کی

ضرورت نہ لگتی تھی۔ اس میں صرف مال تہارت اور سونے چاندی ہمارے لیے ہے۔ اگر ہم ہر چیز پر اضی کے احکام بیان ہوں گے۔

یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جن اصول پر شریعت اسلام نے زکوٰۃ کا نڈی بیان میں بھی مطلقاً ہر شخص پر ہر حال میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے بلکہ اس کے لئے متعدد ذیل شرائط ہیں۔ یہاں ان شرائط سے کوئی شرط معدوم ہوئی وہاں زکوٰۃ فرض نہ ہے گی۔

شرائط زکوٰۃ

- (۱) زکوٰۃ پانچ سال کا مسلمان ہونا کا شرط ہے زکوٰۃ نہیں۔ (دینی حجت ہوتی ہے)
 - (۲) بالغ ہونا، عاقل ہونا، عیال کی نفقت میں تکتا ہی۔ مال ادا کر دینا اور اس کے علاوہ دوسری باتوں پر اس کی زکوٰۃ نہیں۔ (ابو ہریرہ)
 - (۳) قتل ہونا، جنوں کے مال پر زکوٰۃ نہیں، جنکس کا جنوں سال ہر مسلسل۔ جب۔ (ابو ہریرہ)
 - (۴) آزاد ہونا، چنانچہ زکوٰۃ کے حکم پر زکوٰۃ نہیں۔
 - (۵) اس مال کا عمل مالک ہونا جس شخص کے قبضہ میں ہو، مالک ہے مگر وہ اس کا مالک نہیں اس پر زکوٰۃ نہیں۔ (ابو ہریرہ)
 - (۶) مال کا بقدر نصاب ہونا۔ نصاب سے کم مال پر زکوٰۃ نہیں۔ (ابو ہریرہ) (نصاب کے معنی "محدودیت و تحریکات" کے عنوان میں بیان ہو چکے ہیں تفصیل کے آ رہی ہے۔)
 - (۷) اس مال کا ضرر یا تھکاوٹ نہ ہو، سزا دہ ہونا اس لئے جو چیزیں انسان کی ضرورت واحتیاج کی میں داخل ہیں جیسے، بنے گا، کان، پہننے کے کپڑے، برتن کے برتن یا فرنیچر یا سواری کی سوار گاری وغیرہ ان پر زکوٰۃ نہیں۔ (دینی حجت ہوتی ہے)
 - (۸) اس مال پر چار ایک سال گذرنا۔ سال ہر گزرنے سے پہلے کسی مال پر زکوٰۃ نہیں۔ (ابو ہریرہ)
 - (۹) مال کا ذی ہوتی ہو، جسے تہا دتی مال ہونا یا سوتا چاندی یا سونے وغیرہ اور جو مال مالک نہیں ہے، اگرچہ ضرورت سے سزا دہ لگتی ہو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ جیسے ایک سے زائد مکان یا مولیٰ یا غیر ضروری برتن اور فرنیچر وغیرہ۔
- یہ تمام شرائط تفصیل کے ساتھ "پانچ شرائط تہارت" کی کتاب میں مذکور ہیں۔ اب ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ کے احکام مطبوعہ و مطبوعہ تفصیل کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔

سونے چاندی کی زکوٰۃ

(۱) سونے کا خالص وزن آٹھ سو گرام ہے سات تولہ ہے اور چاندی کا ساڑھے ہاون تولہ ہے۔ چنانچہ اگر کسی کے پاس ساڑھے ہاون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو اور ایک سال تک ہائی رہے تو سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ پانچ فرض ہے اور اگر اس سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے اور اگر اس سے زیادہ ہو تب بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ (دہریہ ص ۱)

(۲) چاندی یا سونے کے زیور، برتن اور نچا گوشت، کھجور سب پر زکوٰۃ فرض ہے جو بے زبرد وغیرہ استعمال میں رہتے ہوں۔ یاد رکھو، اگر کسی نے زکوٰۃ فرض کی ہر چیز پر زکوٰۃ فرض ہے بلکہ اگر مقدور خصلت سے کم ہو تو زکوٰۃ فرض نہیں۔ (دہریہ ص ۱)

(۳) سونا چاندی فارسی میں نہ ہو بھلا اس میں یہ خوبصورت ملا ہو تو غالب جزا کا اعتبار ہوگا۔ سونا چاندی غالب ہو تو وہ سونا چاندی سمجھا جائے گا اور زکوٰۃ فرض ہوگی اور اگر خوبصورت زیادہ ہو مثلاً ایک تولہ میں ۳ ماشر سونا یا چاندی ہو اور ماشر خوبصورت ہو تو وہ سونا یا چاندی نہیں سمجھا جائے گا اور اس پر زکوٰۃ بجز اس صورت کے فرض نہ ہوگی کہ یہ "مال تجارت" کے طور پر رکھا ہو۔ ملک کے سکے، پیرہنے، کاری پرانگی اسی سے زکوٰۃ فرض ہے کہ وہ چین دینے کے لئے ہوتے ہیں۔

(۴) کسی کے پاس نہ تو پوری مقدار سونے کی ہے اور نہ چاندی کی بلکہ کچھ سونا اور کچھ چاندی ہے تو اگر دونوں کی قیمت ساڑھے ہاون تولہ چاندی کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ فرض ہر آٹھ تولوں چیز پر کم کم ہیں کہ انہوں کی قیمت ملا کر بھی مقدار خصلت کے برابر نہیں ہو تھیں تو زکوٰۃ فرض نہیں آئے سونے اور چاندی کی مقدار پوری پوری ہے تو قیمت لگانے کی ضرورت نہیں بلکہ چاندی کی زکوٰۃ اس کا حساب کر کے لگائی جائے گی اور سونے کی زکوٰۃ اس کا حساب کر کے جمعہ دیں۔ (دہریہ ص ۱)

(۵) کسی کے پاس ساڑھے ہاون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی تھی پھر سال گزرنے سے پہلے وہ چار تولہ یا نو تولہ سونا بھی مل گیا تو اس سونے کا سال ایک شمار نہیں ہوگا بلکہ سب اس چاندی کا سال پرانا ہوگا تو یہ سمجھا جائے گا کہ بعد میں ملے ہوئے سونے کا سال بھی پورا ہو گیا چنانچہ اس پر دے سونے چاندی کی زکوٰۃ کی ادائیگی اسی وقت فرض ہو جائے گی۔ (دہریہ ص ۱)

۱۔ سونے چاندی کے خالص وزن کی طبعی تحقیق مصنف ہو تو مکتبہ اعلیٰ شریعت کی تصنیف "مذہب شریعہ" ملاحظہ فرمائیے۔

(۶) کسی کے پاس ساڑھے پانچ تولہ چاندی یا اس سے زیادہ چاندی تھی پھر سال پورا ہونے سے پہلے ۲۰۴ تولہ یا پچاس ساٹھ تولہ چاندی ہو کر لگنی تو یہاں یہ سمجھا جائے گا کہ اس پر دی چاندی ہر سال گنڈر کیا جاتا ہے اس پر دی چاندی کی زکوٰۃ فرض ہوگی بعد میں شے والی چاندی کو مالِ طبعہ و شمار نہیں کیا جائے گا۔ (براہِ بلد)

(۷) کسی کے پاس ساڑھے پانچ تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ روپے تھا پھر قمری سال پورا ہونے سے ایک دو روز پہلے اتنا ہی یا اس سے کم یا زیادہ روپے ہو کر لگنی تو حسبِ پیمانہ روپے کا سال پورا ہو گا تو یہاں بھی یہی سمجھا جائے گا بعد میں شے والے روپے کا سال الگ شمار نہیں کیا جائے گا۔

خاصہ یہ ہے کہ زمین سال میں مال کے تحفے یا زکوٰۃ کو کوئی اثر نہیں دے گا۔ سال کے ختم پر جتنا مال موجود ہو گا اس پر سال بھر مال پر زکوٰۃ آئے گی۔ فرض یہ کہ ایک شخص کے پاس سال بھر تک صرف ایک بڑا روپہ تھا یا اس کی قیمت کا سونا چاندی بھر سال پورا ہونے سے ایک دو دن پہلے اس کو زیادہ روپے یا اس کی قیمت کا سونا چاندی مل گیا تو زکوٰۃ پھر سے اس بڑی اور کرنی ہوگی۔

پہلے کے کپڑے خواہ کتنی ہی زیادہ قیمت کے ہوں پر زکوٰۃ فرض نہیں کریں پر چھ کام ہیں تو اس کام میں سے جتنی چاندی نکل سکتی ہے اس کا اندازہ کر کے مالِ زکوٰۃ میں شامل کر دے اس کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ مثلاً ایک شخص کے پاس سو تولہ چاندی ہے اور اس تولہ سے کام میں لگائی چاندی ہے تو ایک سو تولہ چاندی کی زکوٰۃ فرض ہوگی یا ۴۰ تولہ سونا یا ۱۵ تولہ چاندی کا کام ہے تو ۲۰ تولہ سونے کی قیمت سے جتنی چاندی خریدی جا سکتی ہے مثلاً آٹھ تولہ کے نرخ کے اعتبار سے اس کی ایک سو چالیس تولہ چاندی آئے تو اس میں پچاس تولہ چاندی کے کام کے شامل کر کے ۱۵ تولہ سونا یا ۴۰ تولہ چاندی کی زکوٰۃ فرض ہوگی۔ (براہِ بلد)

نقد روپیہ کی زکوٰۃ

نقد روپیہ چاہے چاندی کا ہو یا کھٹ و غیرہ کا یا نوٹ کی شکل میں ہو زکوٰۃ فرض ہے۔ (نہی)
اگر کسی کے پاس ساڑھے پانچ تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت کے برابر نقد روپیہ موجود ہو (چاہے سونا چاندی یا کھٹ نہ ہو) تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ نقد روپیہ بھی سونے چاندی کے حکم میں ہے۔ (نہی)

- ۲۔ مثلاً چاندی سو گروہ ہے ۱۰ تولہ ہے تو اگر کسی کے پاس ایک سو اٹھ سو روپے ہوں تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ یہ سارا ہے ہاں تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہے۔
- ۳۔ کسی کے پاس کچھ نقد روپیہ اور کچھ سونا چاندی ہے لیکن علیحدہ علیحدہ اس سے کوئی بھی مقدار حساب کو نہیں پہنچتا تو اس سونے اور چاندی کی قیمت دیکھی جائے گی اگر اس سونے اور چاندی کی قیمت اور وہ نقد روپیہ ملا کر ایک سو اٹھ سو روپے اور یا روپے ہو جائیں گے تو زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں۔ (۱۰۷۱)

حرم۔ مثلاً کسی زمانہ میں سونا ۱۳۰ روپے تولہ اور چاندی ۲۱۳ روپے تولہ ہو تو اگر کسی کے پاس سونے کے ختم پر ایک تولہ سونا اور پانچ روپے نقد ہوں تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ ایک تولہ سونا ایک سو تیس روپے کا ہے اور وہ پانچ روپے ملا کر ایک سو تیس روپے ہو گئے اور یہ رقم سارا ہے ہاں تولہ چاندی کی قیمت سے بہت زیادہ ہے کیونکہ سارا ہے ہاں تولہ چاندی کی قیمت تو سوا سو روپے تولہ کے حساب سے صرف ایک سو اٹھ سو روپے یا روپے ہوتی ہے۔ (۱۰۷۲)

۵۔ لہذا اگر صرف ایک تولہ سونا اور اس کے ساتھ روپے یا چاندی باقی نہ ہوں تو زکوٰۃ فرض نہیں۔ (جیسا کہ عام کتاب فقہ میں مذکور ہے)

۶۔ کسی کے پاس تین سو روپے نقد تھے پھر سال چھ ماہ گئے سے پہلے دس روپے یا روپے مل گئے تو ان دس روپے کا حساب علیحدہ نہیں کیا جائے گا بلکہ جب ان تین سو روپے کا سال پورا ہو گا تو پورے پانچ سو روپے کی زکوٰۃ فرض ہوگی اور یہ سمجھا جائے گا کہ پورے پانچ سو روپے پر سالیانہ گزرا۔ (۱۰۷۳)

مال تجارت کی زکوٰۃ

مال تجارت وہ مال ہے جو فروخت کرنے کی نیت سے لیا ہو اس کا حساب بھی دی ہے جو نقد روپے کا حساب ہے یعنی کل مال کی قیمت اگر سارا ہے ہاں تولہ چاندی یا سارا ہے سونا تولہ ہونے کے برابر یا اس سے زیادہ ہو جائے تو سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ یا فرض ہے۔ (۱۰۷۴، ۱۰۷۵)

۱۔ چاندی کی قیمت میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ زکوٰۃ کا لیتے وقت اس قیمت میں سب کمی بیشی مسترد کی۔ یہ کتاب میں قیمت کی بھی مثالیں دی ہیں، وہ سب اس زمانہ کی بھی ہوتی ہیں، وہ چاندی بہت سستی رہی اس لیے۔ سب چاندی کی قیمت بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ لہذا زکوٰۃ کا لیتے وقت چاندی کا پورا معلوم کر کے اس کے مطابق حساب کرنا پڑے گا۔ اس میں بھی قیمت میں کمی بیشی ہے اس کا اعتبار نہ کیا جائے۔ (۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸)

۱۔ سو سونا چاندی اور نقد روپے کے علاوہ ہتھی چڑی بھٹا سچے سوچیں کا ہر دوا دانا جامہ مثل، مانگ بھگت وغیرہ ہاتھ چیزوں کے بہتے ہوئے برتن وغیرہ یا کپڑے جو تے وغیرہ، فرنیچر یا کوئی اور سامان اس کا حکم یہ ہے کہ یہ مال اگر تہارت کے واسطے لیا جتے مقدار انصاف ہوئے ہر سال گزرنے پر اس کی زکوٰۃ کا فرض ہو گا مگر تہارت کے لئے نہیں لیا تو زکوٰۃ فرض نہیں ہو گا۔ (کتبی ہی قیست اور کتبہ ہی زکوٰۃ ہو اور بے ضرورت رکھا ہو۔ (درمختار علی)

۲۔ اگر سو سونا چاندی کے علاوہ کوئی اور سامان اپنے استعمال کے واسطے لیا تھا مگر تہارت کا ہر اس کو فروخت کرنے کا ارادہ ہو گیا مگر فروخت نہیں ہوا اور سال گزر گیا تو اس پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ نہتہ معتبر ہے جو مال لینے وقت ہوا اور یہاں مال لینے وقت تہارت کی نیت نہیں تھی اس لئے یہ مال تہارت نہیں۔ پس جب اس کی فروخت شروع کر دے اس وقت سے تہارتی مال قرار پائے گا اور اس وقت کے بعد اگر یہ سال بھر مال رہا تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ (ہدایہ)

۳۔ دکان میں جو ملاریاں وغیرہ سامان رکھنے کے لئے رکھی ہوں یا فرنیچر وغیرہ استعمال کے لئے رکھا ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں بلکہ یہ مال تہارت نہیں بلکہ اگر کوئی فرنیچری کی تہارت کرتا ہو یعنی یہ فرنیچر تہارت کی نیت سے خرید گیا ہو یا عیالیا گیا ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ اس صورت میں یہ مال مال تہارت ہے۔ (درمختار علی)

۴۔ اگر کسی کے پاس کئی مکانات ہوں اور اس کو گریہ پر چلا تا تو ان مکانوں کی قیست پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں وغیرہ ہتھی ہی قیست کے کیوں نہ ہوں۔ اہل حق کے گریہ سے حاصل شدہ رقم جس قدر سال بھر کے ختم تک باقی رہے گی اس کی زکوٰۃ نقد روپے کے حساب سے ادا کرنا ضروری ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی نے مثلاً ایک بڑا ہزار اندروپے کے برتن فرنیچر یا سامان لے یا سا بکلیں وغیرہ یا کوئی اور سامان گریہ پر دینے کے لئے خریدا اور گریہ پر چلا تا تو ان چیزوں پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں کیونکہ گریہ پر چلانے سے مال مال تہارت نہیں بنتا اور اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔ البتہ گریہ سے جو روپیہ حاصل ہو گا اس کا وہی حکم ہے جو نقد روپے کا ہے یعنی یہ روپیہ اگر مقدار انصاف ہو اور ایک سال گزر جائے تو اس روپے پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ (ہدایہ کاظمی خان)

۵۔ پر خشک پر لیس نکار خانوں اور سطوں وغیرہ میں جو مشینیں نہت ہوں وہ بھی مال تہارت نہیں ہذا ان پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں۔ البتہ اگر مشینیں تہارت کی نیت سے خریدی ہوں کہ ان کو فروخت کیا کریں گے تو ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہوگی۔ درزی کی کپڑے سینے کی مشینیں، بارہلی ٹھین وغیرہ کی مشینیں اور برقمش کی مشینیں وغیرہ کا یہی حکم ہے۔ (درمختار علی)

۶۔ کارخانے اور مل، وغیرہ کی مشینوں پر تو زکوٰۃ فرض نہیں لیکن ان میں جو مال چار ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ ہے۔

اسی طرح جو خام مال مل میں سداہن چار کرنے کے لئے رکھا جاتا ہے اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ خام مال اور چاہ شدہ مال سب کی قیمت لگا کر اس کا اضافی فیصد زکوٰۃ چار کرنا فرض ہے۔

(درن، ۱۸۱ ص ۱)

۷۔ کسی کے پاس کچھ سود یا چاندی اور کچھ مال تھارت ہے لیکن علیحدہ علیحدہ نہ سونا نہ چاندی بجز نصاب ہے اور نہ مال تھارت بجز نصاب ہے تو سب کو مل کر دیکھیں مگر اس مجموعہ کی قیمت ساز سے ہونے والی چاندی یا سونے کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ فرض ہوگی اور اگر پھر بھی کم رہے اور زکوٰۃ فرض نہیں۔ (ہدایہ)

۸۔ ملوں اور کمپنیوں کے ضمیمہ زیر بھی ختم سال کے وقت جو قیمت فیروز کی بازار میں ہو اس کے مطابق زکوٰۃ فرض ہے۔ بہت کمپنیوں کے فیروز کی قیمت میں چاندی مشینری، مکان اور فرنیچر کی قیمت بھی شامل ہوتی ہے جو حقیقتہً زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے اس لئے اگر کوئی شخص کمپنی سے دریافت کر کے جس قدر قیمت اس کی مشینری، مکان اور فرنیچر میں ملے گی اس کو اپنے حصہ کے مطابق فیروز کی قیمت میں سے کم کر کے باقی کی زکوٰۃ دے دے یہ بھی بہتر اور درست ہے۔ مثلاً فیروز کی قیمت ایک سو روپے ہے اور حقیقت سے یہ معلوم ہوا کہ چاندی فیصد مشینری، مکان اور فرنیچر میں ملے گی تو فیروز کی قیمت سے چاندی کم کر کے باقی حصہ کی زکوٰۃ فرض ہوگی۔ (درن، ۱۸۱ ص ۱)

مقروض پر زکوٰۃ کب فرض ہے کب نہیں

۱۔ کسی کے پاس دو سو روپے ہیں اور اس نے وہ چاندی مقروض ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ چاہے وہ دو سو روپے پورا سال اس کے پاس نہ رکھے ہیں اور اگر زیادہ سو روپے کا مقروض ہے تو پھر بھی زکوٰۃ فرض نہیں کیونکہ زیادہ سو روپے کے قرض ہونے تو صرف یہاں دو روپے ضرورت سے نہ مل سکے اور یہاں نہ پہنچ سکے اور نہ مل سکے ہوں تو چاندی کی قیمت سے کم ہیں۔ (ہدایہ جلد ۱)

۲۔ اگر کسی کے پاس چاندی سو روپے ہیں اور سو روپے کا مقروض وہ ہے تو اس پر قرض سو روپے کی زکوٰۃ فرض ہے۔ (ہدایہ جلد ۱)

قرض خواہ پر زکوٰۃ کب فرض ہے کب نہیں؟

اگر آپ کمال کسی کے ذمہ قرض ہے تو اس سال کی زکوٰۃ بھی آپ پر فرض ہے بشرطیکہ قرض سال کا ختم ہوا ہو اور اگر سال کا ختم نہ ہو یا اگر سال کا ختم ہو تو آپ کے پاس کوئی شہادت یہ بتا دے کہ قرض ابھی موجود ہو جس کے ذریعے آپ ذریعہ حالت وصول کر سکتے ہوں۔

لیکن طرہیں کئی ہیں قسمیں ہیں :

۱۔ ایک یہ کہ نقد ہے یا سود چاندی کبھی کو قرض دیا یا تجارت کمال کسی کو فروخت کیا تو اس کی قیمت اس کے ذمہ باقی ہے بلکہ یہ سال ایک سال یا دو تین سال کے بعد وصول ہو جائے قرض کو قہر کی اصطلاح میں دین قوی کہا جاتا ہے یہ قرض اگر بقدر نصاب یعنی ستر ہجری یا نہ تو چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو وصول ہونے پر پچھلے تمام سالوں کی زکوٰۃ پر فرض ہے لیکن اگر یکمشت وصول نہ ہو بلکہ تھوڑا تھوڑا وصول ہو تو جب بقدر نصاب کا پانچویں حصہ یعنی میں فیصد وصول ہو جائے تو صرف اس پانچویں حصہ کی زکوٰۃ قرض ہوگی اور اسی طرح ہر پانچویں حصہ کی زکوٰۃ قرض ہوتی رہے گی لیکن یہ یاد رہے کہ کو چار سال کی نکالی جائے گی۔

اور اگر یہ پورا قرض بقدر نصاب نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ قرض نہیں آتا اگر آپ کے پاس کچھ اور مال بھی ہے اور وہوں کا بقدر نصاب ہو جائے تو زکوٰۃ قرض ہوگی۔ (اشی میں ۲، ص ۱۵۳)

۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ قرض نقد ہے یا سود چاندی کی صورت میں دیا گیا ہو نہ سود چاندی کی صورت میں اور نہ ہی تجارت فروخت کیا ہو بلکہ کوئی اور چیز فروخت کی تھی تو تجارت کی تھی مثلاً اپنے کے کپڑے یا گھر کا سامان یا کوئی زمین فروخت کی تھی اور اس کی قیمت باقی ہے۔ ایسے قرض کو اصطلاح میں ذہن متوسط کہتے ہیں تو یہ قیمت اگر بقدر نصاب ہے تو کئی سال کے بعد وصول ہوئی تو وصول ہونے پر ان تمام سالوں کی زکوٰۃ اس پر بھی فرض ہوگی اور اگر یکمشت وصول نہ ہو تو جب تک یہ قرض چھری بقدر نصاب کے برابر وصول نہ ہو جائے اس وقت تک اس پر زکوٰۃ قرض نہیں ہوتا۔ جب بقدر نصاب وصول ہو جائے تو وصول شدہ قرض پر پچھلے تمام سالوں کی زکوٰۃ قرض ہے۔ (اشی میں ۲، ص ۱۵۴)

مسئلہ : اس دوسری قسم کا قرض اگر یکمشت وصول نہ ہو بلکہ ٹکڑا ٹکڑا چلی مرتبہ وار پے شے اگر آپ کے پاس پہلے سے عین اصل بقدر نصاب موجود ہے تو یہ چندہ ہے اس موجودہ ہے کے ساتھ ساتھ نصاب ہو گا چنانچہ جب ان ایک سو چندہ روپے کا سال پورا ہو گا تو یہ کچھ ہائے گا کہ قرض سے وصول

۱۔ سنے والے چند روپے پر بھی پورا سال گزار گیا لہذا ہم دس ایک سو تیس روپے کی زکوٰۃ فرض ہوگی۔
 ۲۔ تیسری قسم یہ ہے کہ نقد روپیہ قرض دیا نہ سونا چاندی دیا نہ صرف کوئی چیز فروخت کی بلکہ کسی اور سب سے آپ کا دوسرے کے ذمے ہو گیا۔ مثلاً عورت کا سر شور کے کام ہو یا شوہر کا بولی طلع عورت کے ذمہ ہو یا بیت (خون بہا) کسی کے کام ہو یا ملازم کی گڑاوارہ کرنا ہاتی ہو ایسے قرض کو فقہاء دین ضعیف کہتے ہیں اور اس قسم کا حکم یہ ہے کہ اس کا حساب وصول ہونے کے دن سے ہوگا پچھلے سالوں کی زکوٰۃ قرض نہیں ہوگی چنانچہ وصول ہونے کے بعد اگر اس پر ایک سال گزر گیا تو اس سال کی زکوٰۃ قرض ہوگی نہ نہیں۔ (نہای جلد دوم ص ۷۰)

مسئلہ : پرانی قرض تیسری قسم میں داخل ہے لہذا ملازمت چھوڑنے کے بعد سب اس لہذا کا دہیہ وصول ہوگا اسی وجہ سے اس روپے کے سال کی ابتدا ہوگی اور پچھلے سالوں کی زکوٰۃ قرض نہیں ہوگی۔
 اطلاع : اس مسئلہ میں بعض علماء کا اختلاف ہے وہ اس کو دین قوی یا متوسط قرار دیتے ہیں اور اس پر بھی گندھ سناہوں کی زکوٰۃ لازم کرتے ہیں اس لئے احتیاطاً کوئی یادگار دے تو افضل ہے۔ اس مسئلہ کی مکمل تحقیق مع داداں کے دیکھنا ہوتا ہے میرزا محمد تقی جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ دے دی تو اس کا حکم

۱۔ اگر کوئی مالدار کہ جس پر زکوٰۃ قرض ہے سال گزرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ دے دے تو یہ جائز ہے۔ اس کی زکوٰۃ ۱۲۸ ہو گئی اور اگر وہ اپنی اہل مالدار نہیں بلکہ کہیں سے ملنے کی امید پر مال سے پہلے ہی زکوٰۃ دے دی تو یہ زکوٰۃ نہیں ہوگی جب یہ مال مل جائے اور اس پر سال گزر چکے تو وہ بارہ زکوٰۃ (چھ فرض ہے) (جدید جلد اول)

۲۔ مالدار شخص اگر کسی سال کی زکوٰۃ چھوڑ دے تو یہ بھی جائز ہے چاہے اگر کسی سال مال جو وہ گپے تو اس جو دے ہوئے مال کی زکوٰۃ علیحدہ دینا ہوگی۔ (جدید جلد اول)

۳۔ کسی کے پاس ایک سو تیس روپے ضرورت سے نہ پاوے گئے ہیں اور سو روپے حریج ملے کی امید ہے اس نے پہلے ۱۲۸ روپے کی زکوٰۃ دے دی تو یہ بھی جائز ہے لیکن ختم سال پر وہ یہ نصاب سے کم رہ گیا مثلاً ایک سو روپے باقی رہ گئے تو زکوٰۃ صاف ہوگی اور دیا ہوا صدقہ عاقل ہو گیا اس کا ثواب ملے گا۔ (جدید جلد اول)

سال مکمل ہونے کے بعد مال ختم یا کم ہو جانے کا حکم

۱۔ کسی کے مال پر پورا سال گزر گیا لیکن ابھی زکوٰۃ نہیں دی کہ تمام مال چوری ہو گیا یا کسی اور طریقہ سے ضائع ہو گیا تو زکوٰۃ معاف ہوگی لیکن اگر اپنا مال اپنے اختیار سے کسی کو دے دیا یا کسی اور طرح اپنے اختیار سے ضائع کر دیا تو جس قدر زکوٰۃ فرض ہوئی تھی وہ معاف نہیں ہوگی بلکہ دینا پڑے گی۔ (پارہ ۱۰، ص ۲۷)

۲۔ سال پورا ہونے کے بعد کسی نے زکوٰۃ کی نیت کے بغیر اپنا مال خیرات کر دیا تو ابھی زکوٰۃ معاف ہوگی۔ (پارہ ۱۰، ص ۲۷)



احکام عید الاضحیٰ

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مہلت کے لئے عشرہ ذی الحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں۔
 ان میں ایک دن کاروبار ایک سال کے برابر اور ایک رات میں عبادت کرنا سب قدر کی
 عبادت کے برابر ہے۔ (ترمذی میں ہے)

قرآن مجید سورہ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے۔ وہ دس راتیں بمبہر کے قول
 میں یہی عشرہ ذی الحجہ کی راتیں ہیں۔ نصوص سابقہ میں تاریخ یعنی عرفہ کا دن اور عرفہ اور عید کی دو سیاقی راتیں،
 ان تمام ایام میں بھی خاص فضیلت رکھتے ہیں۔ عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کاروبار رکھنا ایک سال گزشتہ اور
 ایک سال آنند کا کفارہ ہے اور عید کی رات میں روئے آوردہ کر عبادت میں مشغول رہنا بہت بڑی فضیلت
 اور ثواب کا موجب ہے۔

تکبیر تشریق

الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر والله الحمد

عرفہ یعنی نویں تاریخ کی صبح سے عصر ہوئی تاریخ کی عصر تک ہر نماز فرض کے بعد پندرہ بار ایک مرتبہ
 یہ تکبیر پڑھنا واجب ہے۔ فتویٰ اس پر ہے کہ باجماعت نماز پڑھنے والے اور تنہا پڑھنے والے اس میں برابر
 ہیں اسی طرح مرد و عورت دونوں پر واجب ہے بلکہ عورت پندرہ تکبیر نہ کہ آہستہ کہے۔ (نہی)

تہنیت

اس تکبیر کا مسدود بلند آواز سے کہنا ضروری ہے بہت لوگ اس میں غفلت کرتے ہیں پڑھتے ہی
 نہیں یا آہستہ پڑھ لیتے ہیں اس کی اصلاح ضروری ہے۔

نماز عید

عید الاضحیٰ کے روز پہنچیں مسنون ہیں :

صبح سویرے صلاۃ فصل و صواک کرنا پاک صاف مرد و بچہ سے جو اپنے پاس ہوں پہننا خوشبو لگانا
 عید کی نماز سے پہلے کھانا کھانا اچھے گاؤں کو جاتے ہوئے تکبیر نہ کہواں اور پندرہ بار بلند پڑھنا۔

قربانی کے معاملہ میں اس پر سوال گزرتا بھی شرعاً نہیں، بچہ اور مخمور کی ملک میں اگر اکٹیل ہو بھی تو اس پر اس کی طرف سے اس کے دل پر قربانی پر واجب نہیں، اسی طرح جو شخص شری کا حد سے کے سوائے سائر ہوا اس پر بھی قربانی لازم نہیں۔ (۵۱)

مسئلہ : جس شخص پر قربانی واجب تھی مگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خریدا تو اس کی قربانی واجب ہوگی۔ (۵۲)

قربانی کے دن

قربانی کی عبادت صرف تین دن کے ساتھ مخصوص ہے جس دن میں قربانی کی کوئی عبادت نہیں قربانی کے دن ای الحج کی دسویں، گیارہویں، اور بارہویں تاریخیں ہیں ان میں جب چاہے قربانی کر سکا ہے عبادت پہلے دن کرنا افضل ہے۔

قربانی کے بدلے میں صدقہ و خیرات

اگر قربانی کے دن گزر گئے ہوا حقیقت یا غفلت یا کسی عذر سے قربانی نہیں کر سکا تو قربانی کی قیمت نقد یا مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے لیکن قربانی کے تین دنوں میں جانور کی قیمت صدقہ کر دینے سے یہ واجب ادا نہ ہوگا، ہمیشہ گناہ رہے گا، کیونکہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے۔

جیسے نماز پڑھنے سے روزہ اور روزہ رکھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی، نہ کو چاہا کرنے سے حج ادا نہیں ہوتا، ایسے ہی صدقہ و خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی، رسول کریم ﷺ کے ارشادات اور تعامل اور تعامل صحابہ کرام اس پر شاہد ہیں۔

جن بستیوں، شہروں میں نماز جمعہ و عیدین جائز ہے وہاں نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں، مگر کسی نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو اس کو دوبارہ قربانی لازم ہے۔ عبادت چھوٹنے کا وہاں میں جہاں جمعہ و عیدین کی نمازیں نہیں ہوتیں تو یہ لوگ دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں، ایسے ہی اگر کسی عذر کی وجہ سے نماز عید پہلے دن نہ ہو سکے تو نماز عید کا وقت گزر جانے کے بعد قربانی درست ہے۔

مسئلہ : قربانی رات کو بھی جائز ہے مگر بہتر نہیں۔ (۵۳)

قربانی کے جانور

نکرا ادبہ، بھیڑی ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہے گائے بٹل، بھینس، سات، سات آدمیوں کی طرف سے ایک کافی ہے۔ بشرطیکہ سب کی نیت ثواب کی ہو کسی کی نیت محل گوشت کھانے کی نہ ہو۔

مسئلہ : نکرا، بکری ایک سال کا چار ماہ کا ضروری ہے۔ بھیڑی و ادبہ اگر چار ماہ چار ماہ کے بچے میں سال بکر کا معلوم ہو تو ادبہ بھی جائز ہے گائے بٹل، بھینس دو سال کی گوشت پانچ سال کا ہونا ضروری ہے۔ ان عمروں سے کم جانور قربانی کے لئے کافی نہیں۔

مسئلہ : اگر جانوروں کا فروخت کرنے والا مر پڑی بنا تا ہے اور نگاہی حالات میں اس کے جان کی تکفیر نہیں ہوتی اس پر اسکا کھانا جائز ہے۔

مسئلہ : جس جانور کے پیٹنگ پیدائشی طور پر نہ ہوں، پانچ سال سے نوٹ کیا ہو اس کی قربانی درست ہے۔ ہاں پیٹنگ جز سے اکڑ گیا ہو اس کا اثر دماغ پر ہونا لازم ہے تو اس کی قربانی درست نہیں۔ (۱۵۱)

مسئلہ : شخصی (دہیا) بکر کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔ (۱۵۲)

مسئلہ : اگر جسے کالے انگڑے جانور کی قربانی درست نہیں اسی طرح ایسا مرد بھی جانور جانور قربانی کی جگہ تک پہنچاؤں سے نہ جائے اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ (۱۵۳)

مسئلہ : جس جانور کا تھانی سے زیادہ کان یا دم وغیرہ کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ (۱۵۴)

مسئلہ : جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر نہ ہوں اس کی قربانی جائز نہیں۔ (۱۵۵)

مسئلہ : اگر جانور صحیح سالم خرید یا تھا پھر اس میں کوئی عیب مانع قربانی پیدا ہو گیا تو اگر خریدنے والا فنی صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کے لئے اسی عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے، اور اگر یہ شخص فنی صاحب نصاب ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس جانور کے بدلے دوسرے جانور کی قربانی کرے۔ (۱۵۶)

قربانی کا مسنون طریقہ

اپنی قربانی کو خواہے یا نہ ہو ذبح کرنا اہل گنہگار کے لئے واجب ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرنا سکتا ہے مگر ذبح کے وقت وہاں خود بھی حاضر رہنا اہل گنہگار کے لئے واجب ہے۔

مسئلہ : اپنی قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے نہ ہاں سے کچھ کچھ کی ضرورت نہیں بہت ذبح کرنے کے وقت سماعت اٹھا کر کہنا ضروری ہے نہ صرف یہ کہ جب جانور کو ذبح کرنے کے لئے روکا جائے تو یہ دعا پڑھے :

بسمی وجہت وجہی للذی فطر السموات والأرض حنیفاً وما انا من
العشیرتین . ان صلواتی وسکری ومحبتی ومعافی لہ رب العالمین .
ابو ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے :

اللہم نقبلہ منی کما تقبلت من حبیبک محمد و خلیلک
ابراہیم علیہما السلام

قربانی کا گوشت

- ۱۔ جس جانور میں کوئی صدمہ نہ ہو تو گوشت دین کر کے تقسیم کیا جائے گا تو اس سے تقسیم نہ کریں۔
- ۲۔ اہل گنہگار کے لئے قربانی کا گوشت تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے دل و عیال کے لئے رکھے، ایک حصہ اصحاب و اقارب میں تقسیم کرے، ایک حصہ فقراء و مساکین میں تقسیم کرے اور جس شخص کا عیال زیادہ ہو تو تمام گوشت خود بھی رکھ سکتا ہے۔
- ۳۔ قربانی کا گوشت فروخت کرنا حرام ہے۔
- ۴۔ ذبح کرنے والے کی ہر قسم کی گوشت یا کھانا دینا جائز نہیں مگر ہر طرح کی چیز دینی جائز ہے۔

قربانی کی کھال

- ۱۔ قربانی کی کھال کو اپنے استعمال میں لانا حرام ہے بلکہ دینا جائز ہے یا بیچنے کی کوئی چیز دینا جائز ہے وغیرہ خواہ کھال دینا یا بیچنا ہو۔

صدقہ کرنا اس کا واجب ہے اور قربانی کی کمال کو فروخت کرنا بدون نیت صدقہ کے جائز بھی نہیں۔ (ماکبیری)

۲۔ قربانی کی کمال کسی کی خدمت کے معاملہ میں دیا جائز نہیں۔ اس لئے مسجد کے صوفان یا امام غیرہ کے حق اللہ مت کے طور پر ان کو کمال دینا درست نہیں۔

۳۔ مدارس اسلامیہ کے فریب دہانہ طلباء یا ان کمالوں کا بہترین مصرف ہیں۔ کہ اس میں صدقہ کا ثواب بھی ہے اور احیائے علم دین کی خدمت بھی مگر مدرسین و ملازمین کی تنخواہ اس سے دینا جائز نہیں۔

واللہ الموفق والمعين



اذان، نماز، خطبہ جمعہ عربی زبان میں کیوں ضروری ہیں؟

دلائل شرعیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ نماز اذان وغیرہ عربی زبان میں ہوں غیر عربی میں نہ ہوں کیونکہ تمام نماز اور خطبہ جمعہ سے اس کے خلاف ثابت نہیں ہوا اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام سے کبھی غیر عربی میں ثابت ہوا اور ائمہ اہل علم میں بہت سے حضرات کی زبانوں سے واثق تھے۔

خطبہ جمعہ غیر عربی میں جائز نہیں

سنن اور آداب طلبہ کا ثبوت ہی کہ کچھ صحابہ کے افعال سے ہے جس کی بنا پر فقہانے ان آداب کی تصریح فرمائی ہے۔ عالمگیری کی کتاب المستوفی باب رساں میں ۱۳ ج ۱ مصری اور عراقی میں ۱۵ ج ۲ میں ان کی تفصیل موجود ہے۔

خطبہ عربی میں ہونا حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور حضرت شافعی رحمہ اللہ امام مالکی رحمہ اللہ اور حنفی رحمہ اللہ نے اسی شکل سے ثابت کیا ہے جس سے چند شخص ثابت ہیں یعنی مکمل اور موصوفت ہی کہ کچھ ہیں اور پھر صحابہ کرام کی بارگاہ یہ کہ جس طرح آج تبلیغ اور کام دہان کی حیثیت و شامت کی حاجت ہے اس وقت اس سے زیادہ تھی کیونکہ اب قتبہ رسائل ہر قوم کی زبان میں ہزار بار موجود ہیں اور اس وقت سلسلہ تصنیف بالکل قائم ہے نیز یہ بھی نہ تھا کہ حضور ﷺ کے مخالف ہمیشہ عرب ہی ہوں بلکہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ ہم وہاں اور مختلف بلاد علم کے لوگ آنحضرت ﷺ کی مجلس طلبہ میں شریک ہوتے تھے اب اگر یہ فرض کر لیا کہ ہم نے کہ حضور ﷺ کی بارگاہی زبان عربی ہونے کے بعد عربی زبان میں طلبہ نہ دیتے تھے تو اگر مقصود طلبہ دینے تبلیغ ہی تھا تو تبلیغ سرور کا نہایت ہی ظاہر ہے کہ تمام تمام عالم عرب علم کے لئے عام ہے تو انہوں کی دعاوت سے آیا کیا جا سکتا ہے کہ کسی صحابی کو حکم فرما دے تو خطبہ کے بعد ہی اس کا ترجمہ انہوں کی زبان میں نہ دے دے جیسا کہ بعض مذہب وغیرہ سے مکالمہ کے وقت ترجمان سے کام لیا جاتا تھا۔

لیکن تمام عربی میں اس قسم کا ایک افتاد بھی مراد نہیں۔ آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک شکل رساں کی صورت میں بلاد علم میں داخل ہوئے اور دنیا کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا جہاں

اسلام کا کلمہ نہیں پہنچا دیا اور شعائر اسلام (لہذا جمعہ اور عیدین) کا نام نہیں کر سچے۔ ان حضرات کے طلبہ ہارنٹ کی کتابوں میں آج بھی بالخصوص مذکور وہاں ہیں۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی کبھی جہاد میں داخل ہونے کے بعد اپنے مخالفین کی نگلی زبان میں خطبہ نہیں دیا حالانکہ وہ ابتدائی دور اسلامی تعمیرات کی اشاعت کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا۔ جب کہ تمام لوگ تبلیغ احکام کے لئے آج سے کہیں زیادہ محتاج تھے۔

یہاں یہ شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ان کہنگی زبان کی حقیقت نہ تھی کیونکہ بہت سے صحابہ کرام کے حقائق ان کی سوانح ائمہ کرام میں تصریح ہے کہ وہ فارسی یا عجمی یا غیر عربی نہیں جانتے اور ان میں بخوبی تصریح کرتے تھے حضرت زید بن ثابت کے حقائق ثابت ہے کہ وہ بہت سی لغت زبانیں جانتے تھے۔ اسی طرح حضرت سلمان تو خود فارسی کے رہنے والے اور حضرت ابوالفضل کے بعد حضرت مصعب نام کے باشندے تھے اسی طرح بہت سے حضرات صحابہ ہیں جن کی مادری زبانیں عربی کے علاوہ دوسری تھیں۔

اس کے علاوہ اگر معافی طلب کیا جائے تو اس کے علم میں وہ بہت خطبہ ضروری سمجھا جاتا تھا اور طلبہ کا مقصد صرف تبلیغ ہی ہوتی تو جو سہل آج کیا جاتا ہے کہ خطبہ عربی میں پڑھنے کے بعد اس کا ترجمہ اور دوسری نگلی زبانوں میں کر دیا جائے تو یہ کیا اس وقت ممکن تھا؟ جیسا کہ دوسری نگلی زبانوں کی ضرورتوں کے لئے ہر صوبہ میں حوالہ حکومت اپنے پاس ترجمان رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک مستقل ترجمان انیس ضرورتوں کے لئے اپنے پاس ملازم رکھا تھا (ابوہاماد بن ابی اسحاق) لیکن اس کے باوجود کبھی نہ حضرت ابن عباسؓ سے یہ حصول ہے کہ آپ نے عربی طلبہ کا ترجمہ ترجمان کے ذریعہ نگلی زبان میں کر لیا اور نہ کسی دوسرے صحابی سے اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ طلبہ کے لئے سنت یہی ہے کہ صرف عربی زبان میں پڑھا جائے اور بوقت طلبہ کوئی ترجمہ وغیرہ بھی اس کا نہ کیا جائے۔ عبادت ذیل اس مقصد کی دلیل ہیں محدث ابنہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہانی شرح مسطاب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”جب ہم نے نبی کریم ﷺ کے خطبوں پر غور فرمایا تو ان میں چھ چیزوں کا ثبوت ملا جن میں سے محمد ﷺ اور کلمہ شہادت اور وہ نبی کریم ﷺ پر اور تقویٰ کا امر کرنا اور کسی آیت کا پڑھنا اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرنا اور طلبہ کا عربی زبان میں ہونا۔“

پھر فرمایا کہ طلبہ خاص عربی زبان میں ہونا اس لئے ہے کہ تمام مسلمانوں کا مشرق و مغرب میں پیش کیا جائے۔ ہر جگہ اس کے کلمہ بہت سے علماء کرام میں بحال نگلی لوگ تھے۔

اور امام نووی نے کتاب اذکار میں تحریر فرمایا ہے کہ خطبہ کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عربی زبان میں ہو اور اذکار میں شروع یعنی اصولہ کے بیان میں لکھتے ہیں :

و علی هذا الخلاف الخطبت و جمیع الاذکار

”یعنی خطبہ اور تمام اذکار اور اذکار میں بھی ایسی اشکاف ہے کہ امام صاحب غیر عربی میں پڑھ سکتے ہیں اور مسلمانین کا پڑھ سکتا لیکن امام صاحب سے ہمیں کقول کی طرف رجوع قبول ہے۔“
اور آخر شوافع میں سے امام حنفی فرماتے ہیں :

فهل بشرط تكون الخطبت تكلمها بالعربية و جهان الصحيح اشترطه
فلن لم يكن منهم من يحسن العربية عطف بغيرها و يجب عليهم
التعلم والا عصفوا ولا حجت لهم - (شرح منہاجہ ص ۲۳۹ ج ۲)
”کہہ دیا خطبہ کا عربی میں ہونا شرط ہے اس میں وہ کہہ دیتے ہیں مگر یہ ہے کہ عربی میں ہونا شرط ہے۔
ہاں اگر کوئی ایسا آدمی حاضرین میں نہ ہو جو عربی پڑھ سکتے ہو عربی کے سوا دوسری زبان میں
خطبہ پڑھے۔ اور پھر ان پر وہ ادب ہوگا کہ عربی سیکھیں۔ نہ کہہ سکیں۔“

اس شبہ کا جواب کہ جب مخاطب سمجھتے نہیں
تو پھر خطبہ عربی میں پڑھنے سے کیا فائدہ

ہر مذہب یہ بات ثابت ہوئی کہ خطبہ جس کا مقصود اصلی صرف دعا و تذکیر نہیں بلکہ ذکر اللہ اور ایک
مہارت ہے اور ایک جماعت فقہاء کی اس وجہ سے اس کو دوسروں کا قائم مقام کہتی ہے تو اب یہ سوال
سرے سے منقطع ہو گیا کہ جب مخاطب عربی مہارت کو سمجھتی نہیں تو عربی میں خطبہ پڑھنے سے کیا
فائدہ؟ کیونکہ اگر یہ سوالی خطبہ پڑھنا ہوگا تو پھر صرف خطبہ پر نہ رہے گا بلکہ نماز اور قرآن و قرآن پاک پر
پہنچتے خطبہ کے زیادہ و چسپاں ہونا ہے کیونکہ قرآن مجید کی فرض و عبادت قبول سے آخر تک ہدایت ہی
ہدایت ہے اور وہ تخلیق الحکام ہی کے لئے ہمارے اور پھر ان واقعات اور تعمیرات جن کا مقصد
محض لوگوں کو جمع کرنا کسی خاص عمل کا اعلان کرنا ہے۔

اُردو میں اذان کیوں نہیں؟

یہاں یہ سوال پہنچتے خطبہ کے زیادہ وضاحت کے ساتھ عائد ہوگا کہ حی علی الصلوٰۃ۔
حی علی الصلوٰۃ کون جانتا ہے۔ نماز کو چلو۔ نماز کو چلو کی آواز دینی چاہئے یا کم از کم ترجمہ کر دینا

چاہیے اور اگر شبہ کیا جائے کہ اذان تو کلمات مقررہ میں ایک اصطلاح سی ہوگئی ہے یا موجود معانی نہ سمجھنے کے بھی مقصد اعلان حاصل ہے تو صحیح نہیں کیونکہ نفس اعلان اور اصطلاح کے لئے تو چند کلمات تکبیر و شہادتیں بھی کافی تھیں ان سے اعلان کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو پھر سرے سے باقی الفاظ کا کہنا ہی فضول ہوگا۔

لیکن غالباً کوئی سمجھ دار مسلمان اس کو ترجیح نہ کرے گا کہ نماز میں قرات و تکبیرات کے اور اسی طرح تمام شعائر اسلامیہ اذان و اقامت وغیرہ کو اردو یا دوسری کئی زبانوں میں پڑھا جایا کرے۔ بلکہ سب جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی اصلی فرض اگرچہ تبلیغ احکام ہی ہے لیکن نماز میں اس کے پڑھنے کی فرض اصلی یہ نہیں بلکہ ہاں صرف اذان کی عبادت اور ذکر اللہ مقصود ہے اور نماز میں اسی حیثیت سے قرات قرآن پاک کی جاتی ہے تبلیغ و دعا مقصود نہیں ہو گا اور اگر حاصل ہو جائے تو وہ ضمرنا ہے۔

لیکن اسی طرح خطبہ جو کہ سمجھا جائے گا اس کا مقصد اصلی ذکر عبادت ہے اور وہ خطبہ جو اس میں ہے صحابی حاصل ہو جائے تو بہتر ہے نہ کوئی حرج نہیں اس لئے قرات قرآن اور تکبیرات و اذان وغیرہ کی طرح خطبہ جو کہ بھی خاص عربی میں پڑھا جائے دوسری زبان میں پڑھا یا عربی میں پڑھ کر ترجمہ کرنا خلاف سنت بلکہ بدعت و ناجائز ہے اور نماز تو اس طرح اذان ہوگی۔

یہاں تک اصل مسئلہ کا جواب تو صاف ہو گیا کہ خطبہ جو عربی کے سوا کسی زبان میں پڑھا یا عربی میں پڑھ کر دوسری زبان میں ہی وقت ترجمہ کرنا بدعت و ناجائز ہے۔ حضور ﷺ اور تمام خلفاء راشدین اور تمام صحابہ کرام کے فعل اور قرون مشہورہا یا اخیر کے تعامل کے خلاف ہے اور دل عربی میں پڑھ کر پھر کئی زبان میں ترجمہ کرنے میں ایک دوسری قیامت بھی ہے وہ یہ کہ خطبہ کا مختصر ہو گا اور اقتصاد کے ساتھ ہی اسورہ مذکورہ پر مشتمل اس سنت ہے اب اگر اس طرح کا خطبہ مسنونہ عربی میں پڑھنے کے بعد ترجمہ کیا جائے تو مجموعی مقدار خطبہ کی خطبہ مسنونہ کے دو گنے سے بھی کچھ زیادہ ہو جائے گی اور اگر اسورہ مذکورہ مسنونہ میں سے کسی کو کم کیا تو دوسری طرح خلاف سنت ہو جائے گا بہر حال ترجمہ اردو پڑھنے میں یا تو تطویل خطبہ لازم آئے گی جو جس حدیث منوعہ ہے۔ مولا امام مالک میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ قرون صحابہ کے خصوصاً افعال میں اقتصاد خطبہ کو اور آخر امت کے فقہ و مفسرین میں تطویل خطبہ کو کھار فرماتے ہیں مولا مجتہبیؒ میں ۶۷۱ ہذا اگر تطویل نہ ہوگی تو خطبہ کے اسورہ مسنونہ میں سے کوئی چھ ضرور باقی رہے گی اور اس طرح خلاف سنت ہو جائے گا۔

اب ایک سوال پائی رہ جاتا ہے جو اگرچہ شرعی حیثیت سے کوئی قابلِ اہتمام سوال نہیں لیکن موجودہ حالات کے لحاظ سے وہ کس قدر اہم ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب غلبہ کا مقصد اصلی و حقا و چہ نہیں بلکہ ذکر و مہارت ہے تو کام کو چاہئے تھا کہ نفاذ کی طرح مستحقِ قبل ہو کر غلبہ دینا تو ہم کی طرف متوجہ ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی بلکہ تو ہم کی طرف متوجہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ غلبہ کی اصلی مرض و حقا و صحت ہے۔ نیز جب کہ اس ذکر کا خاص عربی میں دیکھا ہوا سنون ہے تو اس میں و حقا و چہ کے کلمات اور کلمات کا ذکر نہ کرنا کڑوا دے اعتبار سے بے فائدہ ہو گیا۔ پھر غلبہ میں و حقا و ذکر کیر کے کلمات کا تمام بار اہم میں سنون ہونا کس حکمت پہنچی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ احکامِ الہی اور تشریحاتِ نبویہ و علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حکمتوں کو حق تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں لیکن سرسری نظر میں جو بات سامنے ہے وہ بھی ایک عظیم الشان حکمت پر مشتمل ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

زبان کا اثر معاشرت اور اخلاق اور عقل و دین پر بہت زیادہ پڑتا ہے

اس کے سمجھنے کے لئے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ روزِ مرہ کے تجربہ اور عقل کی تصریحات سے ثابت ہے کہ ہر قوم کی زبان اور اہانت کو طرزِ معاشرت اور اخلاق اور عقل و دین میں نہایت قوی دخل ہے اور ہر بات اور زبان کے کچھ اثرات مخصوص ہیں جب کسی قوم اور کسی ملک میں وہ زبان گہلٹی ہے تو وہ اثرات بھی ساتھ ساتھ عاجز ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان کی موجودہ حالت کو اب چھاس برس پہلے کی حالت کے ساتھ اگر موازنہ کیا جائے تو اس کی تحدید حق آنکھوں کے سامنے آجائے گی کہ جس وقت تک ہندوستان میں انگریزی زبان کی یہ کڑت نہ تھی اس ویریت اور آزادی و بے قیدی کی بھی یہ کڑت نہ تھی سرکاری اسکولوں کے ذریعہ ملک میں اس زبان کو عام کیا گیا تو ایسا ہو گیا کہ گویا ہندوستان کے طرزِ معاشرت اور اخلاق و دین سب ہی پر ڈاکڑا ل دیا۔

زبان کی اشاعت و رسوم کے ساتھ ہی ساتھ انگریزی معاشرت و دین و دنیاویات ہر چیز آزادی و حریت و ہمدردی کی طرح پھیل گئی اور جس وقت مسلمانوں کی قسمت میں ترقی گمشدہ قوموں کے لئے بھی زبانِ عربی کی اشاعت نے وہی کام کیا تھا جو آج غیروں کی زبان کر رہی ہے بلکہ اگر چہ ترقی دیکھی جائے تو بلاشبہ مبالغہ کیا جاسکتا ہے کہ عربی زبان نے تمام دنیا کو یہاں متعارف کیا تھا کہ کوئی خط بھی اس کے

ملکدار سے خلیج خندہ یا قحطیہ تقریباً ایک ہزار سال کا مل تمام عالم پر ایسی حکومت کی کہ دنیا کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے یقیناً عاجز ہے۔

شیخ الاسلام حنفی نے اپنی کتاب "الفتاویٰ العظمیٰ" میں عربی علم کی زبان پر مفصل کلام کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

واعلم ان اعصاب السلطت موزون فی الخلق والدين فاللهو باسنا

"مجھ کو کہ کسی خاص زبان کی عادت ازل لیتا حاصل اور اختلاق اور این میں بہت بڑی قوی

تائید رکھتا ہے جو بالکل ظاہر ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ ہر بادشاہ اپنی قوی زبان کو اپنی سلطنت میں رائج کرنے کے لئے طرح طرح کی کوشش کرتا ہے۔

ہندوستان میں زبان انگریزی کی ترویج اور اس کا سیاسی مقصد

پہلے ان اقوام جو آزادی و حریت کی بہت دعویدار ہیں اور مساوات کا دم بھرتی ہیں جس وقت ہندوستان پر قبضہ کرتی ہیں تو ہزاروں طرح کی کوشش کر کے ہر گوشوں میں وہ پیر فرج کر کے اپنی خاص قوی زبان کو ہندوستان کی معاشرت کا جزو اعظم بنا دیتی ہیں۔ ہندوستان میں اب اگر چند زبان انگریزی کا مقوم و مشورع بہت کچھ ہو چکا ہے۔ لیکن اب بھی اگر مجموعی حیثیت سے مردم شناسی پر نظر ڈالی جائے۔ کل ہندوستانی قوم میں شاید پانچ فیصدی اشخاص بھی انگریزی جانتے والے نہ لکھیں گے لیکن اس کے باوجود حکومت کی طرف سے جو پڑھ لکھ چلا ہے تو انگریزی زبان کے سکے کے ساتھ چلا ہے ڈاک خانہ کے تمام کاغذات و تلے کے ٹکٹ اور تمام کاغذات تمام عدالتوں کے عام کاغذات جو خاص طور سے ہندوستانوں کی اطلاع دکانہ دار کے لئے جاتے ہیں وہ سب انگریزی زبان میں لکھے جاتے ہیں۔

ملک اشفاق علیہ زبان کی وجہ سے پریشان ہوتی ہے اور اصحاب معاملہ کو محض اس زبان کی دقت کی وجہ سے دوکانہ فرج تریبیاتی، غیر ویرداشت کر پڑتا ہے مگر حکومت اس کی پروا نہیں کرتی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا اس پر مجبور ہو گئی کہ انگریزی زبان حاصل کرے اس کے بغیر زندگی بسر کرنا مشکل ہو گیا۔ کوئی پوچھے کہ اس میں کوئی اہل ملک کی مصلحت تھی ہرگز نہیں محض سیاسی اور وہ یہ کہ اپنے مقلد اثر کو تیار کرنے اور معاشرت و تمدن اور اپنی نام نہاد تہذیب کو دنیا میں رواج دینا۔ ہمارے روشن خیال

برادر جو علماء سے یہ سوال پیش کرتے ہیں کہ عربی زبان میں غلطیہ پڑھنے سے کیا فائدہ۔ ہمیں اس طرف بھی نظر دینا ہے کہ اگر عربی زبان میں ذاک اور دہل کے ٹکٹ وغیرہ چھاپنے سے کیا فائدہ۔ سزا کرنے والے کو بائبل عربی زبان نہیں۔ اگر وہ حکومت کی اس گہری چال پر نظر ڈالتے تو انہیں غلطیہ عربی ہونے کی حکمت خود بخود معلوم ہو جاتی۔

عربی زبان کی بعض خصوصیات

اس کے بعد اس پر غور کیجئے کہ یہی وہ بات ہے جس کو یورپ سے بہت پہلے مسلمانوں نے سمجھا تھا اور چونکہ یہ ایک فطری اور طبیعی طریق اسلامی شعائر کی اشاعت کا تھا۔ اس لئے یہی کریم بیٹے اور صحابہ کرام نے اپنے طرز عمل سے اس کو اجاگر کر دیا کہ تمام عمر اس کے خلاف ایک نظیر بھی نکالنا نہیں ہوتی۔

اسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں عربی زبان نے تمام عالم کو فتح کر لیا اور اس طرح فتح کیا کہ دنیا کی جڑیں میں اس کی نظیر نہیں ملتی کیونکہ جڑیں اقوام پر نظر ڈالتے ہیں اس سے پوشیدہ نہیں کہ جس وقت عربی زبان ممالک عالم میں مسلمانوں کی فاحشہ دخلت کے ساتھ داخل ہوئی تو بغیر کسی ایسے ناجائز جبر و تشدد کے جو آج ہم پر دہرا کھا جاتا ہے۔ عربی زبان کی جال پھینچت ہے اس طرح لوگوں کے قلوب میں جکڑ کر لی کہ تھوڑی سی مدت میں بہت سے ممالک عالم کی اپنی اصلی زبانیں بالکل بے اثر ہو کر عربی زبان ہی بن گئی ہیں۔

مصر اور شام میں اسلام سے پہلے ہی زبان رائج تھی مسلمانوں کے داخل ہوتے ہی عربی زبان نے انکی زبان کی جگہ لے لی اسی طرح عراق اور فراسان کی داخلی زبان فارسی تھی کہ عرصہ کے بعد متروک ہو کر عربی رائج ہو گئی۔ چنانچہ عراق کا ایک بہت بڑا حصہ آج تک عربی زبان کا پابند ہے جس کو عراق عرب ہی کے نام سے موسوم کرتے ہیں البتہ فراسان میں اختلافات و حوادث کی بنا پر پھر فارسیت غالب ہو گئی۔ ممالک مغربی یورپ وغیرہ میں بربری زبان رائج تھی وہاں بھی عربی زبان نے اپنا سکہ بٹھالیا اور اگرچہ آج مدت مدیدہ کے بعد اب عربیت وہاں پائی نہیں رہی لیکن عربی لغت کے بہت سے آثار آج بھی انگریزی اور جرمنی اور فرانسیسی زبان میں موجود ہیں جیسا کہ انگریز مورخوں اور بعض مصنفین نے اس کا اقرار کیا ہے۔

نماز اور اذان اور خطبہ وغیرہ کو خاص عربی زبان میں رکھنا اسلام کا ایک اہم مذہب اور سیاسی مقصد ہے

الغرض شعائر اسلامیہ نذر اذان اور تکبیرات اور خطبے جو مشابہہ عامہ میں پڑھے جاتے ہیں ان کو عربی زبان میں کرنے کا سیاسی مقصد یہ تھا کہ جب لوگ نہ سمجھیں گے اور ہر وقت اس سے سابقہ پڑے گا تو خواہ مخواہ عربی زبان سیکھنے کی طرف توجہ ہوگی جو کہ قرآن وحدیث اور علوم شریعہ کی ترجمان زبان ہے اور جس کا سیکھنا مسلمانوں پر فرض کتبہ ہے چنانچہ یہی مدعا اور جیسا کہ عرض کیا گیا کہ زبان کا اثر اخلاق و عادات و معاشرت و معاملات پر بہت گہرا ہوتا ہے عربی زبان کے بھی آثار خصوصاً اس کے ساتھ ساتھ ہی عالمگیر ہو گئے۔ الغرض ان شعائر اسلامیہ کو عربی زبان میں رکھنے کی حکمت ایک سیاسی غرض ہے اور خطبہ جمعہ میں خصوصیت سے سیاست کا بھی مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

خطبہ جمعہ میں سیاست کا مظاہرہ

چنانچہ دارالسلام میں خطبہ جمعہ کے خطیب کے لئے یہ بھی مستحب ہے کہ ان ممالک میں جو جہاد و جنگ کے ذریعہ فتح ہوئے ہیں۔ خطبہ کے وقت خطیب گوارا باندھ کر خطبہ دے (کہا صرح بہ فی الدرر الثانی ص ۵۵۳) اور سنن ابوداؤد میں بھی کریم لکھا ہے گوارا لے کر خطبہ دینا روایت کیا گیا ہے۔ اور اسی حکمت عمل کا نتیجہ ہے کہ آج بھی یاد جو دیکھ مسلمان مذہب اور مذہبی علوم سے کوسوں دور جا پڑے ہیں لیکن انوار ان میں قرآنی زبان کے ساتھ ایک خاص تعلق باقی ہے کہ ادنیٰ اشارہ سے مطلب کچھ لیتے ہیں اور اس طرح عام مسلمان اپنے مرکز کے ساتھ مربوط ہیں۔ توجہ ہے کہ مسلمان اس حکمت کو نہیں سمجھتے بلکہ اعتراضات کرتے ہیں اور دوسری قومیں اس کا احساس کرتی ہیں اور اقرار کرتی ہیں۔

عربی زبان کے آثار خاصہ اور بعض یورپین مؤرخوں کا اعتراض

ڈاکٹر گستاوی پان کہتا ہے کہ زبان عربی کی نسبت ہم کو وہی کہتا ہے جو ہم نے عرب کی نسبت کہا ہے یعنی جہاں پہلے ملک گیر اپنی زبان کو ملتوہ ممالک میں جاری نہ کر سکے تھے۔ عربوں نے اس میں کامیابی حاصل کی اور ملتوہ اقوام نے ان کی زبان کو بھی اختیار کر لیا۔ یہ زبان ممالک اسلامی میں اس وجہ پھیل گئی کہ اس نے یہاں کی قدیم زبانوں یعنی سریانی، یونانی، قبطی، برہمئی وغیرہ کی جگہ لے لی۔

ایران میں ایک مدت تک عربی زبان قائم رہی اور اگرچہ اس کے بعد وہاں فارسی کی تجدید ہو گئی لیکن اس وقت تک عربی کی تحریریں اس زبان میں ہوتی ہیں۔ ایران کے کل علوم و مذہب کی کتابیں عربی میں لکھی گئی ہیں لہذا اس کے اس خط میں زبان عربی کی وہی حالت ہے جو عرب و عجم میں زبان لاطینی کی حالت پر مشابہت رکھتی ہے۔

عربوں نے بھی جنہوں نے عربوں کے ملک فتح کئے انہی کی طرح تقریر اختیار کر لی اور اس وقت تک عربوں کے ملک میں کہاں سے کہاں تک عربی قرآن کو عربی سمجھ لیتے ہیں۔ عرب کی اصلیتی تو ہم کی بات ایک مثال ہے جہاں عربی زبان نے ان کی قدیم حالت کی جگہ نہیں لیکن یہاں بھی انہوں نے اپنے اسلاف کے زبان آوارہ چھوڑ دی ہے۔ موجودہ عربی لادھیہ انگلیش میں نقل کر رہا ہے اور ہر حال کے ان الفاظ کی جو عربی سے مشتق ہیں ایک حالت تیار کر رہا ہے۔ فرانس میں بھی عربی زبان نے جو اثر چھوڑا ہے۔ موجودہ عربی چھوڑ دی ہے کہ عربوں کو عربی میں عربی الفاظ سے زیادہ مشہور ہو گئی ہے اور ان کے ناموں کی صورت بھی باطل عربی ہے۔

فرانسیسی زبان کے ایک لغت نویس نے انہوں نے الفاظ کا اشتقاق بیان کیا ہے۔ عربی فرانس میں عربوں کے قیام کا کوئی اثر نہ دیکھ رہا ہے، یا بہت دور دور ہے۔ جو عربی کو کسی جہانگی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس دماغ کی اس قدر وقعت ہے نہایت قہر کی بات ہے کہ اب بھی ایسے عقیم و فاجر لوگ موجود ہیں جو اس قسم کے کھیل ادا کر رہے ہیں۔ (محقق اور مصنفین کو یہ بات یاد رہنی چاہی)

دیکھئے اگر اچھے زبان کے مسلمان بھی ہماری طرح کی دماغی حالت دیکھیں تو غیر شعائر اسلام کو بھی زبان میں کر دیا جائے تو آج عربی زبان کی «استعدادی خصوصیات» جن کا سکھ دھری اقوام کو بھی بچاؤ کیا ہے، اس طرح محفوظ رکھیں۔

رجم کی سزا قرآن و سنت کی روشنی میں

قرآن کریم میں یہ الفاظ متعدد جہتوں میں استعمال ہوا ہے

پھر، رنے (۱۱) (۹۱) ، لاؤ خضک (۱۹) (۳۶) ،
یروز خضک (۱۸) (۲۰) ، حریدہ کیئے (۳۶) (۱۸) ، (۳۴) (۲۰) ، (۶۷) (۵) ،
(۳۶) (۲۶) اور لغت کے معنی کے لیے (۳۴) (۱۵) ، (۸۷) (۲۵) ، (۳۶) (۳) ،
انگل پچاں تھیند (۱۸) (۳۳) اور جنت لگانا (۱۹) (۳۶) ۔

فقہی اصطلاح میں ”رجم“ اس حد (شرعی سزا) کو کہا جاتا ہے جو غیص (تشریح آئے
آئے کی) ، زانی کے لئے مقرر کی گئی ہے اور جس میں جرم کو پھر، ریدہ کر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔
ذیل میں ای سزا کے مختلف پہلو اس سے بحث کی جائے گی۔

شرعی سزا کے طور پر ”رجم“ کا تہذیب و سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں
ملا ہے۔ سورج دو یا نکل سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ شریعت میں ”رجم“ یعنی سنگ مار کر کے ہلاک
کر دینا متعدد جہات کی سزا تھی۔

- ۱۔ زنا کی (اجبار، ۱۰۰-۱۰۱) ، (۳۴) (۲۵) (۲۷)
- ۲۔ شرک اور بت پرستی کی دعوت دینے کی (اسکنا ، ۱۰۰-۱۰۱) (۶۷)
- ۳۔ حق کے نام پر تہذیب کرنے کی (اجبار، ۲۰-۲۱)
- ۴۔ باپ کی نافرمانی کرنے کی (اسکنا ، ۲۱-۲۲)
- ۵۔ خدا کے نام پر لغت کرنے کی (اجبار ، ۲۳-۲۴) و سلاطین باب (۲۱)
- ۶۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نائب تھے، کے بارے میں
مستولی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو باپ قیامت میں طاعت کرنے کی بات بھی سنگ مار دیا تھا۔
(تشریح ، ۷-۸) (۱۹) (۲۷)

حضرت رسول اکرم ﷺ کی شریعت میں ”رجم“ کی سزا صرف اس زنا کار کے لئے مخصوص
کر دی گئی جو شادی شدہ ہوا اور جس میں ”غیص“ کی وہ شرائط پائی جاتی ہیں کہ ان

یہ تمام واقعات صحیح بخاری میں موجود ہیں۔ پہلے تین واقعات میں انہوں نے خود کا کلام واضح اعتراف کیا تھا۔ گناہوں کے بارے میں جو ہم کا کوئی واقعہ ہو رسالت میں مسئلوں کے درمیان پیش نہیں آیا بلکہ یہودیوں کا وہم گناہوں کی بنا پر ہوا تھا۔ (الحجۃ، ص ۲۰، اسلمی، ص ۲۰۲، صحیح ابی حنیفہ، ص ۲۰۲) قرآن مجید کی آیت

الرَّابَّةُ وَالزَّوْجِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ . (النور، ص ۱۲)

(یعنی زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد میں سے ہر ایک کو سو گز سزا دی جائے گی) میں جو حکم مذکور ہے اس کا ذکر و احادیث صحیحہ اور روایات پر مبنی صرف غیر شادی شدہ زانی کا حکم ہے اور یہ دلیل درست نہیں ہے کہ وہم کے واقعات اس آیت کے نزول سے پہلے کے ہیں اور اس آیت نے وہم کے حکم کو منسوخ کر کے ہر قسم کے زانی کے لئے گزوں کی سزا مقرر کر دی ہے جس سے کہ مضبوطی و کمال سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کے نزول کے بعد وہم پر عمل فرمایا ہے۔ یہ آیت سورۃ انعام کی ہے جو واقعہ انکب (ص ۱۵۵ تا ۱۶۰) میں نازل ہوئی تھی۔ لہذا اس کا نزول زیادہ سے زیادہ ۶۰ھ میں ہوا ہے۔ (کنز العمال، ج ۱۰، ص ۳۳۹)

اور وہم کے تقریباً تمام واقعات ۶۰ھ کے بعد کے ہیں اس لئے کہ متعدد ایسے صحابہ نے وہم کے واقعات کا مشاہدہ کیا ہے جو ۶۰ھ کے بعد اسلام لائے تھے مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ۔ صحیح بخاری میں تصریح ہے کہ مسیحاؑ کے واقعہ میں وہ خود موجود تھے چنانچہ اس واقعہ کا بیان کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں

نَحْنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ . (کنز العمال، باب الحرف، ص ۲۰، ۱۰۸۲، الحجۃ، ص ۲۰۲، ص ۲۰۲)

علاوہ حضرت ابو ہریرہؓ غیر کے ساتھ پر (حدیث میں) اسلام لائے ہیں۔ اسی طرح ابو ذرؓ اور اطہرؓ کی روایت کے مطابق حضرت امیرؓ بنی ہاشمہ بن العاصؓ بن جریہؓ میں سے کہ وہم میں شریک تھے فرماتے ہیں، فَكُنْتُ فِي مَن رَّجَعْنَاهَا (یعنی مجمع الزوائد، ص ۱۵۶، دارالکتب، بیروت، ص ۱۵۶) اور وہ اپنے والد کے ساتھ حج مکہ (ص ۸۰) کے بعد اسلام لائے تھے (دیکھئے فتح الباری، ص ۱۳، ۱۳۳، باب احکام اهل الذمہ و انصافہم لافانوا، الطبعة الاولى، مصر ۱۳۳۸ھ) اور ہر اہل ذمہ اور اطہرؓ ہی انہم میں حضرت ابن عباسؓ نہیں یہودیوں کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں

فَكَانَ مِمَّا ضَمَّ اللَّهُ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ .

نَحْنُ قَبْلُ الرِّفَا جُنُفُهَا . (مجمع الزوائد، ص ۱۵۶)

پھر اس بات پر تو تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ زوجہ کی مردہ صرف اس زانی کے لئے ہے جس میں احسان کی شراکت پائی جاتی ہو۔ لیکن ان شراکت کی تفصیل میں فقہوں اس اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک زوجہ کے حکم میں شخص اس شخص کو کہیں گے جو مسلمان ہو یا نہ ہو، قتل یا باغ ہو یا نہ کسی مسلمان، قتل یا باغ ہو یا نہ جو عورت کے ساتھ نکاح صحیح کے ذریعے تعلقات ذاتی قائم کر چکا ہو۔ ان میں سے ایک شرط بھی فقہوں کی تو اسے شخص نہیں کہا جائے گا جو مردہ ہو یا نہ ہو تاکہ لے تو اس کی مردہ زوجہ کے بجائے سو گڑے ہوگی۔ (ابن قیم، البحر الرائق ۵: ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰)

اہم۔ لکے کے نزدیک بھی انسان کی یہی شرائط ہیں مابین ان کے نزدیک ایک ایک شرط ضروری ہے اور وہ یہ کہ اس نے اپنی مخلوق سے قصوت چھین کر ہو، ایذا، ایضاً پارہ کی حالت میں مخلوق سے انسان تحقیق نہیں ہوگا (ابن رشد، ہدایۃ المجتہد، ج ۲، ص ۷۰، الفسطی، ص ۱۵۷، ازہر، ص ۱۳۸)۔ اہم شرائط کے نزدیک انسان کے لئے نہ مجرم کا مسلمان ہونا شرط ہے نہ مرنے والی کی مخلوق کا مسلمان ہونا۔ آزاد ہونا (ابن النبی، کتاب ہام، ص ۱۵۷، الفسطی، ص ۱۵۷، ازہر، ص ۱۳۸)۔ اہم آخر کے نزدیک مسلمان ہونا تو شرط نہیں لیکن اس کی مخلوق کا آزاد ہونا ضروری ہے۔

(البريد الإلكتروني: info@fapf.org, fapf@fapf.org)

یہ بھی اوجھادی مسئلہ ہے کہ ایسے نیک شخص کا صرف وہی زہر و جہم کا مستوی ہے جس میں عدالت ہونے کا کوئی قہر نہ ہو، جتنا جہاں عدالت قہر لگی پاؤ جاتا ہو وہاں دھم نہیں ڈالا جاتا۔ خود ہونا واجبہ ہے کہ عدالت پر لگی ان حق ہے کہ نہ کلمہ نہ دھم نہ تو اس سے نہ کہتا ہے ایک مجرم کے اعتراف و اقرار سے دوسرے کو کہوں ہے، جہاں تک اعتراف کا تعلق ہے امام ابو حنیفہ کے مسلک میں یہ ضروری ہے کہ اقرار چار مرتبہ دہرا اقرار کرنے والا ہو مرتبہ پائی بلکہ بدل کر اقرار کرے۔ امام احمد کے نزدیک چار مرتبہ دہرا ضروری ہے مگر چار دن ضروری نہیں۔ (ابن ماجہ، مسند احمد، ترمذی، دارقطنی)

[illegible]

رجم کا طریقہ یہ ہے کہ مجرم کو کسی کھلی جگہ میں لے جایا جائے جہاں ماحول تک بھی موجود نہیں۔ اگر مجرم عورت ہو تو اس کے لئے گڑھا کھدو کر اس کو اس میں گڑھا کر کے ماحول سے بے گڑھا کرنا کافیت کہیں سے ہوا ہے تو پھر مرنے کی اجازت گوارا کریں گے اور اگر اعتراض ہے ہوا ہے تو ایسا کرنا ہمارا مسلمان کرنا ہے۔ پھر تمام حاضرین رجیم میں حصہ لیں گے یہاں تک کہ مجرم کی موت واقع ہو جائے۔

(مخاطبہ پر ۱۰ مارچ ۱۹۷۳ء)

اسلام کا اصل عقاید معلوم ہوتا ہے کہ رجیم کی سزا کم سے کم جاری ہو، لیکن جب جاری ہو تو سب سال کے لئے سب عورتیں ہی جائے اور اس کی وحشت رجیم کی لذت پر غالب آ جائے چنانچہ اول تو معاشرہ میں محنت و محنت حاصل کرنے کے لئے ایسا احکام وضع کئے گئے ہیں جن کی موجودگی میں زنا کا صدور مشکل سے مشکل تر ہو جائے، پھر قاتل رجیم زنا کے ثبوت کے لئے شرانگہ انتہائی سخت رکھی گئی ہیں، چار قاتل ملوث کرنا، کوئی ایک گناہ کے مرتکب انتہائی سخت، یہ دھوکہ کی کوئی دھوکہ دہشت شکن ہے جب کہ مجرم نے جرم کا ارتکاب کھم کھم کیا ہو پھر اگر سزا جاری ہونے سے پہلے ہی میں سے کوئی ایک گناہ بھی رجیم کر لے یا کوئی دہشت شکن میں کوئی معمولی انتہائی ہو جائے یا قرار کی صورت میں مجرم کسی بھی وقت یہاں تک کہ سزا جاری ہونے کے دوران میں بھی اپنے اقرار سے منحرف ہو جائے تو سزا ملنا ہوتی ہے۔ (مخاطبہ پر ۱۰ مارچ ۱۹۷۳ء)

اس کے علاوہ دوسرے معمولی معمولی شہادت کی بنا پر سزا کو سزا قرار دیا گیا ہے جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ دوسری طرف اگر کسی پر زنا کا الزام لگانے کے بعد کوئی شخص قانونی شرانگہ کے مطابق اسے ثابت نہ کر سکے تو اس کے لئے آٹھ گواہوں کی سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔ ان گواہ شرانگہ کے باوجود اگر کسی شخص سے قاتل رجیم زنا کا صدور ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشرے کا یہ عضو سزا کا ہے، لہذا اس کی اصلاح ممکن نہیں، پھر اس عضو پر دم کرنا چاہو گے جسم پر عظم کے مترادف ہے۔

استاذ مہد القادری اور دہلیتے ہیں :

”بعض لوگ آج زانیہ شخص کے لئے رجیم کی سزا کو بہت زیادہ سمجھتے ہیں لیکن یہ شخص ان کے مدد سے اٹھتا ہوئی بات ہے جس پر خود ان کے دلوں کو یقین نہیں (اگر ان میں سے کسی شخص کو اپنے بہت قریبی معنوں میں یہ واقعہ پیش آ جائے تو اس کا رد عمل شاید اس سے بھی سخت ہو گا) اسلامی شریعت نے اس مسئلہ میں بھی اپنے دوسرے احکام کی طرح

باریک بینی اور انصاف کی دانش اختیار کی ہے۔ جو لوگ ذہنی کوتاہی کرنے کے تصور سے گھبرا اٹھتے ہیں، اگر وہ حقیت کی دنیا کو دیکھیں تو ان پر حقیقت واضح ہو جائے اور انہیں پتہ چل جائے اسلام نے ذہنی نقص کو مسترد کرنے کا عزم ہے کہ کوئی ایسا اقدام نہیں کیا جس سے طریقت و اخلاص خراب ہو۔

آج کے مروجہ قانون کی اور کچھ نیچے، ان روزانہ برسوں میں سے کوئی ایک شادی شدہ اور اس قانون کی رو سے اس کی سربراہی قید ہے پورا اگر کوئی شادی شدہ ہو تو جب تک جبر وادارہ نہ ہو، کوئی سر نہیں۔ یہ سوچو کہ قانون کا فیصلہ ہے لیکن کیا لوگ قانون کے اس فیصلے پر راضی ہو گئے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ لوگ اس پر راضی نہ تھے ہیں اور نہ کسی ہو سکتے ہیں۔ اس کے بجائے، وہ بددعا توں کو توڑتے ہیں اور ذہنی کوتاہی کر کے اس سے انتقام لے کر رہتے ہیں۔ اور بعض سربراہی پر انتظامی قہریم سے بھی زیادہ شدید طریقوں سے کئے جاتے ہیں، سربراہ میں ڈیرا یا ناگ میں جلاوڑی، عضو عضو کاٹ (اظہار، بڈیاں توڑ دینا) بعض وجوہات یہ سلسلہ عقلی سطحوں تک جاتی۔ جتنا ہے اس قسم کے افعات وازمروہ یکٹنے میں آتے ہیں۔ جب جاتو یہ بنو، ہمہ جہتی سربراہ سے کیوں ڈریں اس سربراہ کو اختیار کہ ایک حقیقت کو تسلیم کرنا ہے اور حقیقت کو تسلیم کرنا ایمان اور نفسیات کی بات ہے۔

(میر تقی میر، اختر جگمگ، ص ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶،

سود و ربا کی اسلامی تعریف اور اس کے حرام ہونے کی حکمت موجودہ زمانے میں اس سے نجات کی صورت

امام غزالی نے شرح صحابی فقیر میں اس موضوع پر بڑی قلی سے حکام کرتے ہوئے یہ بتا دیا ہے کہ قرآن میں جو ریاضہ مذکور ہے اس سے قلی اور واضح طور پر دور ہمارا ہے جو قرض و عدا پر لیا دیا جاتا تھا اور اسی کو زیادت جالیہ میں دیا گیا ہے جو قرض کے بعد نبی کریم ﷺ کے بیان اور آپ کی سنت سے دوسری قسم کے دیا گیا ہے جو خاص خاص قسم سے قرض و عدا میں کی جاتی ہے جو عدا کرنے کا نام ہے اور اس دیا کے حرام ہونے پر بھی انکو حد رسول کریم ﷺ متواتر آئی ہیں مگر اس قسم کے دیا کی تفصیلات پر دلی واضح نہ ہونے کے سبب اس میں بعض صحابہ کرام کمال قلی آ دیا دیتا تھا کے اختلافات ہوئے۔

(شرح صحابی فقیر ص ۲۳۰ جلد ۱)

اور حضرت شامی اولیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے جہت افتہ الہافہ میں فرمایا ہے کہ دیا ایک حقیقی ہے اور ایک دوسرا جو غنیمت رہا ہے حقیقی رہا قرض و عدا پر زیادتی لینے کا نام ہے اور غنیمت رہا وہ ہے جس کا بیان حدیث میں آیا ہے کہ خاص چیزوں کی بیخ میں زیادتی لینے کو دیا کہا گیا ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے۔

لا ربا الا فی النسبة - (رواہ بخاری)

یعنی رہا صرف عدا میں ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ حقیقی اور اصلی رہا جس کو عام طور پر دیا سمجھا اور کہا جاتا ہے عدا و عدا پر لینے کا نام ہے اس کے سوا حقیقی انساہ اس کے ساتھ خلق کی گئی ہیں دوسرے حکماء میں داخل ہیں۔

اس تفصیل سے چند چیزیں واضح ہو گئیں

اول یہ کہ نزول قرآن سے پہلے دیا ایک عدا و غنیمت چیز تھی قرض و عدا پر بحساب عدا و زیادتی لینے کو دیا کہا جاتا تھا۔ دوسرے یہ کہ قرآن میں حرمت دیا نازل ہوتے ہی سب صحابہ کرام نے اس دیا کو ترک کر دیا اس کے معنی سمجھنے سمجھانے میں کسی کو کمال قلی آ دیا دیتا تھا۔ دوسرے یہ کہ رسول کریم ﷺ نے یہ چیزوں کے بارہ میں پارسا فرمایا کہ ان کی دیا بھی بیخ و عدا میں برائی شراب ہے

کی بیشی رہا میں داخل ہے اور اس میں اصرار کرنا بھی رہا میں داخل ہے۔ یہ سچ چیزیں سوچا وہی خدا
جو، کجیوں، گجور، گجور، جیس اور اسی قانون کے تحت عرب میں عربی اسلام بیچ مزاد، بھانڈا، فیر، واکرام
قرارداد کیا۔

رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد میں سچ چیزوں کی بیچ و خرید میں کی بیشی اور سودہ روئے رہا میں
داخل قرارداد کر حرام کر دیا تھا لیکن اس میں یہ بات نکل نکلتی ہے کہ یہ سب سچ چیزوں میں سے ہوتا ہے۔
مخصوص ہے یا دوسری اشیا، میں بھی ہے اور اس کا ضابطہ کیا ہے۔ اس ضابطہ میں فقہاء نے اپنے
اپنے غور فکر اور اجتہاد سے مختلف صورتیں گجور کیں اور چونکہ یہ ضابطہ خود رسول کریم ﷺ نے دیا ہے۔
قرارداد میں اشتباہ و شبہ کے سبب حضرت طارق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس پر اکتفا کیا۔ اس پر
کاش رسول کریم ﷺ خود ہی اس کا کوئی ضابطہ بیان فرمادیتے تو مشتبہ صورت میں اشتباہ
ہوتا جو بگاڑ دیتا اور اشتباہ فرمایا کہ جیسا دیا کا شبہ بھی ہوا اس سے بچنا پاتا ہے۔

پہلے یہ کہ معلوم ہوا کہ اصلی اور حقیقی رہا جس کو فقہاء نے وہ القرآن پر اور انقرض سے عام
سے موسوم کیا ہے وہی ہے جو عرب میں منحرف تھا یعنی قرض اصرار پر بحساب میں دیا بیچ لینا دوسری
قسم کے رہا جو حدیث میں بتائے گئے وہ سب اسی رہا کے ساتھ ملحق اور اس کے حکم میں ہیں اور
جو کچھ خلاف اور اختلاف امت میں ہوا وہ سب اسی دوسری قسم کے معاملات رہا میں ہوا۔ پہلی
قسم کا رہا جو وہاں قرآن کیا آتا ہے اس کے حرام ہونے میں پوری امت محمدیہ میں کبھی کوئی
اختلاف نہیں ہوا۔

اور آج کل جو رہا انسانی معاشریات کا عداد سمجھا جاتا ہے اور مسئلہ سود جو زیر بحث ہے وہ بھی
رہا ہے جس کی خدمت قرآن کی سات آیات اور چالیس سے زائد احادیث اور اجماع امت
سے ثابت ہے۔

رہا کی دوسری قسم جو بیع و شراء کے ضمن میں ہوتی ہے اس کا ردی عام ہے جس میں کوئی بحث
کرنے کی ضرورت ہے یہاں تک یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ قرآن و سنت میں رہا کی حقیقت
کیا ہے جو مسند سود کی پہلی بات ہے اس کے بعد دوسری بحث اس کی ہے کہ رہا کی حرمیت و ممانعت
کس حکمت و مصلحت پر مبنی ہے اور اس میں وہ انسانی و حیوانی معاشری مضرتیں ہیں جن کی وجہ سے اسلام
نے اس کا تاجزائز قرار دیا ہے۔

اس جگہ پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دنیا کی ساری مخلوقات اور ان کے معاملات میں ایسی کوئی چیز نہیں جس میں کوئی بھلائی یا فائدہ نہ ہو۔ سناپ، بھو، بھیر، شیر اور گھبراہٹ جیسے ہر حال میں بھی انسان کے لئے جزا اور فائدہ ہیں۔

کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

چوری، ڈاک، بدکاری، دروغت اور ان میں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں کچھ نہ کچھ فائدہ نہ ہو مگر ہر مذہب و ملت اور ہر مکتب فکر میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ جس چیز کے نافع زیادہ اور مضرتیں کم ہیں ان کو نافع و مفید کہا جاتا ہے اور جن کے مفسدہ و مضرت زیادہ اور منافع کم ہیں ان کو مضر اور بیکار سمجھا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے بھی شراب اور قمار کو حرام قرار دیتے ہوئے اس کا مدین فرمایا کہ ان میں بڑے گناہ بھی ہیں اور لوگوں کے کچھ منافع بھی مگر ان کے گناہ بھاری منافع کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے ان چیزوں کو اچھا و مفید نہیں کہا جاسکتا بلکہ ان کو نہایت مضر اور تباہ کن سمجھ کر ان سے اجتناب لازم ہے۔

دائینی سودا کی یہی حال ہے اس میں سود خور کے لئے کچھ وقتی نفع ضرور نظر آتا ہے لیکن اس کا بھاری اور اخروی وبال اس نفع کے مقابلہ میں نہایت شدید ہے۔ ہر چیز کے نفع نقصان و مفسدہ و مضار کا موازنہ کرنے میں یہ بات بھی ہر عقلمند کے نزدیک قاطعی نظر ہوتی ہے کہ اگر کسی چیز میں نفع محض وقتی اور بدگامی ہو اور نقصان اس کا دیر پایا و دائمی ہو تو اس کو کوئی عقلمند مفید و شایا کی قبرست میں شہر نہیں کر سکتا اسی طرح اگر کسی چیز کا نفع محض اور مضر اور اس کا نقصان پوری ملت اور جماعت کو پہنچتا ہو تو اس کو بھی کوئی ہوشمند انسان مفید نہیں کہہ سکتا۔ چوری اور ڈاک میں چور اور ڈاکو کا تو نفع کھلا ہوا ہے مگر وہ پوری ملت کے لئے مضر اور ان کے امن و سکون کو برباد کرنے والا ہے اس لئے کوئی انسان چوری اور ڈاک کو اچھا نہیں کہتا۔

اس تمیز کے بعد مسئلہ سود پر نظر ڈالئے تو اس میں ذرا سا غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس میں سود خور کے وقتی اور بدگامی نفع کے مقابلہ میں اس کا دیر مدتی اور اخلاقی نقصان اتنا شدید ہے کہ وہ اس کو انسانیت سے نکال دیتا ہے۔ اور یہ کہ اس کا جو وقتی نفع ہے وہ بھی صرف اس کی ذات کا نفع ہے اس کے مقابلہ میں پوری امت کو نقصان و غم اور معاشی بحران کا شکار ہونا پڑتا ہے لیکن دنیا کا حال یہ ہے کہ جب اس میں کوئی چیز رواج پا جاتی ہے تو اس کی فراہمیاں نظر میں سے ہوجاتی ہیں اور صرف اس سے

خواندہ سامنے دہاتے ہیں اگرچہ وہ فائدہ کتنے ہی مفید و اکیل اور ہنگامی ہوں اس کے قصائص کی طرف
وجہیں نہیں دیا جاتا اگرچہ کتنے ہی خدوے اور عام ہوں۔

دسم درج طبائع انسان کے لئے ایک گلو کا نام ہے جو اس کو بے حس بنا دیتا ہے۔ بہت کم افراد
ہوتے ہیں جو چلے ہوئے دسم درج پر حقیقی نظر ڈال کر یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ اس میں فائدہ
کتنے ہیں اور قصائص کتنا یکساں اگر کسی کے سمجھنے سے اس کے قصائص سامنے بھی آجائیں تو پا
بندی دسم درج اس کو صحیح راستہ پر نہیں آئے دیتے۔ سو وہ اس زمانہ میں ایکسہ دانی مرض کی صورت
اختیار کر چکا ہے اور اس کا درج ساری دنیا کو اپنی پیٹ میں لے چکا ہے اس نے انسانی لطرت کا
ڈاکٹر بدل دیا ہے کہ کڑوی کو میٹھا سمجھنے لگی اور جو چیزیں پوری انسانیت کے لئے معاشی برائی کا
سبب ہیں اس کو معاشی مسئلہ کامل سمجھا جانے لگا۔ آج اگر کوئی منظر مطلق اس کے خلاف آواز اٹھائے تو
اس کو جانت سمجھا جاتا ہے۔

یہ سب کچھ ہے لیکن وہ ڈاکٹر ملا کر نہیں بلکہ پوری انسانیت کا ڈاکٹر ہے جو کسی ملک میں دبا بھیل
ہونے کو اور علاج کا غیر موثر ہونے کا شواہد کرنے کی بناء پر اب یہ طے کرے کہ لوگوں کو یہ سمجھائے کہ
یہ مرض ہی نہیں بلکہ میں شفا دار رامت ہے۔ ماہر ڈاکٹر کا کام ایسے وقت میں بھی جی ہے کہ لوگوں
کو اس مرض اور اس کی مسرت سے آگاہ کرنا ہے اور علاج کی تدبیریں بتانا ہے۔

انبیاء علیہم السلام صریح مطلق کے ذمہ دار ہو کر آتے ہیں وہ کسی اس کی پروا نہیں کرتے کہ کوئی ان
کی بات سننے لگا یا نہیں وہ لوگوں کے سامنے بھروسے کا اظہار کیا کرتے تو ساری دنیا کفر و شرک ہی سے
آباد ہوتی۔ بلکہ لا الہ الا اللہ کا ماننے والا اس وقت کوئی تھا جب خاتم الانبیاء علیہ السلام کو اس کی تبلیغ و تفسیر کا
علم نہایت شہید تھا؟

سو اور ہا کو اگرچہ آج کی معاشیات میں درج حکی ہڈی سمجھا جانے لگا ہے لیکن حقیقت وہ ہے جو
آج بھی بعض حکماء پر سب نے تسلیم کی وہ معاشیات کے درج حکی ہڈی نہیں بلکہ درج حکی ہڈی میں
ہیں اور جانے والا ایک کیزا ہے جو اس کو کھارہا ہے۔

مگر انہوں نے کوئی نکل کے اعلیٰ علم فانی بھی دسم درج کے تنگ دائرہ سے آزاد ہو کر اس
طرف نظر نہیں کرتے اور سنگلوں میں کے تجربے بھی ان کو اس طرف متوجہ نہیں کرتے کہ سو درج کا
لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عام مطلق خدا اور تمام ملت کفر و فتنہ اور معاشی بحران کا شکار ہو اور وہ طریق سے
غریب تر ہوتے ملتے جائیں اور چند سرمایہ دار پوری ملت کے بل سے فائدہ اٹھا کر یہاں کہیں کہیں ملت کا

خون چوس کر اپنا بدن بڑھاتے ہو پالتے پھلے جائیں۔ اور حیرت ہے کہ جب بھی ان حضرات کے سامنے اس حقیقت کو بیان کیا جاتا ہے تو اس کے جھٹانے کے لئے ہمیں امریکا اور انگلینڈ کے بازاروں میں لے جا کر سود کی برکات کا مشاہدہ کراانا پڑتا ہے ہیں اور یہ دکھانا پڑتا ہے کہ یہ لوگ سود و رہا کی بدولت کیسے پھلے اور کیسے پھر لے ہیں لیکن اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی مردم خوروں کی کھی قوم اور اس کے گل کی برکات کا مشاہدہ کرنے کے لئے آپ کو مردم خوروں کے محلہ میں لے جا کر یہ دکھائے کہ یہ کتنے کتنے سونے تازے اور تندہ دست ہیں اور اس سے یہ ثابت کرے کہ ان کا یہ عمل بہترین عمل ہے۔

لیکن اس کو کسی بھگوار آدمی سے سہاوتہ نہ ہو کہے گا کہ تم مردم خوروں کے گل کی برکات مردم خوروں کے محلہ میں نہیں۔ دوسرے گلوں میں جا کر دیکھو جہاں سنگڑوں جڑوں مردے ہڑے ہوئے ہیں جن کا خون اور گوشت کھا کر یہ مردے پلے ہیں۔ اسلام اور اسلامی شریعت بھی ایسے گل کو درست اور مفید نہیں مان سکتی جس کے نتیجہ میں چری انسانیت اور ملت جہاں کا کھارہ ہو کر کچھ خوارہ جان کے جتھے پھر لے جاتے ہیں۔

ان کے ذریعہ جن معاملات میں وضاحت نہ ہوتی ان میں اپنی رائے اور اجتہاد سے حکم صادر فرماتے۔ حالات و زمانہ کی رعایت سے جس قدر امور دینی میں ترمیم، تکریر ہوتی ہے ان سب کے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

ان كان ضئيلي امر دينا کم فلتا نكتم به

اور جب معاذ اللہ اجل کو یمن بھیجتے وقت ہر پائت فرمایا کہ مقدمات میں فیصلہ کس طرح کرے؟ تو جواب میں یہی کہا تھا کہ قرآن و سنت کے بعد اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور کہا:

الحمد لله الذي وفق رسول الله معاير ضئيلي به رسول الله

لیکن ان واضح ہدایات کے باوجود صحابہ کرامؓ رائے اور اجتہاد کے باب میں نہایت ہی محتاط رہتے تھے۔ حالات کی رعایت سے جس قدر اجتہاد کی ضرورت ہوتی یا رائے استعمال کرنے کی نوبت آتی تو مقاصد شریعت سے ہر سو توجہ نہ دیتے اور خلاف دینی کی صورت میں سخت ٹکڑ کرتے تھے۔

شراب کی حرمت

اور شراب نوشی سے پیدا ہونے والی خرابیاں

ابتداء اسلام میں عام ہوسم جاہلیت کی طرح شراب نوشی بھی عام تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ میں بھی شراب اور قمار (یعنی بڑا کھیلنے کا رواج تھا) عام لوگ تو ان دونوں چیزوں کے صرف ظاہری فوائد کو دیکھ کر ان پر فریفتہ تھے۔ ان کے اندر جو بہت سے مفاسد اور خرابیاں ہیں ان کی طرف نظر نہیں تھی لیکن حدیث اللہ یہ بھی ہے کہ برو قوم اور ہر غلطی میں کچھ عقل والے بھی ہوتے ہیں جو طبیعت پر عقل کو غالب رکھتے ہیں کوئی طبیعت خواہ عقل اگر عقل کے خلاف ہو تو اس خواہش کے پاس نہیں جاتے۔ اس معاملہ میں نبی کریم ﷺ کا مقام تو بہت ہی بلند تھا کہ جو چیز کسی وقت حرام ہونے والی تھی آپ کی طبیعت اس سے ہی نفرت کرتی تھی۔ صحابہ کرام میں بھی کچھ ایسے حضرات تھے جنہوں نے حلال ہونے کے زمانے میں بھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔

شراب کی حرمت کے بارے میں پہلی آیت

مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد چند حضرات صحابہ کرام کے مفاسد کا زیادہ احساس ہوا۔ حضرت عمار بن اطمین اور معاذ بن جبل اور چند انصاری صحابہ اسی احساس کی بنا پر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ شراب اور قمار انسان کی عقل کو بھی شراب کرتے ہیں اور مال بھی برباد کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا ارشاد ہے اس سوال کے جواب میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۹ نازل ہوئی۔ یہ پہلی آیت ہے جس میں شراب اور جوئے سے مسلمانوں کو روکے گئے کا ابتدائی قدم اٹھایا گیا۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ شراب اور جوئے میں اگرچہ لوگوں کے کچھ ظاہری فوائد ضرور ہیں لیکن ان دونوں میں گناہوں کی بڑی بڑی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو ان کے منافع اور فوائد سے بڑی ہوتی ہیں اور گناہ کی باتوں سے وہ چیزیں سرور ہیں جو کسی گناہ کا سبب بن جائیں۔ مثلاً شراب میں سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ عقل و ہوش داخل ہو جاتا ہے جو تمام کمالات و شرف انسانی کا اصل ماحول ہے کیونکہ عقل ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسانوں کو برے کاموں سے روکتی ہے جب وہ شرعی طور پر برے کام کے لئے راستہ ہموار ہو گیا۔

اس آیت میں خاص طور پر شراب کو حرام نہیں کہا گیا مگر اس کی خرابیاں اور منہ سدا بیان کر دیئے گئے ہیں کہ شراب کی وجہ سے انسان بہت سے گناہ اور خرابیوں میں مبتلا ہو سکتا ہے گویا اس کے ترک کرنے کے لئے ایک قسم کا مشورہ دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بعض صحابہ کرامؓ تو اس مشورہ ہی کو قول کر کے اسی وقت شراب کو چھوڑ بیٹھے اور بعض نے یہ خیال کیا کہ اس آیت نے شراب کو حرام تو کیا نہیں بلکہ مفاسد دین کا سبب بننے کی وجہ سے اس کو سب گناہ قرار دیا ہے ہم اس کا اہتمام کریں گے کہ وہ مفاسد ان ذہنوں تو بھر شراب میں کوئی حرج نہیں اس لئے پیچھے رہے۔

حرمتِ خمر کے بارے میں دوسری آیت

یہاں تک کہ ایک روز یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عبدالرحمن بن مہلکؓ نے صحابہ کرامؓ میں سے چلو ایسے دوستوں کی دعوت کی کھانے کے بعد صبح دستور شراب پی کی اسی حال میں نماز مغرب کا وقت آیا۔ سب نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تو ایک صاحب کو دعوت کے لئے آگے بڑھ گیا انہوں نے نشی حالت میں جو تلاوت شروع کی تو سورہ قل یا ایہذا الکفارون کو چند چھانچے شراب سے روکنے کے لئے دہرا قدم اٹھایا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ

”یعنی اے ایمان والو! تم نشی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔“

اس میں خاص اوقات نماز کے علاوہ شراب کو قطعی طور پر حرام کر دیا گیا۔ باقی اوقات میں اجازت رہی بعض حضرات صحابہؓ نے دوسری آیت نازل ہونے کے وقت شراب کو مطلقاً ترک کر دیا کہ جو چیز انسان کو نماز سے روکے اس میں کوئی خیر نہیں ہو سکتی۔ جب نشی حالت میں نماز کی ممانعت ہوگئی تو ایسی چیز کے پاس نہ جانا چاہئے جو انسان کو نماز سے محروم کر دے مگر چونکہ علماء و اوقات نماز کے شراب کی حرمت صاف طور پر اب بھی نازل نہیں ہوئی تھی اس لئے کچھ حضرات اب بھی اوقات نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں پیچھے رہے۔

حرمتِ خمر کے بارے میں تیسری اور چوتھی آیت

یہاں تک کہ ایک اور واقعہ پیش آیا کہ ابن عباسؓ نے صحابہ کرامؓ کی دعوت کی جن میں صحابہؓ بنی، اس میں ”ابن عباسؓ تھے۔ کھانے کے بعد صبح دستور شراب کا اور چلا نشی حالت میں عرب کی عام

حالت کے مطابق شعر و شاعری اور اپنے اپنے مفاخر کا بیان شروع ہوا۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک قصیدہ پڑھا جس میں انصار مدینہ کی بھگور اپنی قوم کی مدد و شجاعت کی اس پر ایک انصاری نوجوان کو غصہ آگیا اور لوٹ کے جزیرے کی بڑی سعدؓ کے سر پر دے مادی جس سے ان کو شدید زخم آگیا۔ حضرت سعد رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس انصاری جوان کی شکایت کی اس وقت آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی

اللہم بین لنا فی الخمر والمیسر بہا یا شاہیا

”یا اللہ شراب کے بارے میں ہمیں کوئی واضح بیان اور قانون عطا فرما دے۔“

اس پر شراب کے حقائق تیسری آیت سورہ مائدہ کی تفصیل نازل ہو گئی جس میں شراب کو مطلقاً حرام قرار دے دیا گیا۔ آیت یہ ہے

يا ايها الذين امنوا انما الخمر والميسر والاذلام رجسٌ
من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون انما يريد الشيطان ان
يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر
الله وعن الصلوة لعل انتم متبهون .

”اے ایمان والوں! بات یہی ہے کہ شراب اور خمر اور اذیت اور جہ سے کے تیرے سب گندی باتیں شیطان کی کام ہیں اس سے بالکل الگ ہو کر تم کو طلاع ہو۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جہ سے کے ذریعے تمہارے آپس میں بغض اور عداوت پیدا کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو کیا اب بھی ہر خدا ڈکے۔“

حرمت شراب کے تدریجی احکام

احکام طہریکی اصلی اور حقیقی نکتوں کو اہم الحاکم ہی جانتا ہے مگر احکام شریعہ میں نور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلام نے احکام میں انسانی جذبات کی بڑی رعایت فرمائی ہے تاکہ انسان کو ان کے اہل میں زیادہ تکلیف نہ ہو۔

خود قرآن کریم نے فرمایا ہے :

لا يَتَكَلَّفُ اللهُ نَفْساً اَوْ وُسْعاً

”اللہ تعالیٰ کسی انسان کو ایسا عزم نہیں دیتا جو اس کی قدرت اور وسعت میں نہ ہو۔“

اسی رحمت و حکمت کا تقاضا تھا کہ اسلام نے شراب کو حرام کرنے میں جہی تدبیر کا استعمال کیا۔

شراب کی تدبیر بھی ممانعت اور حرمت کی قرآنی تاریخ کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں شراب کے متعلق چار آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ جن کا جوہر ذکر آچکا ہے ان میں سے ایک آیت سورہ بقرہ کی ہے جس کی تفسیر آپ اس وقت دیکھ رہے ہیں۔ اس میں تو شراب سے پیدا ہونے والے گناہوں کا مفاد کا ذکر کر کے چھوڑ دیا گیا ہے حرام نہیں کہا، گویا ایک مشورہ دیا کہ یہ چھوڑنے کی چیز ہے مگر چھوڑنے کا حکم نہیں دیا۔

دوسری آیت سورہ نہ، کی لائنوں الصلوة وانتم مسکروا میں خاص اوقات نماز کے اندر شراب کو حرام کر دیا گیا پہلی اوقات میں اباحت تھی۔

تیسری اور چوتھی آیتیں سورہ مدہ کی ہیں جو جوہر ذکر ہو چکی ہیں ان میں ممانعت اور قطعی طور پر شراب کو حرام قرار دیا۔

شریعت اسلام نے شراب کے حرام کرنے میں اس تدبیر کا استعمال کیا کہ اس نے کام لیا کہ عمر بھر کی عادت خصوصاً ان کی عادت کو چھوڑ دینا انسانی طبیعت پر انتہائی شاق اور کراں ہوتا تھا تو انہوں نے فرمایا

فطام العادات الشذ من فطام الرضاعة

یعنی ”جیسے بچہ کو دودھ پینے کی عادت چھوڑ دینا بھاری مشورہ دینا ہے انسان کو اپنی کسی عادت منکرہ کو بدلنا اس سے زیادہ مشورہ اور سخت ہے۔“

اس لئے اسلام نے حکمران و اصول کے مطابق اول اس کی ذہنی تقصیر کرائی، پھر خدا اس کے اوقات میں ممنوع کیا پھر ایک خاص مدت کے بعد قطعی طور پر حرام کر دیا گیا پہلی جس طرح ابتداً تحریم شراب میں آہستگی اور تدبیر کا کام لیا، حکمت کا تقاضا تھا، اسی طرح حرام کر دینے کے بعد اس کی ممانعت کے قانون کو پوری شدت کے ساتھ نافذ کرنا بھی حکمت ہی کا تقاضا تھا اس لئے رسول کریم ﷺ نے شراب کے بارے میں اول سخت وعیدیں خطاب کی تلاطمیں ارشاد فرمادیں کہ یہ ام الفحشاء اور ام الفواحش ہے اس کو پی کر آدمی بڑے بڑے گناہ کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ شراب اور ایسا ہی بیخ نہیں ہو سکتے یہ دو عتق انسان کی ہیں اور جامع تر لفظ میں حضرت انس کی روایت ہے کہ :

آنحضرت ﷺ نے شراب کے بارے میں آدمیوں پر لعنت فرمائی ۔

- (۱) نیچے ڈالنے والا ۔ (۲) پلانے والا ۔ (۳) پینے والا ۔
- (۴) پلانے والا ۔ (۵) اس کو لانے والا ۔ (۶) جس کے لئے لائی جائے ۔
- (۷) اس کا پیچھے والا ۔ (۸) خرچہ کرنے والا ۔ (۹) اس کو بید کرنے والا ۔
- (۱۰) اس کی آمدنی کھانے والا ۔ اور پھر صرف ذاتی تقسیم و تبلیغ پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ عملی اور ذوقی طور پر احاطہ فرمایا کہ جس کے پاس کسی قسم کی شراب موجود ہو اس کو نکالیں جگہ بیچ کر دے ۔

صحابہ میں تعمیل حکم کا بے مثال جذبہ

فراتر از صوبہ کرام نے یہاں تک جاتے ہی اپنے اپنے گھروں میں جو شراب استعمال کے لئے رکھی تھی ان کو اسی وقت بہادیاہ حضرت مہدیؑ بنی مرکانہ سے کہہ کر آپ آنحضرت ﷺ کے منادی نے دھند کی گھنٹیوں میں یہ آواز دی کہ شراب حرام کر دی گئی ہے تو جس کے ہاتھ میں جو برتن شراب کا تھا اسکو وہیں پھینک دیا جس کے پاس کوئی سودا خانہ شراب کا تھا اس کو گھر سے باہر دھکے مار دیے ۔

حضرت انسؓ اس وقت ایک مجلس میں دور جام کے ساتھی بنے ہوئے تھے اور اعلیٰ و اذیٰ عیدہ بنی جراح والی بنی کعب، سہیل رضوانہ، طہیمہ، قیسین، جیسے عظیم الشان صحابہ موجود تھے منادی کی آواز کان میں پڑتے ہی سب نے کہا کہ اب یہ شراب سب گرہو ۔ اس کے جام دھو توڑ دو ۔ بعض روایات میں ہے کہ احاطہ حرمت کے وقت جس کے ہاتھ میں جام شراب نہ ہو سکے پہنچا ہوا تھا اس نے وہیں سے اس کو پھینک دیا ۔ دھند میں اس روز شراب اس طرح بہہ رہی تھی ۔ جیسے بارش کی دھوا پانی اور دھند کی گھنٹیوں میں عرصہ دراز تک یہ حالت رہی کہ جب بارش ہوئی تو شراب کی دھوا اور رنگ منی میں گھرا آتا تھا ۔

جس وقت ان کو یہ حکم ملا کہ جس کے پاس کسی قسم کی شراب ہے وہ نکالیں جگہ بیچ کر دے ۔ اس وقت صرف وہاں خیرے بکھڑے کئے تھے جو مال تجارت کی حیثیت سے بازار میں تھے ۔ ان کو فوراً منہ دار صحابہ کرام نے بلا تاہل مقررہ جگہ پر جمع فرمادیا ۔

آنحضرت ﷺ نے جس شخص کو تخریف لے گئے اور اپنے ہاتھ سے شراب کے بہت سے ٹکڑوں کو چاک کر دیا اور پانی دوسرے صحابہ کرام کے حوالے کر کے چاک کر دیا ۔

ایک صحابی جو شراب کی تہارت کرتے تھے اور ملک شام سے شراب درآمد کیا کرتے تھے، ہاتھ کا اس زمانے میں ساری رقم بیع کر کے ملک شام سے شراب لینے کے لئے لگے ہوئے تھے اور جب یہ تجارتی مال لے کر واپس ہوئے تو وہ یہاں داخل ہونے سے پہلے ہی ان کو اعلانِ حرمت کی خبر مل گئی۔ جانثار صحابی نے اپنے پرے سرمائے اور محنت کی حاصلات کو جس سے بڑے منفع کی امیدیں کئے ہوئے آ رہے تھے، اعلانِ حرمت سن کر اسی چمک ایک پرہیزی پر ڈال دیا اور خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ اب میرے اس مال کے متعلق کیا حکم ہے اور مجھ کو کیا کرنا چاہئے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: خداوندی کے مطابق علم دے دیا کہ سب مظہروں کو چاک کر کے شراب بہا دو۔ فرمانبردار محبت خدا و رسول ﷺ نے یا کسی جھجک کے اپنے ہاتھ سے اپنا پیرا سرمہ پایہ شکن پر بہا دیا۔

یہ بھی اسلام کا ایک عجیب و غریب صحابہ کرام کی حیرت انگیز و بے مثال عبادت ہے جو اس واقع میں ظاہر ہوئی کہ جس چیز کی عبادت ہو جائے سب جانتے ہیں کہ چھوڑنا سخت دشوار ہے اور یہ حضرات بھی اس کے ایسے عبادی تھے کہ تمویزی ہر اس سے صبر کرنا دشوار تھا۔ ایک علم الہی اور فرمانِ نبویؐ نے ان کی عبادت میں ایسا عظیم الشان اختلاص پیدا کر دیا کہ اب یہ شراب دروغ سے سنا بیٹھی منتظر ہیں، جیسے اس سے پہلے ان کے عبادی تھے۔

اسلامی سیاست اور عام ملکی سیاستوں کا فرق عظیم

ذکورہ آیات و واقعات میں حرم شراب کے حکم پر مسلمانوں کے عمل کا ایک نمونہ سامنے آ گیا ہے جس کو اسلام کا نمونہ و گویا خیراتِ تربیت یا اسلامی سیاست کا لازمی نتیجہ کنش کی عبادت جس کے چھوڑنے کا انتہائی دشوار ہونا ہر شخص کو معلوم ہے اور عرب میں اس کا رواج اس حد تک پکچھا ہوا تھا کہ چند سمجھنے والے کے بغیر صبر نہیں کر سکتے تھے وہ کیا چیز تھی جس نے ایک ہی اعلان کی آواز کان میں چڑے ہی ان سب کے حواہیوں کو بدل ڈالا ان کی عادات میں یہ اختلاص پیدا کر دیا کہ اب سے چند وقت پہلے جو چیز انتہائی مرغوب بلکہ زندگی کا سرمایہ تھی وہ چند وقت کے بعد انتہائی مہذوٰں اور قبیح بن چکا ہو گئی۔

شراب کی حرمت

اس کے باقی اہلِ آج کی ترقی یافتہ سیاست کی ایک مثال کو سامنے رکھ لیجئے کہ اب سے چند سال پہلے امریکہ کے ماہرینِ صحت اور سماجی مصلحین نے جب شراب نوشی کی بے شمار اور انتہائی مہلک

خریدیں گا کسی کر کے ملک میں شراب نوشی کو قانوناً ممنوع کر دیا جائے گا اس کے لئے اپنے غمخوار شہادت کے وہ نئے سے نئے ذرائع جو اس ترقی یافتہ سیاست کا بڑا اکمال سمجھے جاتے ہیں سب ہی شراب نوشی کے خلاف ذہن سمود کرنے پر لگے ہوئے۔ بنگلہ دیش، بھارت اور پاکستان کی لڑائیوں پر مشتمل ملک میں لاکھوں کی تعداد میں شائع کئے گئے، پھر امریکی دستور میں ترمیم کر کے متنازع شراب کا قانون نافذ کیا گیا، مگر ان سب کا اثر جو کچھ امریکہ میں آنکھوں نے دیکھا اور وہاں کے ادب باب سیاست کی رپورٹوں سے دنیا کے سامنے آیا وہ یہ تھا کہ اس ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ قوم نے اس ممانعت قانونی کے زمانے میں عام زامانوں کی نسبت بہت زیادہ شراب استعمال کی یہاں تک کہ مجبور ہو کر حکومت کو اپنا قانون منسوخ کرنا پڑا۔

عرب مسلمانوں اور مسوہاء ترقی یافتہ امریکیوں کے حالات و معاملات کا یہ نظم لائق تو ایک حقیقت اور واقعہ ہے جس کا کسی کو انکار کرنے کی گنجائش نہیں، یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس نظمیں اثنان فریق کا اصلی سبب اور راز کیا ہے۔

ذرا سا غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ شریعت اسلام نے صرف قانون کو توہم کی سطح پر کے لئے بھی کافی نہیں سمجھا بلکہ قانون سے پہلے ان کی ذاتی تربیت کی، مہذبیت و ہدایت اور فکر آخرت کے کی پوری نئے سے ان کے حواہیوں میں ایک بڑا انتکاب لا کر ایسے افراد پیدا کر دیئے جو رسول اللہ کی توفیق پر اپنی جان و مال آمد سب کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ کی زندگی کے ہر سے دور میں بھی انفراد سازی کا کام دیا حضتوں کے ذریعے ہو جا رہا، جب ہاں شاہوں کی جماعت تیار ہو گئی اس وقت قانون جاری کیا گیا، انہوں کو سمود کرنے کے لئے تو امریکہ نے بھی اپنے بے مثال ذرائع استعمال کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی، ان کے سامنے سب کچھ تھا مگر فکر آخرت نہیں تھی، اور مسلمانوں کے دگہ پے میں لگتا طرست پہلی پہلی تھی۔

کاش! آج بھی ہمارے مٹھا اس نکتہ کو سمجھ کر کے دیکھیں تو دنیا کو امن و سکون نصیب ہو جائے۔

شراب کے مفاسد اور فوائد میں موازنہ

اس آیت میں شراب اور قمار دونوں کے متعلق قرآن کریم نے یہ بتلایا ہے کہ ان دونوں میں کچھ فوائد بھی مگر اس کے مفاسد فوائد سے بڑھے ہوئے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ اس پر نظر ڈالی جائے

کہ ان کے فوائد کیا ہیں اور مفاسد کیا اور پھر یہ کہ فوائد سے زیادہ مفاسد ہونے کے کپاڑے ہیں یا ظہریں
چند قسمی ضابطے بیان کئے جائیں گے۔ جو اس آیت سے مستعار ہوتے ہیں۔

پہلے شراب کو ملے لیجئے اس کے فوائد تو عام لوگوں میں مشہور و معروف ہیں کہ اس سے لذت
و فرحت حاصل ہوتی ہے اور وقتی طور پر قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ تنگ صاف ہو جاتا ہے مگر ان غیر
وقتی فوائد کے مقابلے میں اس کے مفاسد اتنے کثیر و وسیع اور گہرے ہیں کہ شاید کسی دوسری چیز میں اتنے
مفاسد اور مضرات نہ ہوں گے۔ بدن انسانی پر شراب کے مضرات یہ ہیں کہ وہ رفتہ رفتہ معدے کے
فصل کو فاسد کر دیتی ہے۔ کھانے کی خواہش کم کر دیتی ہے۔ چرسے کی نیت بگاڑ دیتی ہے، ہیبت نہ ہو جاتا
ہے، بخوبی حیثیت سے نامحقری پر یا اثر ہو جاتا ہے جو ایک جرحی یا اکثر نے بیان کیا ہے کہ

”جو شخص شراب کا عادی ہو چالیس سال کی عمر میں اس کے بدن کی سمانت لگی ہو جاتی
ہے، جیسے سانپوں کا بڑا بڑا مچھلی“۔

دوسری صورت کے اعتبار سے سمجھئے ہونے پڑھوں کی طرح ہو جاتا ہے اس کے علاوہ
شراب بیکار اور گراں کاروبار کر دیتی ہے۔ عقل کی تیاری شراب کا خاص اثر ہے۔ یورپ کے شہروں میں
عقل کی کھڑت کا بڑا سبب شراب ہی کو بتایا جاتا ہے وہاں کے بعض ڈاکٹروں کا قول ہے کہ یورپ میں
آدمی اس وقت مرض عقل میں مبتلا نہیں ہوتا آدمی دوسرے مراض میں اور اس تیاری کی کھڑت یورپ
میں اسی وقت سے ہوئی جب سے وہاں شراب کی کھڑت ہوئی۔

یہ تو شراب کی جسمانی اور دینی مضرتیں ہیں اب عقل پر اس کی مضرت کو تو ہر شخص جانتا ہے مگر
صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ شراب پی کر جب تک نشہ رہتا ہے اس وقت تک عقل کام نہیں کرتی لیکن
اصل تجربہ اور ڈاکٹروں کی تحقیق یہ ہے کہ نشہ کی عادت اور قوت عائد کو بھی ضعیف کر دیتی ہے۔ جس کا اثر
ہوش میں آنے کے بعد بھی رہتا ہے بعض اوقات خون تک اگلی ذرت بچھا جاتی ہے اور ڈاکٹروں کا
اعتقاد ہے کہ شراب نہ جزو بدن بنتی ہے اور نہ اس سے خون بنتا ہے جس کی وجہ سے بدن میں خلل وقت آنی
بلکہ اس کا فصل صرف یہ ہوتا ہے کہ خون میں پھپھان پیدا کر دیتی ہے جس سے وقتی طور پر قوت کی زیادتی
محسوس ہونے لگتی ہے اور یہی خون کا نقص ہے جس میں بعض اوقات چاکل موت کا سبب بھی بن جاتا ہے
جس کو ڈاکٹر ہارٹ مل نے ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔

شراب سے شرابی نہیں بنتے لیکن جن کے ذریعے سارے بدن میں دھنچکنتی ہے سخت ہو جاتی ہیں
جس سے بڑھاپا جلدی آ جاتا ہے شراب کا اثر فساد کے محض اور عقل پر بھی شراب کا ہے جس کی وجہ سے

آواز بھاری ہو جاتی ہے بلکہ کھانسی آتی ہو جاتی ہے بعد ہی آخر کار نسل تک نرسٹ ہو چلاتی ہے شراب کا اثر نسل پر بھی یہ سب شہرتی کی دلاوا کھڑی جاتی ہے۔ ہر بعض حالات اس کا نتیجہ طبع نسل تک پہنچتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شراب پینے کی ابتدائی حالت میں بظاہر فساد اپنے جسم میں جاتی دیا لاکھ توت فحش کر رہا ہے اسی لئے بعض لوگ جو اس میں مبتلا ہوتے ہیں وہ اس طبعی حکمت کا اللہ کرتے ہیں۔ لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ شراب کا یہ ہر میرا ہر ہے جس کا اثر قدرتی طور پر بظاہر ہوتا شروع ہوتا ہے بلکہ کچھ عرصے کے بعد یہ سب معجزات مشاہدہ میں آ جاتی ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے۔

شراب کا ایک بڑا مفید و منفی یہ ہے کہ وہ اکثر لازمی جھگڑے کا سبب بنتی ہے اور پھر یہ بغض و عداوت دور تک انسان کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ شریعت اسلام کی نظر میں یہ مفید و سب سے بڑا ہے اس لئے قرآن نے سورہ مائدہ میں خصوصیت کے ساتھ اس مفید کا ذکر فرمایا ہے۔

إِنَّمَا يُرِيكُمُ الشَّيْطَانُ اَن يُوَلِّعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ
فِي الْغَمْرِ وَالْخُمْرِ .

”شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں بغض و عداوت پیدا کر دے۔“

شراب کا ایک مفید یہ بھی ہے کہ وہ ہوشی کے عالم میں بعض اوقات آدمی اپنا پوشیدہ راز جان کر ادا ہے جس کی معجزات کثیر جی چاہ کن ہوتی ہے۔ خصوصاً وہ اگر کسی حکومت کا مذہب دار آدمی ہے اور راز بھی حکومت کا راز ہے جس کا ظہار سے پورے ملک میں انتخابہ سکنا ہے اور ملکی سیاست اور جنگی مصالح سب پر باد ہو جاتے ہیں، وہ شاید جاسوس یا بے مواقع کے منتظر رہتے ہیں۔

شراب کا ایک مفید یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو ایک کھلوا دیتی ہے جس کو کچھ کر بچے بھی ہستے ہیں کیونکہ اس کا کام ہر اس کی حرکات سب غیر متوازن ہو جاتی ہیں۔ شراب کا ایک عظیم مفید یہ ہے کہ وہ نام اخبات ہے انسان کو تمام برے سے برے جہاں پر آمادہ کر دیتی ہے۔ نہ تو اور قتل اکثر اسکے نتائج ہوتے ہیں اور یہی وہ ہے کہ عام شراب خانے لگا کر قتل کے لڑے ہوتے ہیں۔ یہ شراب کی جسمانی معجزات ہیں اور اس کی روحانی معجزات تو ظاہری ہے کہ شراب کی حالت میں نہ نماز ہو سکتی ہے نہ صلا کا ذکر اور کوئی چاہت۔ اسی لئے قرآن کریم میں شراب کی معجزات کے بیان میں فرمایا :

وَبَصَدَّكُمْ عَنِ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ

”شراب تم کو ذکر اللہ اور نماز سے روکتی ہے۔“

اب بلی حضرت اور نقصان کا حامل بنے جس کو ہر شخص جانتا ہے کسی ہستی میں اگر ایک شراب خانہ کھل جاتا ہے تو وہ پہری ہستی کی دولت کو سیٹ لیتا ہے اس کی قسمیں بے شمار ہیں اور بعض انسان تو بعد گروں میں بعض احمد و شاد کہتے ہوں نے صرف ایک شہر میں شراب کا مجموعی خرچہ پہری سلسلہ فرانس کے مجموعی خرچ کے برابر بتایا ہے۔

یہ شراب کے دینی، دنیوی، جسمانی اور روحانی مفاسد کی مختصر فہرست ہے جس کو رسول کریم ﷺ نے ایک کلمہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ ”اتم انبائت“ یا ”اتم الخواثل“ ہے۔ جو کسی کے ایک ڈاکٹر کا یہ مقلد ضرب الخلل کی طرح مشہور ہے کہ اس نے کہا کہ اگر آدھے شراب خانے بند کر دیئے جائیں تو میں اس کی ضمانت لیتا ہوں کہ آدھے شفا خانے اور آدھے شہل خانے بے ضرورت ہو کر بند ہو جائیں گے۔ (تعمیر الدین الملتی مجدد ص ۳۳۷ ج ۲)

علامہ طحاویؒ نے اپنی کتاب الجواہر میں اس سلسلے کی چند اہم معلومات لکھی ہیں ان میں سے بعض یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

ایک فرانسیسی محقق بیری نے اپنی کتاب ”خوار و سول فی الاسلام“ میں لکھتے ہیں :
 ”بہت زیادہ مہلک تھیوار جس سے اہل مشرق کی تباہی کی گئی اور وہ دوا دھاری کو اور جس سے مسلمانوں کو قتل کیا گیا، یہ شراب تھی۔ ہم نے الجواہر کے لوگوں کے خلاف یہ تھیوار آزمایا لیکن ان کی اسلامی شریعت ہمارے راستے میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہو گئی اور وہ ہمارے اس تھیوار سے متاثر نہیں ہوئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی نسل بدستور چلی گئی یہ لوگ اگر ہمارے اس حق کو قبول کر لیتے جس طرح کہ ان کے ایک مذاقی قبیلے نے اس کو قبول کر لیا تو یہ بھی ہمارے سامنے ذلیل و نلوار ہو جاتے آج جن لوگوں کے گھروں میں اٹاری شراب کے دھڑ بھڑ رہے ہیں وہ ہمارے سامنے اتنے حقیر و ذلیل ہو گئے ہیں کہ سر نہیں اٹھا سکتے۔“

ایک مگر جرح قانون دہاں تمام لکھتے ہیں کہ :

”اسلامی شریعت کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں شراب حرام ہے۔ ہم نے دیکھا کہ جب افریقہ کے لوگوں نے اسے استعمال کرنا شروع کیا تو ان کی نسلوں میں پاگل پن سراپت کرنے لگا لہذا افریقہ کے لوگوں کے لئے بھی اس کی ممانعت ہوئی چاہئے اور یہی ان لوگوں کو بھی اس پر شدید سزا نہیں دینی چاہئے۔“

فرض جس پہلے مانس نے بھی خضہ سے دل سے غور کیا وہ ہے اختیار پکار اٹھا کہ یہ دامن ہے۔
شیطان مل ہے مذہر ہے جی اور بر باد کی کاذب یہ ہے اس تم انہماک سے باز آ جاؤ۔

فہل انعم مصلوون

شراب کی حرمت اور سورہ نحل کی آیت

شراب کی حرمت و ممانعت کے حلق قرآن کریم کی چار آیتوں کا بیان نو پر آچکا ہے۔ سورہ نحل
میں ایک جگہ اور بھی نشی چیزوں کا ذکر ایک دوسرے انداز سے آیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس
کو بھی یہاں ذکر کر دیا جائے تاکہ شراب و نشہ کے حلق تمام قرآنی ارشادات مجموعی طور پر سامنے
آجائیں۔ آیت یہ ہے :

وَمِنَ لَّعَنَاتِ الشَّجَرِ وَالْأَعْنَابِ فَجَعَلْنَاهُ نَجِئًا لِّمَنِ اتَّبَعَ

ذَٰلِكَ لِأَنَّهُ يُغْمِزُ بِمُغْلِقُونَ

”اور گنہگار اور گنہگار کے پھلوں سے تم لوگ نشی چیز اور دھوکھانے کی چیزیں بناتے ہو، چونکہ
اس میں ان لوگوں کے لئے نازی و نیک ہے جو عقل دیکھتے ہیں۔“

پہلی آیتوں میں حق تعالیٰ کی ان نعمتوں کا ذکر تھا جو انسانی خدائی پیدا کرنے میں عیب و غریب
صنعت و تدبیرت کا مظہر ہیں۔ اس میں پہلے وہ کا ذکر کیا جس کو قدرت نے حیوان کے پیر میں
خون اور فضل کی آگاہیوں سے الگ کر کے صاف ستھری غذا انسان کے لئے عطا کر دی۔ جس میں
انسان کو کسی مزید صنعت کی ضرورت نہیں تھی لہٰذا یہاں فقط نفسہکم استعمال فرمایا کہ ہم نے وہ
پایا اس کے بعد فرمایا کہ گنہگار اور گنہگار کے پھلوں میں سے بھی انسان اپنی غذا اور نفع کی چیزیں بناتا
ہے۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ گنہگار اور گنہگار کے پھلوں میں سے اپنی غذا اور صنعت کی چیزیں
بنانے میں انسانی صنعت کا کچھ دخل ہے اور اسی دخل کے نتیجہ میں وہ طرے کی چیزیں بناتی تھیں۔ ایک
نشاہت چیز جس کو خیر شراب کہا جاتا ہے، دوسری رزق میں یعنی کھانے و پینے کی گنہگار اور گنہگار بنانے
میں استعمال کریں یا خشک کر کے ذخیرہ کر لیں۔

مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے گنہگار اور گنہگار کے پھل انسان کو دے دیے اور
ان سے اپنی غذا ذخیرہ بنانے کا بھی اختیار دے دیا۔ اب یہ اس کا انتخاب ہے کہ اس سے کیا بنائے،
نشاہت چیز بنا کر عقل کو شراب کرے یا غذا بنا کر قوت حاصل کرے۔

اس تفسیر کے مطابق اس آیت سے نشا اور شراب کے حلال ہونے پر کوئی استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ یہاں مقصود قدرت کے عطیات اور ان کے استعمال کی مختلف صورتوں کا بیان ہے جو ہر حال میں محمود خداوندی ہے۔ جیسے تمام قدائیں اور فاضلی منفعت کی چیزیں کہ ان کو بہت سے لوگ ناجائز طریقوں پر بھی استعمال کرتے ہیں مگر کسی کے غلط استعمال سے اصل نعمت نعمت ہونے سے نہیں اٹھ جاتی۔ اس لئے یہاں یہ تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں کہ ان میں کون سا استعمال حلال ہے کون سا حرام ہے۔ تاہم ایک لطیف اشارہ اس میں بھی اس طرف کر دیا کہ ”سکر“ کے مقابل ”رزق حسن“ رکھا جس سے معلوم ہو کہ سکر اچھا رزق نہیں۔ سکر کے معنی جمہور مفسرین کے نزدیک نشا اور چیز کے ہیں۔

(بدن اسلامی، قرطبی ج ۱ ص ۱۰۰)

یہ آیات باطنی امت کی ہیں اور شراب کی حرمت اس کے بعد عین طیب میں نازل ہوئی۔ نزول آیات کے وقت اگرچہ شراب حلال تھی اور مسلمان عام طور پر پیتے تھے مگر اس وقت بھی آیت میں اشارہ اس طرف کر دیا گیا کہ اس کا بچہ اچھا نہیں۔ بعد میں مراد شراب کو شدت کے ساتھ حرام کرانے کے لئے قرآنی احکام نازل ہو گئے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱ ص ۱۰۰)



انتخابات میں ووٹ ، ووٹر اور امیدوار کی شرعی حیثیت

اسلام کا ایک یہ بھی جزو ہے کہ مسلمانوں کی پہلی جماعت کبھی کراہی پر جمع نہیں ہوتی۔ ہر زمانہ اور ہر جگہ کو لوگ حق پر نکتی سے قائم رہتے ہیں جن کو اپنے ہر کام میں حلال حرام کی فکر اور خدا اور رسول کی رضا جوئی پیش نظر رہتی ہے۔ پھر قرآن کریم کا ہر ثناء ہے

”آپ صیحت کی بات کہتے رہیں کیونکہ صیحت مسلمانوں کو نفع دیتی ہے۔“

اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ انتخابات میں امیدواری اور ووٹ کی شرعی حیثیت اور ان کی اہمیت کو قرآن اور سنت کی روش سے واضح کر دیا جائے۔ شاید یہ کوئی نیا گمان خدا کو صحیح ہو اور کسی وقت یہ غلط تکمیل سمجھیں گے۔

امیدواری

کسی مجلس کی ممبری کے انتخابات کے لئے جو امیدواری کی حیثیت سے کھڑا ہو وہ گویا پہلی ملت کے سامنے دو چیزیں کاندھیں ہے ایک یہ کہ اس کام کی قابلیت رکھتا ہے جس کا امیدوار ہے دوسرے یہ کہ وہ دیانت داری سے اس کام کو انجام دے گا اب اگر وہ ملت میں وہ اپنے اس دعوئی میں سچا ہے یعنی قابلیت رکھتا ہے اور دیانت داری سے اس کا حق قوم کی خدمت کے جذبے سے اس میدان میں آیا تو اس کا یہ عمل کسی حد تک درست ہے اور بہتر طریق اس کا یہ ہے کہ کوئی شخص خود دعوئی میں کہہ کر نہ ہو بلکہ مسلمانوں کی کوئی جماعت اس کو اس کام کا اہل سمجھ کر تاحرر کرے اور جس شخص میں اس کام کی صلاحیت ہی نہیں وہ امیدوار ہو کر کھڑا ہو تو قوم کا خدا اور خدا کی ہے۔ اس کا ممبری میں کامیاب ہونا ملک کے لئے ظاہری کا سبب تو بعد میں بنے گا پہلے تو وہ خود خدا اور خدا کی دیانت کا مجرم ہو کر عذابِ جہنم کا مستحق بننا چاہئے گا۔

اب ہر وہ شخص جو کسی مجلس کی ممبری کے لئے کھڑا ہوتا ہے اگر اس کو کچھ اخلاقی کی بھی فکر ہے تو اس میدان میں آنے سے پہلے خود اپنا جائزہ لے لے اور یہ سمجھ لے کہ اس ممبری سے پہلے تو اس کی ذمہ داری

صرف اپنی ذات تک اور اپنے اہل و عیال تک محدود تھی کیونکہ جس حدیث پر شخص اپنے اہل و عیال کا بھی امداد ہے اور اب کسی مجلس کی مہماری کے بعد جسکی خلق خدا کا تعلق اس مجلس سے وابستہ ہے ان سب کی امداد کی کاروبار اس کی گردن پر آتا ہے اور دنیا و آخرت میں اس ذمہ داری کا مسئول اور جواب دہ ہے۔

ووٹ اور ووٹر

کسی امیدوار مہماری کو ووٹ دینے کی از روئے قرآن وحدیث چند پیشیتیں ہیں۔ ایک حیثیت شہادت کی ہے کہ ہر جس شخص کو اپنا ووٹ دے دے اس کے متعلق اس کی شہادت دے دے ہا کہ یہ شخص اس کام کی قابلیت بھی رکھتا ہے اور پانچ شہادت بھی۔ اور اگر واقعی میں اس شخص کے متعدد صفات نہیں ہیں اور ووٹ یہ جانتے ہوئے اس کو ووٹ دیتا ہے تو وہ ایک جھوٹی شہادت ہے جو علت کبیرہ گناہ اور ہال دنیا اور آخرت ہے۔ گنج بخاری کی حدیث میں رسول کریم ﷺ نے شہادت کا ذہب کو شرک کے ساتھ سمجھ فرمایا ہے۔ (ملفوظ)

ایک دوسری حدیث میں جھوٹی شہادت کو اکبر کہا فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم) جس حلقے میں چند امیدوار کھڑے ہو اور ہر کو یہ معلوم ہے کہ قابلیت اور دیانت کے اعتبار سے فلاں آدمی قابل ترجیح ہے تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو ووٹ دینا اس اکبر کہا میں اپنے آپ کو نکال کر رہا ہے۔

اب ووٹ دینے والا اپنی آخرت اور انجام کو دیکھ کر ووٹ دے جس کی مروت یا کسی طمع و لطف کی وجہ سے اپنے آپ کو اس دہال میں جھکانا کرے۔ دوسری حیثیت ووٹ کی شفاعت یعنی سفارش کی ہے کہ ہر اس کی نافرمانی کی سفارش کرتا ہے۔ اس سفارش کے بارے میں قرآن کریم کا یہ ارشاد پروردگار کو اپنے سامنے دکھانا چاہئے۔

”جو شخص انجی سفارش کرتا ہے اس میں اس کو بھی حصہ ہے اور یہی سفارش کرتا ہے تو اس کی برائی میں اس کا بھی حصہ لگتا ہے۔“

انجی سفارش یہی ہے کہ قابل امید یا پست دار آدمی کی سفارش کرے جو خلق خدا کے حقوق کی خاطر ہر گناہ کرے اور یہی سفارش یہ ہے کہ کائناتِ مطلق کا حکم کی سفارش کرے اس کو خلق خدا پر مسلط کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے دونوں سے کامیاب ہونے والا امیدوار اپنے بیچ سالہ اور میں جو ایک کام باطل کرنے کا ہم اس کے شریک مجھے جانیں گے۔

روزی ایک قیسری حیثیت و کائنات کی ہے کہ وٹ دینے والا اس سپہ سالار کو اپنا نمائندہ اور وکیل بناتا ہے لیکن اگر یہ کائنات اس کے کسی شخص حق کے متعلق ہوتی اور اس کا نفع نقصان صرف اس کی ذات کو پہنچا اور اس کا یہ خوند مسدود ہوتا مگر یہاں یہاں نہیں کیونکہ یہ کائنات ایسے حقوق کے متعلق ہے جن میں اس کے ساتھ چہرہ قوم شریک ہے اس لئے اگر کسی جہل کو اپنی نمائندگی کے لئے وٹ دے کر کامیاب نہ ہو تو چہرہ قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اس کی گردن پہنچا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حد وٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے۔

۱۔ شہادت ۲۔ سفارش ۳۔ حقوق مشترک میں وکالت

تینوں حیثیتوں میں جس طرح ایک صالح کا غلطی آدمی کو وٹ دینا موجب ثواب عظیم ہے اور اس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں اسی طرح باطل و غیر صالح میں شخص کو وٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے اور بی سفارش بھی اور ناجائز وکالت بھی اور اس کے باوجود کئی ثمرات بھی اس کے ہمنام ہیں۔

ضروری تنبیہ

مذکورہ اصول بیان میں جس طرح قرآن و سنت کی رو سے یہ واضح ہوا کہ اہل نظام، فاسق اور غلط آدمی کو وٹ دینا گناہ عظیم ہے۔ اسی طرح ایک اچھے، نیک اور کامل آدمی کو وٹ دینا ثواب عظیم ہے بلکہ ایک نیک و شرفی ہے۔ قرآن کریم نے جیسے جھوٹی شہادت کو گناہ فرمایا۔ اسی طرح نیک شہادت کو واجب و لازم بھی فرمایا ہے۔ اور شہادہ الی تعالیٰ ہے۔

تَحْضَرُوا قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا تَحْضَرُوا يُشْهِدُوا بِالْقِسْطِ

اور ضروری جگہ ارشاد ہے کہ :

تَحْضَرُوا قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا تَحْضَرُوا يُشْهِدُوا بِالْقِسْطِ

ان دونوں آیتوں میں مسلمانوں پر فرض کیا ہے کہ نیک شہادت سے جان نہ بچرائیں اللہ کے لئے اور اچلی شہادت کے واسطے کھڑے ہو جائیں۔ قیسری جگہ سورۃ طلاق میں ارشاد ہے

”اللہ کے لئے نیک شہادت کو قائم کرو۔“

ایک آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ :

”تَحْضَرُوا قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا تَحْضَرُوا يُشْهِدُوا بِالْقِسْطِ“

ارشاد ہے :

”شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا اس کا دل گننا بگاڑ ہے۔“

ان تمام آیات نے مسلمانوں پر یہ فرض عائد کر دیا ہے کہ کبھی گواہی سے جان نہ چھرائیں، ضرور ادا کریں، سچ جو فرمایاں، اختلاطات میں پیش آ رہی ہیں ان کی جڑی جو یہ بھی ہے کہ نیک صالح حضرات عموماً دھوکے دینے ہی سے گریز کرتے ہیں، لگے جس کا لازمی نتیجہ وہ ہو جو مشاہدہ میں آ رہا ہے کہ دھوکہ دینا ان لوگوں کے آتے ہیں جو چنانہگوں میں خریدنے والے ہاتھ ہیں اور ان لوگوں کے دلوں سے جو ناکھ سے پوری قوم پر مسلط ہوتے ہیں وہ ظاہر ہے کہ کس قدر آشوب کن سرور کے لوگ ہوں گے۔

اس لئے جس حلقہ میں کوئی بھی امیدوار قاضی اور نیک معلوم ہوتا ہے دھوکہ دینے سے گریز کرنا بھی شرعی حرام اور پوری قوم و ملت پر ظلم کا مترادف ہے اور اگر کسی حلقہ میں کوئی بھی امیدوار نیک معنوں میں کامل اور دیانت دار نہ ہو مگر ان میں سے کوئی ایک صلاحیت کا حامل ہو خدا ترسی کے اصول پر دوسروں کی نسبت قیمت ہونے، تعلیل شرع و عقلی ظلم کی نیت سے اس کو لگی دھوکہ دینا جائز بلکہ مستحسن ہے جیسا کہ نبیائے کرام کے پاس ہوا، یہ قدر دہشت ہونے کی صورت میں عقلی نجاست کو دور پرے ظلم کو دفع نہ کرنے کا اختیار نہ ہونے کی صورت میں عقلی ظلم کو اختیار نہ ہونے کا طریقہ ہے۔

مختصر یہ کہ اختلاطات میں دھوکہ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے جس کا چھپانا بھی حرام ہے اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام اور اس پر کوئی معاملہ لینا بھی حرام، اس میں شخص ایک سیاسی پارٹیت اور دنیا کا کھیل سمجھنا جڑی بھدی غلطی ہے آپ جس امیدوار کو دھوکہ دیتے ہیں شرعاً آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے نظریے اور علم و عمل اور دیانتداری کی رو سے اس کام کا قائل اور دوسرے امیدواروں سے بہتر ہے، جس کام کے لئے یہ اختلاطات ہو رہے ہیں اس حقیقت کو سامنے رکھیں تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں :

۱۔ آپ کے دھوکے اور شہادت کے ذریعے جو ناکھ دھوکے آسانی میں پہنچے گا وہ اس مسئلے میں جتنے اچھے یا بُرے اقدامات کرے گا ان کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوگی، آپ بھی اس کے جواب یا مطالب میں برابر کے شریک ہوں گے۔

۲۔ اس معاملہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخص معاملات میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو اس کا اثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے، جواب بھی مطالب بھی محدود، قوی اور ملکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے، اس کا کوئی نقصان بھی بعض اوقات پوری قوم کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے اس لئے اس کا جواب و مطالب بھی بہت بڑا ہے۔

۳۔ گئی شہادت کا چھپا کر دینے قرآن حرام ہے اس لئے آپ کے ملحق کتاب میں اگر کوئی گج نظریہ کا حامل اور یا مستدار لکھ کر اچھے تو اس کو دے دیتے ہیں کوئی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

۴۔ جو امیدوار نظریہ اسلامی کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے اس کو دے دینا ایک جہولانی شہادت ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔

۵۔ دوسٹ کو پیسوں کے معاوضے میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے اور چند گلوں کی خاطر اسلام اور ملک سے جہاد ہے۔ دوسروں کی زندگی سوار نے کے لئے اپنا دین قربان کر دینا کتنے ہی ممالی و دولت کے بدلے میں ہو کوئی دانشمندی نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص سب سے زیادہ خسار سے میں ہے جو دوسروں کی دنیا کے لئے اپنا دین کھو بیٹھے۔



پاکستان کا حالیہ ایکشن ۱۹۷۰ء

اسلام اور کفر اور پاکستان کی بقا و فنا کا معرکہ ہے

اس میں ووٹ کا استعمال بڑی احتیاط اور بصیرت سے ہونا چاہئے

آج کل اطراف ملک سے کھڑت یہ سوالات آرہے ہیں کہ حالیہ انکشن میں ووٹ کس پارٹی اور کس نمائندہ کو دیئے جائیں، ایسی جواب کافی نہیں ہوتا تفصیل پر ایک کونکھا مثال ہے اس لئے بطور ذیل میں پوری حقیقت واضح کی جاتی ہے ۔

اس وقت پاکستان جس عازک دور سے گزر رہا ہے وہ کسی باشعور مسلمان سے پوشیدہ نہیں۔ دشمنان اسلام کی اندرونی اور بیرونی سازشیں ملک پر لاؤ نی ٹھکریات مسلط کرنے کے درپے ہیں اور اس ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے برائے کائنات کو ختم کر دینا چاہتی ہیں۔

ان حالات میں دیکھ دیجئے کہ عام انتخابات نے پاکستانی مسلمانوں پر ایک ذریعہ مستدام داری ڈال دی ہے، اگر عوام نے اس دامنداری کو پوری توجہ و احتیاط اور بصیرت کے ساتھ انجام نہ دیا تو اس کے نتائج ملک و ملت اور خود عوام کے لئے دنیا و آخرت میں بڑے ہولناک ہوں گے۔ اس وقت ہر روز ہمارے ہر صید و کار کو یہ بات سامنے دکھائی ہے کہ جس طرح ۱۹۷۰ء کا انکشن شخصیات و افراد کا نہیں، بلکہ نظریات کا انکشن تھا ایک بڑے پاکستان بنانے کا نامی اور دوسرا اس کا مخالف قہر ای طرح حالیہ انکشن بھی خاص نظریاتی انکشن ہے جو پاکستان کی جہاد کا اور اسلام و کفر کا معرکہ حیرت ہرنگ۔

مسلمانوں کے لئے راہ عمل

اس وقت ملک میں اگرچہ سیاسی پارٹیاں بے شمار کھڑی ہو چکی ہیں مگر بنیادی اور اصولی طور پر یہ سب جن جن قسموں میں جمع ہیں :

(۱) وہ جماعتیں جو کھلم کھلا غرضاتی طور پر اس ملک میں سوشلزم اور صوبائی صصیت کے تقاضوں کے خلاف خالص اسلامی نظام اور اسلامی وحدت کی دعائی ہیں۔

(۲) وہ جماعتیں جو پاکستان میں سوشلزم لانے کی کوشش کر رہی ہیں خود کو ہی اعجاز کا سوشلزم ہو یا عینی طرز کا اور خود کو خالص سوشلزم کا نام لیتی ہوں یہاں پر اسلام کا پھیلنا کر ”اسلامی“ سوشلزم کی مکمل اصلاح استعمل کرتی ہوں۔

(۳) وہ پارٹیاں جو پاکستان میں صوبائی صصیت کو روکے کر بھگدیش، بختہ نستان یا بنے سندھ کا غمزدہ نگار ہی ہیں اور اس ملک کو مختلف آزاد حکومتوں میں تقسیم کر کے اسے ٹکڑے کرنے کو چاہتے ہیں۔

ان تین قسموں میں سے آخری دو قسم کی جماعتوں یا ان کے نظریات کے حامل افراد کو دس دین پاکستان کی جانی میں اتھان کرنے کے مترادف ہے اس لئے ان کو دس دینا قطعاً ناجائز و حرام ہے۔ یہی طرح جو افراد اپنے طرزِ عمل سے ان دو قسم کی جماعتوں کو کسی شبہ یا تاویل کی بناء پر سیاسی اور عجم پہنچاتے ہوں ان کو دس دینا بھی چونکہ نیکائے اقتدار سے مذکورہ جماعتوں کو دس دینے کے مترادف ہوگا اس لئے مسلمانوں کو اس سے بھی پرہیز لازم ہے۔

ان قسموں کے خارج از بحث ہو جانے کے بعد اب صرف پہلی قسم کی جماعتیں رہ جاتی ہیں جو لوگ پاکستان میں خالص اسلامی نظام قائم کرنا چاہتے ہیں ان کی اصل کوشش تو یہ ہونی چاہئے کہ یہ تمام جماعتیں باہمی ملاہمت کے ذریعہ ہر سب سے صرف ایک حقدار امیدوار کو کھڑا کر کے اسی کی تائید و حمایت کریں۔

اگر یہاں گھونٹا ہو جاتا ہے تو تمام کے لئے یہ راستہ مضحک ہے کہ جہاں امیدوار کو دس دینے میں جو اسلام کی دعائی جماعتوں نے مختلف طور پر کھڑا کیا ہو اسکی صورت میں اس امیدوار کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنا تمام مسلمانوں کا دینی و اخلاقی فرض ہوگا اور چونکہ اس انگلشن میں حقیقی مقابلہ افراد و شخصیات کے بجائے نظریات و مذاہم کا ہوگا اس لئے مذکورہ صورت میں دس دینے بھی کسی فرد یا شخص یا ملک اس نظر سے گوراجائے گا جس کی حمایت کے لئے وہ کھڑا ہوا ہے اس لئے اس کے مقابلے میں بعد کی دو قسموں کے مذاہم سے خود چھ پرکتے اچھے نظر آئیں، ان کو دس دینا اسلام اور ملک سے بھگت کے مترادف ہوگا اور اگر خدا خواست اسلامی نظام کی دعائی جماعتوں میں کوئی اختلافی گھونٹ ہو سکا تو ہر طبقے کے بعد مسلمان مقامی گھونٹ کی کوشش کریں۔ اگر اس میں بھی ناکامی ہو اور ایک ہی نشست پر پہلی قسم کے مختلف طرز و دستور کھڑے ہوں تو ان میں سے کسی کو دس دینے کے لئے منتخب کرنا عند جدیل معیار ہوگا۔

(۱) ہر جگہ میں پہلی قسم کے وہ افراد مقدم ہو گئے جن کے نظریات ٹھیک ٹھیک جمہوریت، نسب مسلمہ کے مطابق ہوں جو قرآن و سنت کو سلف صالحین کی تشریحات کی روشنی میں اپنا عقیدہ سمجھتے ہوں اور جن کا نظریہ بری عمل اور ماضی کا کردار ہے اور اسلام کے مطابق ہوں۔ ان میں بھی وہ شخص مقدم ہوگا جس کی کامیابی کے امکانات دشمن کے مقابلے میں قوی ہیں۔ اگرچہ وہ علمی و فنی حیثیت سے موثر ہو۔

(۲) اگر کسی جگہ میں ایسے امیدوار بصرہ نہ آئیں تو پھر ان لوگوں کو دھوکے دیا جائے جو سوشلزم اور صوبائی مصیبت کے خلاف کم از کم نظریاتی طور پر اسلام کی کوئٹہ کرنے کے سعی میں ہوں خواہ ان کے ذہنی کردار یا فروعی نظریات میں کوئی خامی پائی جاتی ہو۔ اور جس میں ایسی خامیاں کم ہوں وہ دوسرے پر مقدم ہوگا۔

(۳) جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ اس انگلش میں اصل مقابلہ اپنی شخصیتوں کے بجائے اسلام اور لادینی نظریات کے درمیان ہے اس لئے جہاں لادینی نظریات کے داعی اور کافرانہ کھسوں کے حامی افراد کے مقابلے میں کوئی سپرد امیدوار بصرہ نہ آئے وہاں اصولی مسلمانوں کے انتخابی اصول کے مطابق بدچلچلوری اس فائنل مسلمان کو دھوکے دینا بھی ضروری ہو جاتا ہے جو صحیح اسلامی نظریہ کی حمایت کے لئے کھڑا ہوگا۔

ووٹ کی شرعی حیثیت

انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے جس کا پھانسا بھی حرام ہے اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام ہے اس پر کوئی معاملہ لینا حرام۔ اس کو شخص ایک سیاسی پارٹی کے لئے اور دنیا کا تکمیل سمجھنا جی بھاری غلطی ہے آپ جس امیدوار کو دھوکے دیتے ہیں شرعاً آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے نظریے اور علم و عمل اور دیانت داری کی رو سے اس کام کا اہل اور دوسرے امیدواروں سے بہتر ہے جس کام کے لئے یہ انتخابات ہو رہے ہیں اس حقیقت کو سامنے رکھیں تو اس سے مندرجہ بالا نتائج برآمد ہوتے ہیں :

(۱) آپ کے ووٹ شہادت کے ذریعہ جو نمائندہ کسی اسمبلی میں پہنچے گا وہ اس سلسلے میں جتنے اچھے یا برے اقدامات کرے گا ان کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوگی۔ آپ بھی اس کے ثواب و عذاب میں شریک ہوں گے۔

(۲) اس معاملہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات کی شہادت میں کوئی نفسی بھی ہو جائے تو اس کا اثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے۔ ثواب و عذاب بھی محدود۔ قوی اور نکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے۔ اس کا کوئی نقصان بعض اوقات پوری قوم کی جہی کا سبب بن جاتا ہے اس لئے اس کا ثواب و عذاب بھی بہت بڑا ہے۔

(۳) یہی شہادت کا چھپا تازہ ہے قرآنِ حرام ہے۔ اس لئے آپ کے حلقہ انتخاب میں اگر کوئی صحیح نظریہ کا حامل و دیانت دار نہ آئے کہ اسے ای کو دے دینے ہیں۔ کوئی کرنا گنہ گیر ہے۔

(۴) جو امیدوار نظام اسلامی کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے اس کو دے دینا ایک جھوٹی شہادت ہے جو گناہ گیر ہے۔

(۵) اوست کو بیہوش کے معاملے میں زیادہ تر یہ قسم کی رشوت ہے اور چند لوگوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بدعت ہے دوسروں کی اور انہماق دینے کے لئے اپنا یہی قربان کر دینا کتنے ہی مال و اموال کے بدلے میں ہو کوئی دانشمندی نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنا یہی نکو پیٹے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

بندہ

محمد شفیع

(مفتی اعظم پاکستان و صدر دارالعلوم، کراچی)

۲۰ شعبان ۱۳۹۵ھ



اختلافات اُمت اور ان کا حل

شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دہلی بخاری قدس سرہ دہلوانا کی چار سالہ قید سے رہائی کے بعد دارالعلوم دہلی بکھر چکا ہے تو علماء کے ایک مجمع کے سامنے آپ نے ایک اہم بات ارشاد فرمائی۔

جو لوگ حضرت دہلی سے وقف ہیں وہ اس سے بھی بے خبر نہیں ہیں کہ یہ قید و بند عام سیاسی لیڈروں کی قید نہ تھی بلکہ آزادی میں اس دوش کی ساری تحریکات صرف دھانے حق سمجھتے تھے ان کے لئے امت کی مصالح و مصلحت کے گرد گھومتی تھیں۔ مسافرت اور سیاحتی بے کسی کے عالم میں گرفتاری کے وقت جملہ جوش کی زبان مبارک پر آیا تھا حق کے غرض اور مقصد کا پتہ دیتا ہے فرمایا :

”الحمد للہ ہم صحیحہ گرفتارم نہ ہم صحیحہ“

انہی کی تجانیوں میں ایک روز بہت مفہوم دیکھ کر بعض رفقاء نے کچھ تسلی کے الفاظ کہا تو آپ نے فرمایا اس تکلیف کا کیا ثمر ہے جو ایک دن ختم ہو جائے وہی ہے ثمر اس کا ہے کہ تکلیف و سختی اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول ہے یا نہیں؟

ان کی قید سے دہلی آنے کے بعد ایک مدت بعد مولانا دارالعلوم میں تشریف فرما تھے، مولانا کا بڑا مجمع سامنے تھا اس وقت فرمایا کہ ہم نے تو دہلوانا کی زندگی میں دوسری چکھے ہیں۔ یہ الفاظ سن کر سردار مجمع برہنہ کوٹھی ہو گیا کہ اس استاد اعظم، دوش کی نے اسی ۱۸ سالہ عمار کو دس دسینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق چکھے ہیں وہ کیا ہیں۔ فرمایا کہ میں نے جہاں تک قید کی تجانیوں میں اس پر غور کیا ہے کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیاوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا دوسرے انہیں کے اختلافات اور عناد جنگی اس لئے ہیں کہ میں سے یہ لازم لے کر آتے ہیں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کر دیں کہ قرآن کریم کو لفظ اور معنی عام کیا جائے۔ بچوں کے لئے لفظی تعلیم کے کتابت پرستی میں قائم کئے جائیں، جن کو کوئی قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کر لیا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کیلئے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔

خاص خدمت نے ملت موجودہ کے مرض کی جو تشخیص اور جوہر فرمائی تھی، باقی نظام زندگی میں ضعف و کمزوری اور بحکم مٹ جانے کے باوجود اس کے لئے سنی عظیم فرمائی۔ بذات خود اس قرآن شروع کیا جس میں تمام علماء شہرہ و حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے علماء بھی شریک ہوئے تھے۔ نظام بھی اور اس کا کارہ کو بھی اس درس میں شرکت کا شرف حاصل رہا ہے مگر اس واقعے کے بعد حضرت کی عمری کتنی کے چند ایام تھے: ”آں قدر چہ شکست و آں ساقی نماز“۔

آج بھی مسلمان بن ہمارے میں جنگا، ہیں اور جن حوادث و واقعات سے وہ ہمارے ہیں انکے بصیرت سے ہم لیا جاسکتا ہے تو ان کے سب سے بڑے سبب یہی ہوتا ہے کہ قرآن کو چھوڑنا اور آج کے میں لڑنا۔ غور کیا جائے تو یہاں کی لڑائی بھی قرآن کو چھوڑنے ہی کا لازمی نتیجہ ہے۔ قرآن پر کسی اور سے بھی حمل ہوتا تو خدا جلّیٰ یہاں تک نہ آجاتی۔

اختلاف رائے کی حدود

اختلاف رائے کچھ سوچ نہیں سکا کہ اپنی حدود کے اندر انسان کی فطرت میں اس کے پیدا کرنے والے نے جن حکمت کے مطابق ایک بارہ لفظ اور ممانعت کا بھی رکھا ہے اور وہ انسان کی بقا و ارتقاء کیلئے ضروری ہے مگر یہ وہ دشمن کی ممانعت کیلئے رکھا ہے اگر اس کا رخ دوسری طرف ہو جائے تو وہ اس لئے کہ دشمن کو پہچانے اور متعین کرنے میں غلطی ہوگی جو یا کسی دوسری وجہ سے۔ بہر حال جب دشمن کا رخ بدلے گا تو یہ خواہ اپنی جہی کا رخ بدلتا رہے تب بھی اسی لئے قرآن کریم نے مومن کے لئے یہی وصیئت کے ساتھ اس کا رخ متعین فرمایا ہے۔

ان الشيطان لكم عدو فاتحدوا معه

”شیطان تمہارا دشمن ہے اس کو بیٹھ دشمن سمجھو۔“

جس کا حاصل یہ ہے کہ مومن کے غصہ اور لڑائی کا مصروف کچھ صرف شیطان اور شیطان کی طاقتیں ہیں جب اس کی جنگ کا رخ اس طرف ہوتا ہے تو وہ جنگ قرآن کی اصطلاح میں جہاد کہلاتی ہے جو عظیم عبادت میں سے ہے۔ حدیث میں فرمایا ہے، فزوجة منامة الجهاد، یعنی اسلام میں سب سے اعلیٰ کام جہاد ہے لیکن اگر اس جنگ کا رخ اس طرف سے بنا تو یہ جہاد کی بجائے فساد کہلائے گی جس سے بچانے ہی کے لئے اللہ تعالیٰ کے سارے رسول اور کتابیں آئی ہیں۔ شکل و صورت کے اعتبار سے جہاد اور فساد میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ وہ کاٹنا جہاں سے یہ لائیں جہاں سے

صرف یہ ہے کہ اس کا رخ شیطان اور شیطانوں کی طرف ہے جو کہ جہاد ہے جو نہ لہو و نہ لہو کی فکر ہے جس نے پاکستان کو اسلامی اقدار کی مکمل تحصیل تھی کہ کل اسلام کے سامنے والے ایک متحدہ قوم ہیں اور نہ سامنے والے دوسری قوم ہیں کے جہاد کا رخ اس طرف ہونا چاہئے۔

حضرت شاد علی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کے فرض ہونے کی ایک حکمت یہ بھی بیان فرمائی کہ قہر و غضب اور عداوت کا مادہ جو انسانی فطرت میں درمیت کیا گیا ہے۔ جب جہاد کے ذریعہ اپنا صحیح مصرف پایا جاتا ہے تو آپس کی خاندانگی اور لہو و نہو سے خود بخود نہات ہو جاتی ہے اور نہ اس کی مثال ملتی ہوتی ہے کہ جس جھٹ میں بادش کا پانی نکلنے کا راستہ پرمانوں کے ذریعہ نہ بنایا جائے تو پھر یہ پانی جھٹ کو توڑ کر اتر آتا ہے۔

صلح اور جنگ کس سے

آج اگر غور کیا جائے تو پورے عالم اسلام پر یہی مثال صادق آتی ہے، شیطان اور شیطانوں کا تعلیم، بکھرنا، خدا اور رسول سے عداوت، نفی و مباحثی سے طغیان مانوس ہو رہی ہیں۔ ان کی نفرت دلوں سے لگن چکی ہے اس پر کسی کو شک نہیں آتا۔ انسانی درواری، اخلاقی مروت کا سامان اور کفر والہ اور ظلم کی حمایت میں صرف ہوتا ہے۔ نفرت و عداوت عداوت کا میدان خود اپنے اعضاء و جوارح کی طرف ہے۔

آپس کی درواری بات پر ٹھکرا لائی ہے چھوٹا سا نقطہ اختلاف ہوتا اس کو بڑھا کر پھاڑ بنا دیا جاتا ہے۔ عداوت و مسائل کی خدا کی بن کر لگتی ہے۔ دونوں طرف سے اپنی پوری توانائی اس طرح صرف کی جاتی ہے کہ گویا جہاد ہو رہا ہے۔ وہ عداوت طائفوں لڑ رہی ہیں اور کوئی خدا کا بندہ اپنی طرف نظر کر کے نہیں دیکھتا کہ

۔ عالم جو بہرہ رہا ہے وہ حیرانی مگر نہ ہو

سیاست ممالک سے لے کر خاندانی اور گھریلو معاملات پر سب میں اسی کا مظاہرہ ہے۔ جہاں دیکھو "الصلح موعود الخوة" کا سبق پڑھنے والے آپس میں کھم کھاتے ہیں۔ قرآن حکیم نے جہاں حمود گزار، علم و ہدایت کی تلقین کی تھی وہاں جنگ ہو رہی ہے اور جس محل پر جہاد کی دعوت دی تھی وہاں دشمنوں کی ولایت کے لئے خالی رہا ہے۔

فاللہ اللہ العشیقہ وانا للہ وانا الیہ راجعون ۔

اسٹیلین، کونسلوں، میونسپل بورڈوں کی نشست حکومت کے عہدوں اور ملازمتوں کی روزانہ صنعت و تجارت کی روز میں اور مقابلہ اور کشمکش، جانیداروں اور زمینداروں کی کشمکش جہاں خاص اپنے حقوق کی جنگ ہے جس کو چھوڑ دینا مناسب کے نزدیک ایسا اور اخلاقی اخلاق کا ثبوت ہے وہاں کوئی ایک سانچ اپنی جگہ سے سرکے کو چاہئیں۔ دین و مذہب کے نام پر کام کرنے والوں کی دلیل تو تعداد ہی کم ہے اور جو بے حد عموماً قرآن و سنت کی بنیادی تعلیمات سے انحراف کر کے جزدنی اور فردی مسائل میں الجھ کر رہ گئی ہے۔

چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ معرکہ و جدال بنا ہوا ہے جس کے پیچھے غیبت، جھوٹ، ایذا، مسلم، و غیر موہبتان، جسٹس و استیلا، جیسے شعلے کی طرح کبیرہ گناہوں کی بھی پروا نہیں کی جاتی۔ دین کے نام پر خدا کے گھروں میں جدال و قتل اور لڑائیاں ہیں، نوریت پر لیس اور عدالتوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ ان دینداروں کو خدا اور رسول پر استیلا کرنے والوں، شراب پینے والوں، سود اور رشوت لینے والوں سے وہ عزت نہیں جہاں مسائل سے اختلاف رکھنے والوں سے ہے۔

کوئی خدا کا بندہ اس پر نظر نہیں کرتا کہ اس کے مثبت و منفی دونوں پہلوؤں میں کوئی بھی کسی کے نزدیک ایسا نہیں جس کے لئے مسلمانوں سے جنگ کرنا جائز ہو۔ جس کے لئے دوسروں کی غیبت و بہتان و تذلیل و حقیر زہار ہو۔

اصلاح حال کی ایک غلط کوشش

ہمارے نو تعلیم یافتہ روشن خیال مسلمانوں کی توجہ جب اس باہمی اختلاف کے مہلک نتائج کی طرف جاتی ہے اور اس کے علاج کی فکر ہوتی ہے تو ان کے خیال میں ساری خرابیاں صرف ان اختلافات میں نظر آتی ہیں جو دین و مذہب کے نام پر سامنے آتے ہیں اور صرف اسی اختلاف کو مٹانے کے لئے علاج سوچتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو سب لڑائیوں کو بھول جاتے ہیں جو خاص نفسانی اور اخلاقی غرض کے لئے لڑی جارہی ہیں جن کے لئے ایک دوسرے کی جان و آدمہ اور مالی سب کچھ حلال سمجھا جاتا ہے جس کے پیچھے پورے ملک میں باہمی منافرت کے سیلاب امنڈتے ہیں مگر ان کو چنگیزی تہذیب و شرافت کا نام دے دیا اس لئے وہ نہ قوم کے لئے کوئی مرض دہانہ اس کا علاج سوچنے کی ضرورت ہی اختلاف اور لڑائی میں صرف غلط کام ہے یا اس کا علاج تہذیب و اخلاق کا ہے نہ مذہب کے نام پر جو اختلافات ہیں مگر غور کیا جائے تو ان کی خرابی صرف حدود سے تجاوز کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے

ورنہ وہ کوئی برآمدی کا نوٹ نہیں بن سکتے وہ اپنے ذاتی حقوق نہیں منجھیں اور رکھا جائے بلکہ قرآن و سنت کی تعمیر کے اختلافات ہیں جن کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔

ہمارے بعض روشن خیال مسلمانوں نے سراسر افسانوی اختلافات میں محصور ہو کر اس کا یہ علاج جو بڑا کیا کہ فرق وادارائے اختلافات کو بنا کر سب کا ایک نیا اور مشترک مذہب بنالیا جائے پوری قوم کا وہی ایک مذہب ہو تاکہ اختلاف کی وجہ ہی ختم ہو جائے۔ مگر یہ بات مذہبی مسائل میں اختلاف گنچ ہے نہ ٹھکانا۔ ہمیں خاص و عمومی معاملات جن میں جھگڑا ذاتی حقوق ہی کا ہو وہاں اپنے اپنے مطالبات کو نظر انداز کر کے ایسی سطح کی جانکتی ہے جس لئے باہمی جنگ و جدل کا طعنہ نہیں کہ اختلاف رائے کو مٹا کر سب کو ایک نظر بنے گا یا بند کر دیا جائے۔

اختلافِ رائے اور جھگڑے فساد میں فرق

اہل عقل و بصیرت پر حق نہیں کر دینی اور دنیوی دونوں قسم کے معاملات میں بہت سے مسائل ایسے آتے ہیں جن میں دائیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ ان میں اختلاف کرنا، عقل و اذہانت کا عین متقصد ہونا ہے ان میں لائق صرف و صورتوں میں ہو سکتا ہے یا تو مجمع میں کوئی اہل بصیرت اور اہل رائے نہ ہو۔ ایک نے دیکھ کر دایا سب نے مان لیا اور یا پھر جان بوجھ کر کسی کی دعایت و حرمت سے اپنے خمیر اور اپنی رائے کے خلاف دوسرے کی بات پر مساند کر دیا اور تاکر عقل و اذہانت دونوں موجود ہوں تو رائے کا اختلاف ضروری ہے اور یہ اختلاف کبھی کسی مسئلے پر ہو سکتا ہے جو بلکہ دوسروں کے لئے بصیرت کا سلسلہ مہیا کرتا ہے۔ مسلمانوں میں مذہب اختلاف کو ہی بنیاد پر ضروری سمجھا جاتا ہے۔

قرآن و سنت کے معاملات اور مہمات کی تشریح و تفسیر میں ہی طرح کے اختلافات کو ”دعوت“ کہا گیا ہے۔ جو اسلام کے مجدد اول سے صحابہ و تابعین اور پھر ائمہ مجتہدین میں چلتے ہیں ان مسائل میں جو اختلافات صحابہ میں پیش آچکے ہیں ان کو مٹانے کے سعی اس کے سوا نہیں ہو سکتے کہ صحابہ کرام کی کسی ایک جماعت کو اہل پر قرار دیا جائے جو خصوصاً حدیث اور روایات قرآنی کے بالکل خلاف ہے ان لئے حافظہ شمس الدین ابی نے فرمایا ہے کہ جس مسئلے میں اختلاف صحابہ کرام کے درمیان ہو چکا ہے اس کو بالکل ختم کر دینا ممکن نہیں۔

صحابہؓ اور ائمہ مجتہدین کا طرزِ عمل

اس کے ساتھ صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دور کی وہ تاریخ بھی سامنے رکھنا ضروری ہے کہ صحیح کتاب و سنت کے باوجود جہاں میں اختلاف رائے پیش آیا ہے اس پروری تاریخ میں ایک واقعہ بھی

ایسا نہیں کہ اس نے جنگ و جدال کی صورت اختیار کی ہو۔ ہاں اختلاف مسائل کے باوجود ایک دوسرے کے چچہ نواز بن صناور تمام برادریات تعلقات قائم رہنا، اس پوری تاریخ کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ سیاسی مسائل میں مشاجرات صحابہ کرامؓ کو جتنی سختیوں کے ماتحت پیش آیا آپس میں گوارا یہ بھی چل گئیں مگر عین اسی فتنہ کی ابتدا میں جب امام مظلوم حضرت عثمانؓ فنی رضی اللہ عنہ بائیس کے فرقے میں محصور تھے اور یہی ہالی نوازوں میں راستہ کھاتے تھے امام مظلوم نے مسلمانوں کو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی ہدایت فرمائی اور عام خطابہ پڑھا دیا کہ:

اذا هم احسنوا لسا حسن معهم وان هم اساءوا فاجتنب اساءاتهم
 ”بہ وہ لوگ کوئی نیک کام کریں اس میں ان کے ساتھ تعاون کرو اور جب کوئی برا کام کرے
 مقلد کام کریں اس سے اجتناب کرو۔“

اس ہدایت کے ذریعے اپنی جان پر کھیل کر مسلمانوں کو قرآنی ارشاد
 تعاونا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان کی صحیح تفسیر بتادی
 اور ہاں اشتکار و تفریق کا دورانہ بند کر دی۔

اور اسی فتنے کے آخر میں جب کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان میدان جنگ گرم تھا۔
 - وہم کی عیسائی سلطنت کی طرف سے موقع پا کر حضرت معاویہؓ کو اپنے ساتھ ملانے اور ان کی مدد
 کرنے کا پیغام ملا تو حضرت معاویہؓ کا جواب یہ تھا کہ ہمارے اختلاف سے دھوکہ نہ کھاؤ اگر تم نے
 مسلمانوں کی طرف رخ کیا تو علیؓ کے لشکروں کا پیلو سپاہی جو تمہارے مقابلے کے لئے نکلے گا وہ
 معاویہؓ ہوگا۔ معلوم یہ تھا کہ ہاں اختلافات جو صحابہؓ میں کی گئی سازشوں سے تشدد کا دور اختیار کر چکا
 ہے اس میں بھی اسلام کے بنیادی اخلاقی کسی کی نظر سے نہ بھل نہیں ہوئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تفسیر کتاب سنت کے ماتحت اختلاف رائے جو صحابہؓ تابعین اور اہل مجتہدین
 میں رہا ہے تو وہ بلا شہد دست ہی ہے اس کا کوئی پہلو نہ پہلے مسلمانوں کے لئے مضرت ثابت ہو اور نہ آج
 ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ انجی حدود کے اندر رہے جس میں ان حضرات نے رکھا تھا کہ ان کا اثر نماز،
 جماعت، امامت اور معاشرت کے کسی معاملے پر نہ پڑتا تھا۔

جدال اور اصلاح

غزہ کے نام پر دوسرے اختلافات قرآنِ اولیٰ کے بعد بدعت و سنت اور دوسرے معاملات سے
 پیدا ہوئے۔ بہت سے لوگوں نے قرآن و سنت کی تعبیر میں اصول صحیح کو چھوڑ کر ذاتی آراء کو امام بنالیا اور

نئے نئے مسائل پیدا کر دیے گئے۔ یہ اختلافات بلاشبہ تفریق و افتراق تھے جن سے قرآن و سنت میں مسلمانوں کو زلزلہ پایا گیا ہے۔ ان کے نتیجہ پر کم کرنے کی کوشش یا شہ مفید تھی مگر قرآن حکیم نے اس کا بھی ایک خاص طریقہ بتا دیا ہے۔ جس کے ذریعے تفریق کی تلخی کم ہوئی جلی جانے والے نئے نئے مسائل۔ یہ ماحولِ حیات الی اختیار ہیں جن میں سب سے پہلے حکمت و تدبیر سے اور پھر خیر خواہی، عہدہ کی اور نرم عنوان سے لوگوں کو قرآن و سنت کے صحیح مفہوم کی طرف بلانا ہے اور آخر میں "مجادد لہ بالظہر ھیں احسن" یعنی بہت دلیل کے ساتھ انہماق و تفہیم کی کوشش ہے۔

افسوس ہے کہ آج کل ماحولِ حیدر مسلمانین نے ان اصول کو نظر انداز کر دیا صرف جہل میں اور اب بھی غیر مشروط انداز سے مشغول ہو گئے کہ اپنے حریف کا استہزاء و تمسخر اس کو زیر کرنے کے لئے جو لے لے چکے، ہاں نہ وہاں ہر طرح کے حربہ استعمال کرنا اختیار کر لیا جس کا لازمی نتیجہ جنگ و جدال اور جھگڑا بنا رہا تھا۔

اختلافات کی خرابیوں کا وقتی علاج

آج جب کہ مسلمانوں کا تفرق انجام کو پہنچا ہوا ہے اپنی ماحولیات کے خلاف کوئی کسی کی بات ماننے کو چاہتے ہیں اور کوئی ایسی قوت نہیں کہ کسی فریق کو مجبور کر سکے تو اس کا بھی جنگ و جدال اور اس کے مہلک اثرات سے اسلام اور مسلمانوں کو بچانے کا صرف ایک راستہ ہے کہ فرقوں اور جماعتوں کے ذمہ دار اس پر غور کریں کہ جن مسائل میں ہم جھگڑ رہے ہیں کیا وہی اسلام کے بنیادی مسائل ہیں جن کے لئے قرآن ہدایت دہندہ رسول کریم ﷺ مبعوث ہوئے، آپ ﷺ نے اپنی زندگی ان کے لئے وقف کر دی اور ان کے پیچھے ہر طرح کی قربانیوں دی یا بنیادی مسائل اور قرآن اور اسلام کے ماحولی مطابہ کچھ اور ہے۔

جس ملک میں ایک طرف عیسائی مشنریاں اپنی پوری قوت اور زیادتی جنگ و دمک کے ساتھ اس کو عیسائی ملک بنانے کے خواب دیکھ رہی ہیں ایک طرف کھلے بندوں خدا اور رسول اور ان کی تعلیمات کا مذاق اڑایا جاتا ہے ایک طرف قرآن اور اسلام کے نام پر دوسرے کچھ کیا جا رہا ہے جس کو دنیا سے منانے کے لئے قرآن اور اسلام آپا تھا۔

اس جگہ صرف فروغی مسائل اور ان کی تحقیق و تنقید اور ترویج کی کوششوں میں الجھ کر ان بنیادی مہمات سے غفلت برتنے والوں سے اگر خدا اور رسول کی طرف سے یہ مطالبہ ہو کہ تارے دین پر یہ

انکوائری چاروں تھیں تم نے اس کے لئے کیا کیا؟ تو ہمارا کیا جواب ہوگا؟ مجھے یقین ہے کہ کوئی فرق کوئی نہایت جہ ذرا اپنے وطنی بھگڑوں سے جگمگ ہو کر اس کو سوچے گی تو اس کو اپنی موجودہ مصروفیات پر غور ہو کر اس کی کوشش کا راز یاد ملے گا۔ اس کے نتیجے میں باہمی آدرش یقیناً کم ہوگی۔

میں اس وقت کسی کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنے خیالات و معلومات کو بدلے۔ گذشتہ صرف اتنی ہے کہ اپنی توانائیاں صرف کرنے کا صحیح عمل تلاش کر کے اس پر نکلیں اور باہمی اختلافات صرف ملحقہ درجہ یا ملحقہ یا تحقیقی مسائل تک محدود کریں اور ان میں بھی لب و لہجہ قرآنی اصول و دعوت کے مطابق نہ رہ سکیں، آخر سے کہنے اور دوسرے کی تائید کرنے کا راز سمجھیں۔

۱۹۷۰ء سے پہلے چلے اختیار اختیار بنائے باہمی آدرش کو ہوا دینے کے اسلام کے بنیادی اور حقیقی حیدر مسائل پر تگ جائیں تو پھر ہماری جنگ جوش کی صورت اختیار کر چکی ہے دوبارہ جہاد میں تبدیل ہو جانے کی اور اس کے نتیجے میں عوام بکری بن گئی باہمی جنگ و جدل سے بھر کر دین کی گنج خدمت کی طرف ہوجائے گا۔

صحیح اور غلط طرز عمل

بہت سے حضرات مسائل میں علماء کے اختلاف سے پریشان ہو کر پوچھا کرتے ہیں کہ ہم کدھر جائیں، جس کی تہذیب پر چنیدہ ہوتا ہے کہ اب ہم کسی کی نہ سنیں۔ سب سے آواز ہو کر جو کچھ سن آئے کیا کریں اور بظاہر ان کا یہ مصومات و اصول حق و باطل نظر آتا ہے لیکن ذرا غور کریں تو ان کو اس کا جواب اپنے گروہ پیش کے معاملات میں خود ہی مل جائے گا۔

ایک صاحب چار ہوئے ڈاکٹروں یا ٹیکسوں کی آرام میں تھیں و تجویز کے بارے میں اختلاف ہو گیا تو وہ کیا کرتے ہیں؟ یہی تا کہ وہ ان ڈاکٹروں اور ٹیکسوں کی ڈاکر یاں معلوم کر کے یا پھر ان کے مطلب میں حجاج کرانے والے مریضوں سے یا دوسرے ملحق تجربے سے دریافت کر کے اپنے علاج کے لئے کسی ایک ڈاکٹر کو متعین کر لیتے ہیں، اسی کی تھیں و تجویز پر عمل کرتے ہیں مگر دوسرے ڈاکٹروں اور ٹیکسوں کو برا بھلا کہتے نہیں چھرتے۔ یہاں کسی کا یہ خیال نہیں ہوتا کہ معاملوں میں اختلاف ہے تو سب کو چھوڑ دو اور اپنی آزادی رائے سے جو چاہو سو کرو۔ کیا یہی طرز عمل علماء کے اختلاف کے وقت نہیں کر سکتے

ایک مثال اور لیجئے۔ آپ کو ایک مقدمہ عدالت میں دائر کرنا ہے مگر قانون جاننے والے دکاندار سے مشورہ میں اختلاف رائے ہوا تو کوئی آدمی یہ جوہر نہیں کرتا کہ مقدمہ دائر کرنا ہی چھوڑ دے یا پھر کسی وکیل کی مدد سے خود اپنی رائے سے جو کچھ میں آنے کرے بلکہ ہوتا یہی ہے کہ مختلف طریقوں سے ہر شخص اپنی تحقیق کر لیتا ہے کہ ان میں کونسا وکیل اچھا جانتے دہا اور کامل استاد ہے اس کو اپنا وکیل بنا لیتا ہے اور دوسرے دکاندار کو باوجود اختلاف کے دشمن نہیں سمجھتا، برا بھلا نہیں کہتا ان سے لڑتا نہیں بھرتا۔

یہی نظریہ درج ذیل اصول اختلاف علماء کے وقت کیوں اختیار نہیں کیا جاتا۔ یہاں ایک بات یہ بھی سن لی جائے کہ داری اور مقدمہ سے کے معاملات میں تو اگر آپ نے کسی غلط فہمی یا غیر معتد وکیل پر اعتماد کر کے اپنا معاملہ اس کے حوالے کر دیا تو اس کا جو نقصان پہنچتا ہے وہ آپ کو ضرور پہنچے گا مگر علماء کے اختلاف میں اس نقصان کا بھی خطرہ نہیں۔

حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے اگر کسی عالم سے سوال کیا اور اس نے فتویٰ غلط دے دیا تو اس کا گناہ سوال کرنے والے پر نہیں بلکہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔ شرط یہ ہے کہ سوال اس شخص سے کیا گیا ہو جس کا عالم ہونا آپ نے کسی تحقیق و جستجو کے ذریعے معلوم کیا ہو جو اچھے معائنہ اور اچھے وکیل کی تلاش میں آپ کیا کرتے ہیں۔

اپنی مقصد اور پھر گنج عالم کی تلاش و جستجو کر کے آپ نے حق کے قول پر عمل کر لیا تو آپ اللہ کے نزدیک بری ہو گئے اگر اس نے غلط ثابت بھی دیا ہے تو آپ پر اس کا کوئی نقصان یا اثر نہیں، وہاں یہ نہ ہونا چاہئے کہ اکثر کی تلاش میں تو اس کا ایم۔ بی۔ بی۔ ملے ہوئے بھی معلوم کریں اور یہ بھی کہ اس کے مطلب میں کس طرح کے مریض زیادہ شغلیاب ہوتے ہیں مگر عالم کی تلاش میں صرف عمامے دہرتے اور ادھی کو بازو زیادہ سے زیادہ چلے میں، کھوپڑی لینے کو سیدھا چلیں اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ اپنی ذمہ داری سے بری نہیں اس نے جواب میں کوئی شعلہ کی تو آپ بھی اس کے پھر مقررہ پاکیں گے۔

باہمی جنگ و جدال کے دور گن

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آج مذہب کے نام پر جو جنگ و جدال کا بازدار گم ہے اس کے دور گن ہیں۔ ایک ہر فرقہ اور جماعت کے علماء دوسرے علماء جماعت کے پیچھے پیچھے والے ہیں۔

علماء اگر اپنی تحقیق اور تنقید میں قرآنی اصول و دعوت کے مطابق دوسروں کی تحقیق و دعوت میں سے پرہیز کرنے لگیں اور اسلام کے بنیادی مسائل جن میں کسی فرقے کو اختلاف نہیں اور اسلام اور

مسلمانوں پر جو مصائب آج آ رہے ہیں، وہ سب انہی مسائل کے متعلق ہیں۔ اپنی کوششوں اور محنتوں کا رخ اس طرف پھیر دیں اسی طرح تمام اپنی مقصد اور پوری کوشش کر کے کسی صحیح عالم کا انتخاب کریں اور پھر اس کے بتائے ہوئے طریقے پر چلتے رہیں۔ دوسرے علماء و اہل ان کے ماننے والوں سے لاتے نہ پھر میں تو بتائیے کہ ان میں اشکال کیا ہے۔ سادہ فرقے اور ان کے اختلافات بدستور رہتے ہوئے بھی یہ باہمی جنگ و جدل ختم ہو سکتا ہے جس نے آج مسلمانوں کو کسی کام کا نہیں چھوڑا۔ صرف ذرا سی قیادت دے اور دلانے اور طریقہ عمل بدلنے کی ضرورت ہے کاش میری یہ آواز ان بزرگوں اور دوستوں تک پہنچے جس میں دلوں میں کچھ کام کر سکتے ہیں اور محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نام پر اس حدود اور حدود کے لئے کھڑے ہو جائیں تو امت کی بہت سی مشکلات حل ہائیں اور خدا پر ایمان و معاشرہ میں ہمہ یک خدایں کی عمارتیں چمکا جائیں سے نہایت مل جائے۔

تمام سیاسی اور شخصی جھگڑوں کا علاج

ہیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مذہبی معاملات میں جس شخص سے کوئی خاص دعوہ اختیار کر رکھا ہے وہاں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیم و تعین کو اختیار کئے ہوئے ہے۔ خواہ وہ اقلیت کے اعتبار سے بالکل غلطی ہو مگر اس کا نظریہ کم از کم یہی ہے کہ وہ اللہ کا دین ہے ان معاملات میں اس کو حدود کی اور زنی سے اپنی چکا چلیا ہو، تعظیم کی کوشش تو بجا ہے خود بددی و جانا چاہئے لیکن جب تک اس کا نظریہ نہ بدلے اس کو یہ دعوت نہیں دی جا سکتی کہ تم اپنا کر کے اپنا نظریہ چھوڑ دو اور صلح کرو۔ ان سے تو صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ اختلاف رائے کو اپنی حدود کے اندر رکھیں اور الہام و تعظیم قرآنی اصول و سنت و مصلحت، اہل و عیال، ہمتی ہی انھیں کو نظر انداز نہ کریں مگر جن معاملات کا تعلق صرف شخصی اور ذاتی حقوق اور خواہشات سے ہے وہاں یہ معاملہ حل ہے کہ جھگڑے سے بچنے کے لئے دوسرے کے لئے اپنی جگہ چھوڑ دے، اپنے حق سے دستبردار ہو جائے اور جو شخص ویسا کر سے دنیا میں بھی اس کی عزت کو بچا دیا جا سکے جاتے ہیں اور جس مقصد کو چھوڑا ہے وہ بھی دوسرے سے حاصل ہو جاتا ہے اور آخرت میں تو اس کے لئے ایک عظیم الشان جزا ملے گی ہے جس کا بدلہ چھوڑ دیا اور دنیا کی ساری محنتیں اور شہرتیں بھی نہیں ہو سکتیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

اما زعيم بيوت فلي ربح الحجة لمن ترك المرأة وهو محق

"میں خاں ہوں اس شخص کو سوا جنت میں مکان دلائے گا جس نے حق پر ہونے کے

میں آ کر میں اپنے پہلے جملے کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ ہماری ساری فراموشیوں کی بنیاد قرآن کو چھوڑنا ہے۔ اُنہیں میں لڑنا ہے اور یہاں میں کی لڑائی بھی درحقیقت قرآنی تعلیمات سے ناواقفیت اور غفلت ہی کا نتیجہ ہے۔ گروہی تقاضات نے یہ حقائق نظروں سے اوجھل کر رکھے ہیں۔

انہا میں صالحین کی اگرچہ قلت ضرور ہے مگر فقدان نہیں۔ انہوں نے کراچی مصلحین کا سخت قضا ہے جو گروہ و قبیلہ کے چھوٹے چھوٹے دائروں سے دُرا سر نکال کر باہر نکلیں اور اسلام اور قرآن ان کو کس طرف بلاتا ہے ان کی صدا میں اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کے راستے پر چھنے کی توفیق کامل عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا نَحِبُّ وَتَرَكْنَا مِنْ الْقَوْلِ وَالْمَعْلِ وَالْعَمَلِ وَالْمَبَادِ وَصَلَّى
اَللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْرِ خَلْقِهِ وَصَفْوَةِ رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنَ ؕ



جہاد پاکستان

فضائل و مسائل

۹/ برآمدی الاذنی فی ۱۳۸۹ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۹۶۹ء کی صبح پاکستان کے لئے خارجی اعتبار سے کئی ہیا تک ہر کش مکش موت و دیات کی صبح تھی۔ جس میں خود کشیات بھارت نے اعلان جنگ کئے بغیر چاروں کی طرح پاکستان کی سرحدات پر اپنی چوری فوجی طاقت کے ساتھ چڑھ کر پا۔ اور ہماری سرحدات پر بسنے والے شہری مسلمانوں پر آگ برساتے سکے۔ لیکن کی اتنی بڑی تعداد میدان میں لے آئے کہ پچھلی جنگ کے بعد اتنی تعداد سے کہیں جنگ نہیں ہوتی تھی۔

بھارتی سرحد میں گھنٹوں میں لاہور پر قبضہ کر کے اس کے کہیں میں شراب نوشی اور رقص گانے کے محو واد تصوروں کا نچا مارا جس لئے ہوئے آگے بڑھنے لگے اس کے جنگی ماتحتوں نے اپنی فوج کو بھی اس دھوکہ میں رکھ کر آگے بڑھنے کے لئے آمادہ کر دیا کہ میدان خالی ہے تم ہاتھ کرتے ہوئے شہر مار چکی جاؤ۔ امرتسر، جالندھر کے شہری بھی اسی دھوکہ میں لاہور کی فتح کا تماشہ دیکھنے کے لئے پاکستانی سرحدات پر امتداد آئے تھے۔ مگر یہ بے وقوف اندھ سواری مسلمانوں کے قصوم، کہہ دو سواری انگریز کئے پر سادے مسلمانوں کے ساتھ حملہ کر رہے تھے کہ باوجود اسلام اور مسلمانوں کو نہ پہچان سکے۔ انھوں نے اسلامی تاریخ کی اس مسلسل کرامت کو فراموش کر دیا کہ ۔

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر گرجا کے بعد

اس ہیا تک اور ہر یک صبح کا آفتاب غروب نہ ہونے پایا تھا کہ بھارتی سواریوں کو اپنے خوب کی اپنی تعمیر کا فخر سامنے دکھائی دینے لگا اور ان کی فوجوں میں لاہور کے تماشائیوں کی لاشوں کے ذخیرہ فوجوں میں بھرے ہوئے امرتسر کے جنگی کوچوں میں فوج خواتین کرتے ہوئے بھرنے لگے۔

واہم کی سرحد پر ایک سو پاکستانی سپاہیوں کی ایک کھنی بھارت کی۔ جہاں نڈی بل فوج سے ٹوٹ گئے تھے کھیتی رہی اور بڑا غرات سے پیچھے تھیلے، دیار، یا کھوت کے محاذ پر اصحاب اعلیٰ کے لشکر کو پاک لٹا نیہ کی اپنا تیل لے جھوت کا ذخیرہ کر رکھا تھا۔

دوسرے سب نماؤں پر فتح کا خواب دیکھنے والے بھارت کے بڑے دلہنی جوتیوں اور کپڑے تک چھوڑ کر بھاگ گئے اور بھارت کا بہت بڑا قہر پاکستانی فوجیوں کے قبضہ میں آ گیا۔

پاک بکری کے ایک ہی ہلنے سے دار کا کے فونی ٹھٹھکا گاہ سے نہایت اہم ٹکڑا اور جنگلی سارو سامان کو خاک کا ڈھیر بنادیا۔ اور اس کی ایک بھی کشتی یا کسی سپاہی کو طریش تک نہ لگی۔ ہماری ”گازی“ آبدوز نے بحرِ عرب میں بھارتی بحری جہازوں کو ختم کر دیا۔ بھارتی بمباروں کی سترہ روزہ دھواں دھند پھار ہمارے فونی ٹھٹھکانوں میں گھوٹا پھار کر اپنی دغیر پر مسلسل ہوتی رہی مگر کسی جگہ بھی کوئی قابلِ ذکر نقصان نہ پہنچا سکی۔ نیچے بے گناہ شہریوں اور رشتیوں کو بے شک ان بڑاؤں نے نقصان پہنچایا۔ یہ آنکھوں دیکھا حال ہے جس کو ”آکاش رانی“ کے جھوٹ کی ذمہ داری دینے کی ٹکڑوں سے نہ چھپ سکتی تھی اور نہ چھپا سکی !

ہر حال یہ تو مثبت بات اور واقعات ہیں، جو ہو چکے اور چارخِ عالم کا ایک ذریعہ باب بن چکے یہاں اہل بصیرت کے لئے سوچنے کھینچنے کی یہ بات ہے کہ یہ فرقی عادت اور خلافِ قیوس واقعات ان پر دنیا کھلتا بدعنوان روگئی ہو کیسے گئے۔ برقی دھماپہ ہر طرف ہر بات کے پتھر میں پھنسی ہوئی سائنس اس کا جواب نہیں دے سکتی اس کی حقیقت آپ کو صرف قرآن اور آسمانی صحیفے ہی بتا سکتے ہیں، جو یہ بات کے سارے حاصر ہوں کے جزوِ قوز سے ہزاروں عجیب الہامات جانے والی سائنس کے خالقِ مالک کی طرف سے آئی ہوئی ہدایات ہیں۔ فن میں غور کرنے ہی سے یہ راز کائنات کھلا ہے کہ یہ اعزازِ عملِ شہداء نے اس عالم کو اسبابِ مسہات کے ایک ایسے مضبوط ڈھنگم بھی ہم میں بکڑا دیا ہے جو کہیں غوثِ انظر نہیں آجہ نظام کائنات میں کہیں ایک بال کا فرق نہیں جاتا۔

قدرت کا ستودہ ہاتھ جو اس نظام کو چارہ بے دواؤں کی انظر میں سے جو مل رہا ہے اور ظاہر میں انظر میں اسی نظام اسباب کے پتھر میں کھو جاتی ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آئے اہلِ اہل اور پہچانے والے شہید ملتاتے رہتے ہیں کہ یہ اسباب سب پر سے ہیں ان میں کام کرنے والا ہاتھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ہے۔ یہاں جو کچھ ہوتا ہے اسی سے ہوتا ہے یہ اسباب اسی وقت تک کام دیتے ہیں جب تک قدرت کی مشیت ان کو کام پر لگے رکھے۔ ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نمرود کی آگ ٹکڑا رہن جاتی ہے اور آلِ فرعون پر دیر کا پانی آگ بن جاتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ فتح و شکست دراصل حق تعالیٰ عملِ شائد کے دستِ قدرت میں ہے وہ جس قوم جس ملک کی تائید کرتے ہیں سچائی کا حصہ ہوتی ہے خواہ اس کے سامان ہتھیاروں میں کسی ہی کی ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا دستار یہ ہے کہ وہ اللہ کے فرمانبرداروں کے ساتھ ہوتی ہے
ناظرانوں کے ساتھ نہیں ہوتی۔

فتح کا سبب شرعی جہاد ہے

ہاں کسانِ اسلام کے نام پر بنائے گئے ہاشموں کی بڑی بھاری اکثریت مسلمانوں کی ہے۔
خطبوں اور کنوینشنوں کے باوجود اس قوم میں اب بھی بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اسلامی
فرائض، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے پابند ہیں اور حرام سے پرہیز کرنے کی کوشش میں لگے رہتے
ہیں۔ تاہم یہ باتی کے لئے پہلی کی پہلی قوم کا حتمی پرہیزگار ہونا تو شرط نہیں کہ ان میں کوئی گنہگار نہ ہو
کیونکہ اب تو قرنِ صحابہ کے بعد دنیا میں کہیں بھی نہیں بچا صرف آٹا کافی ہوتا ہے کہ ان میں کافی تعداد
اہلِ عدت شمار فرمایا جائے۔ مسلمانوں کی ہو۔ سنا اللہ! ہاں کسانِ اسلام سے خلی نہیں۔ لیکن ہمارا ایک
کنوینشن تھا جس میں پہلی پہلی کی پہلی قوم شریک تھی۔ جس سے علماء، مسلمان، عوام اور ایمان حکومت
تک میں کوئی مستثنیٰ نہ تھا اور وہ لکھا تھا ”تک جہاد تک“۔

بیمیں اللہ تعالیٰ نے حکومت، فوجی طاقت، مالی دولت کے سارے وسائل اور طاقتیں عطا
فرمائیں۔ جن کے ذریعہ جہاد کی استطاعت ہمیں حاصل ہوگی اور ہمارے چاروں خطیب اور دوسری
جگہوں میں مقبور و مظلوم مسلمان کفار کے جو روٹم کے کٹے مشتق جتے رہے۔ ہم ان کے حالات کو
دوسری خبروں کی طرح نہ دیتے رہے ان کے حالات کو ناشناس نہ کر دیکھتے رہے۔ قوتِ مقدسہ کے
باوجود ہم نے اپنے مظلوم مسلمانوں کی امداد کے لئے جہاد کا فریضہ ادا نہیں کیا جن کے بارے میں
قرآن کریم کا واضح ارشاد ہے :

وَمَالِكُمْ لَا تَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ
وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمُ لِأَهْلِهَا حُجٌّ
وَأَجْعَلْ لَنَا مِنَ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنَ لَدُنْكَ نَصِيرًا (سورۃ النساء: ۷۵)

”اور تمہارے پاس کیا ظہر ہے کہ تم جہاد نہ کرو اللہ کی راہ میں اور کمزور مسلمانوں کی خاطر سے
جن میں کچھ مرد ہیں، کچھ عورتیں اور، کچھ بچے۔ جو مانگیں مانتے ہیں کہ اس سے رہنے پر اور لگاؤ
ہمیں اس سختی سے نکال جس کے کہنے والے سخت ظالم ہیں اور ہمارے لئے غیب سے کسی
دوست کو کفر نہ کر دیتے اور ہمارے لئے غیب سے کسی حامی کو کفر نہ دیتے۔“

یہ تھا تارادہ مشترکہ گندہ جس میں پورے پاکستان کے مسلمان موٹ جھے اور جس نے ہمیں تائید دہائی سے محروم کر رکھا تھا۔

عذر و شود سبب خیر

بھارت کے اچانک حملے نے ہماری سوئی ہوئی ہر کتاہوں، غفلتوں میں کھوئی ہوئی قوم کو یکبارگی جھجھوڑ کر بیدار و ہوشیار کیا اور پاکستان نے کلہ ۱۱ اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا واسطہ دے کر اپنی قوم کو لاکھڑا تو پہری قوم کو پشور سے چانکام تک اپنا بھلا سنی جہاد یاد کیا۔ ان کا فر و جہاد لگا تھا اور اللہ تعالیٰ کی بھی شرفوں کے دروازے کھلے۔ یہ ہے ان کے خلاف قیاسی فتوحات پاکستان کا اصلی سبب!

جہاد شرعی

اسلامی جہاد میں دینوں سے فرض ہوتا ہے۔ ایک اللہ بکھڑا اللہ کا اصل مقصد دوسرے مظلوم مسلمانوں کو کھار کے ظلم و ستم سے آزاد کرانا، تیسرے کوئی کافر حکومت اسلامی شہروں پر یلغار کرے تو اس کی بد و کرنا۔

اللہ بکھڑا اللہ کے لئے جہاد، تو قرآن کریم میں بیشار آیات موجود ہیں مظلوم و مظلوم مسلمانوں کی رہائی کے لئے جہاد کا فرض ہوا۔ سورہ نسا کی آیت میں ابھی آپ لوہ و کچھ پکے ہیں اور مسلمانوں کے شہر و دیہات کی جان اہل ہر آبادی کی حفاظت کے لئے جہاد کے متعلق رسول کریم ﷺ کا یہ ارشاد کتب حدیث میں موجود ہے :

من قتل دون ماله فهو شهيد	و من قتل دون دمه فهو شهيد
جو قتل دے اپنے مال کے لئے کسی دہ شہید ہے	جو قتل دے اپنے خون کے لئے کسی دہ شہید ہے
و من قتل دون دینه فهو شهيد	و من قتل دون اهلہ فهو شهيد
اور جو قتل دے اپنے دین کے لئے کسی دہ شہید ہے	اور جو قتل دے اپنے گھروں کے لئے کسی دہ شہید ہے

(فتح خواہ)

پاکستان کے موجودہ جہاد میں فرضیت کے یہ تین اسباب موجود ہیں۔ اللہ بکھڑا اللہ تو ہر مومن کے دل کی آواز ہے۔ شیعہ (مقبول) کے مسلمانوں نے بھارتی مظالم سے نکل کر اپنی آزادی کا مطالبہ کیا تو بھارت کے مظالم اور مشنات برکتیں اور جہاز ہو گئیں۔ ان کی نیا آپکھ سے ان کے قریبی بھائی

آزاد کشمیری مسلمانوں میں جذبہ جہاد فحیک قرآنی آیت مذکورہ کے مطابق بیدار ہوئے وہ ان کی امداد کو پہنچے تو بھارت نے آگے بڑھ کر آزاد کشمیر کے علاقہ میں خطہ متحککہ جنگ کو پار کر کے آزاد کشمیر کے کئی مقامات پر قبضہ کر لیا اور پھر سے کشمیر کے مسلمانوں پر اپنی فوجوں اور فتنوں کو مسلط کر کے وہ مظالم اُجالے لگے خدا کی پناہ۔

یہ حالت تو ایسے ہیں کہ اس کے لئے جہاد کہ ہر مسلمان پر فرض ہو چکا ہے پھر پاکستان کے لئے یہ فرض اس لئے بھی بڑا جام ہے کہ ملتان سے قریب تر اسلامی اقلیت کے بھارتیوں کو قتل کرنا کا حکم ہے۔

وقل للذین یسلمون منکم من الذکفر والیحد والیکم غلطہ

یعنی اپنے قریب کے کفر میں سے جہاد کہہ دو تم ایسے خاکہ تہذیبی قوت شدت کا پس کر گئے تھیں۔

اور اس لئے پاکستان پر یہ فرض عائد ہو رہا تھا کہ آزاد کشمیر جو در حقیقت پاکستان ہی کا ایک حصہ ہے اس پر بھارت نے یلغار کی تھی اور اس لئے بھی کہ مجبورہ کشمیر میں اقتدار پاکستان کے قیام کے وقت کشمیریوں کو جنگ بند کرنے پر ملائی تھی اور بھارت و پاکستان کے اس مشترکہ وعدہ پر انحصار کیا گیا تھا کہ کشمیر میں استعصوب روئے کے ذریعہ کشمیر میں کوئی خود اختیاری دیا جائے گا۔ جس کو انھار و سال تک بھارت نے پورا کرنا ہونے دیا۔ پاکستان کو اپنے وعدے کے مطابق ان کی امداد نہ کر سکی۔

یہ سب دیکھ کر تو کشمیر میں بھارتیوں کا اچانک بھارت نے اہل پاکستان پر مختلف محاذوں سے حملہ کر دیا۔ جس کی مدافعت پاکستان پر فرض میں کی حیثیت سے عائد ہوئی۔

یہ درست کار طریقہ و بھارت کی حدود میں بسنے والے چند علماء کے بیانات نظر کرتا رہا ہے کہ پاکستان کی یہ جنگ جہاد نہیں، تو کتنی صرف ایک سیاسی لڑائی ہے۔ معلوم نہیں کہ جو کچھ ان علماء کی طرف منسوب کر کے اس جھوٹوں کے باوجود ریڈیو نے کہا ہے وہ سب جہاد کا یہ بھی بھارتی ریڈیو کی کذب و جافی ہی کا ایک ٹائٹلس ہے اور اگر یہ سب سچ بھی ہو کہ ان علماء نے یہ بیان دیا ہے تو معلوم نہیں کہ وہ کس طرح ایسے بیان دیتے پر بھروسہ کئے گئے ہوں گے، جو قرآن و حدیث کی تصریحات کے خلاف ہے۔

کیا کوئی مسلمان جس کو کچھ بھی قرآن و حدیث کا علم ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ کشمیری مسلمانوں پر ہے بناو مظالم کے واقعات سن کر ان مظالم سے ان کی رہائی کے لئے جنگ کرنا فحیک اسلامی اور شرعی جہاد نہیں محض ایک سیاسی جنگ ہے اور جو ایسا کہتے ہیں ان کے پاس سورہ نساء کی مذکورہ بالا آیات کا کیا جواب ہے۔

ہو کہ کوئی مسلمان جنگ کھڑے نہ ہوگا یہ کہ جو حضرت علیؑ کی فوجی سے حسب و استقامت پر چڑھائی گئی تو پاکستان کو بھٹک کر اس کا استقبال کرنا چاہئے تھا اور پاکستان میں کے حوالے کر دیا
شریعت کا حکم تھا یہ کہ اس کی بدعت میں اپنی پوری طاقت طرغ کرنا میں شرعی فریضہ ہے۔

رہا ان کا یہ کہنا کہ بھارت بھی پاکستان کی طرح ایک اسلامی ملک ہے اور بھارت میں پانچ چھ کروڑ
مسلمان آباد ہیں یا یہاں مسلمان بادشاہوں کی عظیم الشان یادگاریں ہیں اور ایسا ماننے کے حرکات اور بہت
سے اسلامی امور سے ہیں اس لئے بھارت کے خلاف جہاد کرنا چاہئے نہیں۔ سوازیل تو یہ سوازی اس وقت
ہو تا جب پاکستان دہلی پر حملہ آور ہوتا آج تو اس کا کوئی سوازی ہی پیدا نہیں ہوتا جبکہ پاکستان اپنی
سرحدات پر بھارت کی باغداد کوہ کے لئے جہاد کرنا چاہئے۔

اس کے علاوہ بھارت کے چھ کروڑ مسلمانوں پر آئے دن جو مظالم بھارتی ہندوؤں کے ہاتھوں
ہوتے رہتے ہیں اور جن کے واقع ہوئے سے یہ حضرات بھی انکار نہیں کر سکتے اور ان کے ساتھ جس قسم
کا سلوک کیا جاتا ہے اس کو دیکھتے ہوئے حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح یہ بات میں حضرات کے ذہن
و حکم پر آتی کہ بھارت بھی ایک اسلامی ملک ہے اس کے خلاف جہاد چاہئے نہیں۔

یاد نگاہوں کا معاملہ انہیں اس میں تو بھاری یاد نگاہیں وہاں سے لگاتار ہیں۔ کیا یہ حضرات یاد نگاہوں
کی خاطر وہاں بھی جہاد کو ممنوع قرار دیں گے؟

اور پھر یہ بھارتی ریڈیو جو اپنے مرنے والوں کو "شہید" کہتا ہے تو کیا وہ اس لڑائی کو لڑنے ہی لڑائی
کا رنگ نہیں دیتا اس کے لئے یہ حضرات کیا فرماتے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ صدیوں کے بعد یہ جہاد کج شرع کا جہاد کے مطابق میں اسلامی اور شرعی جہاد
ہوا ہے۔ اس حیثیت سے بھی یہ جہاد ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی جزی دست و نعمت ہے کہ اس نے
اپنے افضل سے ہمیں اس خاص اسلامی جہاد میں حصہ لینے کا ایک موقع و ماحول فراہم کیا اور اس اعتبار سے
بھی کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی نبی اللہ ص و صہ سے لڑنے اور اس حیثیت سے بھی
کہ اس کی وجہ سے ہماری قوم جو ہزاروں کنہوں میں موت، غفلتوں میں سرشار تھی اس کو کچھ
ہوش آگیا اور رفتہ رفتہ مل شان کی طرف اس کی توجہ جڑ گئی اور کچھ معاشی رقص و سرور، بے حیائی، فحش
و فحش و رشوت، محاکمہ فریبہ، غیرہ جرائم خود کو قائم ہوتے چھ گئے پھر اس کی رہنمائی کے مطابق ستر
فیصد جرائم گھٹ گئے۔

اور اس لحاظ سے بھی کہ ہماری پوری قوم جو پانچویں فرقوں اور غزوی و اجتماعی اختلافات اور جنگوں کی دلدل میں پھنسی ہوئی تھی اس جہاد نے ان کے سب جنگوں سے فراموش کر کے ان کو دشمن کے مقابلہ کے لئے ایک فہمیان مرموس بنادیا۔

روحانی بیماریوں کا علاج

معلوم ہوا کہ جہاد جس طرح ایک اہم فریضہ اور عبادت ہے اسی طرح وہ بہت سی روحانی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ خصوصاً آپس کے جنگوں سے لڑائی اور بغض و کینہ کا خاتمہ کامیاب علاج جہاد ہے۔ تزکیہ نفس کے لئے جو مجاہدات صوفیائے کرام کے یہاں معروف ہیں ان سب سے زیادہ نفس کی پاکی اور طہارت جہاد سے حاصل ہوتی ہے۔ ایسے واقعات بھی مسلمان مجاہدین میں کم نہیں کہ جہاد سے پہلے ان کی حالت دینی اعتبار سے کچھ اچھی نہیں تھی مگر میدان جہاد میں اترنے کے بعد خود بخود اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ اور گناہوں سے توبہ نصیب ہوئی۔ ہمارے ہندوستان کے مسلمان بادشاہ ظہیر الدین بابرؒ کا بھی واقعہ ہے کہ کچھ میدان جنگ میں خالص توبہ نصیب ہوئی اور شراب کے شہوانہ جام توڑے گئے۔

سلطان سلطان الدین علی بلیؒ کا حال بھی شروع میں کچھ ایسا ہی تھا۔ جب جہاد کی تہذیب سنہلی تو تو پہ کر کے اہلیاء اللہ میں شمار ہوئے حضرت سلطان محمود غزنویؒ کا واقعہ بھی کچھ اس قسم کا ہے کہ ایک جنگ میں انتخاب آیا جبکہ خواب میں حضرت خواجہ یحییٰ الدین اجمیرینیؒ نے ان کی کمر میں تلوار باندھی اور ہندوستان کے کفار پر جہاد کا حکم دیا۔

جہاد کی فرضیت اور فرضیت حالیہ جہاد کا درس

۱/ جہاد کا قول اللہ تعالیٰ نے ۳۷ دفعوں میں فرمایا ہے۔ ۱۹ احقر ۱۹۹۹ء کے حالیہ جہاد پاکستان میں حقیقت ہے کہ ہم اور ہماری پوری قوم اللہ تعالیٰ کی اس جائیدادِ نصرت کی ہرگز تسخیر نہیں تھی جس کا مشاہدہ ہوا اور سوچا ہیں کہ ایک کتنی بڑی دل فوج کا نام پھیر دیا۔ مگر یہی اور انسانی ہر فوج کے ہمارے سپاہیوں اور انہوں نے ایسے بیٹا رہے تھے کہ ان کو سارے مسلمان یا جنگی جہادوں کا نتیجہ کسی طرح نہیں کہا جاسکتا اور سب کو اس کا احترام ہے کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کی نبیؐ کا کام ہے۔

دور کا جہاد تو قلعہ پر مگر یہ مسئلے کے وقت ایک سیاہ بادل یا دھواں کا پاکستانی جڑ و ہر ایسا محاصرہ رہا کہ گویا ایک ہجرتی دشمنی ہوئی ہے اور دشمنوں کی نظروں اور حملوں سے ان کو بچانے ہوئے ہے۔ اور اگر اپنی پہچان تک اس سانچہ کا جڑ وے کے ساتھ رہنا جس کے شاید پاکستانی مگر یہ کے تمام ہی افسر اور سپاہی ہیں۔ اور عدویہ ہے کہ چونکہ دشمن کے علاقہ میں ہوتے ہوئے اہل جڑ و اپنے ہیٹ کو نہ لڑ کوئی بیجا نہیں بھیج سکتا تھا اس لئے اس کی خبر گیری کو جو پاک فضا یہ کے طیارے لئے تھے ان کو بھی ہمارا جڑ و اس سانچہ میں نہیں کی جہ سے نظر نہیں آیا۔ ظاہر ہے کہ یہ ہماری کسی تدبیر کا نتیجہ نہیں خاص اہل جہاد نہیں تھی۔

ہم نے پاکستان بننے بنانے کے بعد جو خلف بلکہ اللہ اور رسول ﷺ کی تعلیمات سے ہدایت کا راستہ اختیار کر رکھا تھا کہ فحش و منکرات، شراب نوشی، بے حیائی، بدقسمی و سرور مرد و عورت کے بے گلاب اقتصاد اور عورتوں کی فحاشی، مسن جو مغرب کے بدین مکوں کا شکار تھے وہ ہمارے دین دار مگر انہوں میں بھی پھوٹ چکے تھے اور ہم مال و دولت اور حکومت کے نشے میں سرشار فحش کی خواہشات حلافت میں کوٹھے تھے ہم بلاشبہ ہمارے سختی تھے کہ فحش کے۔

مگر بالکل پروردگار نے اپنے رسولؐ کو مجھلا کے فحش میں ہمارے ضعف پر رحم فرمایا اور بغیر کسی اختلاف کے اپنی جائیدادِ نصرت بھیج دی اور پاکستان کو دشمن کے شدید حملے سے محفوظ فرمایا۔ اس پر ہم جتنے بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں حق شکر ہوا نہیں ہو سکتا اور اس سے زیادہ جملہ شکر یہ ہے کہ اس نے اپنے فضل سے ہماری پوری قوم میں ایک ایک دینی رجحانات اور انسانی سے مومنانہ تعلق کی

دولتِ عظمیٰ مطلقہ فرمادی۔ ان کے باہمی اختلافات اور تفرقوں کو دور کر کے ان میں ایک مستحکم وحدتِ مطلقہ فرمادی۔

اس جہاد کے دوران میں مسلمانوں کو نماز و دعا کا خاص اہتمام کرتے دیکھا گیا۔ مگر مگر اور بھی کچھوں میں دیکھنے لگے کہ ان کے لئے تعالیٰ سے دعا نہیں مانگنے کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ بازاروں میں حادثے اور چور بازوئی کم ہو گئی، دفتروں میں رشوت ستانی گھٹ گئی، اسی طرح تمام جرائم میں کمی آ گئی، دوقسم و سرحد کی مصلحتیں سرزد نہ گئیں، دریغ و چا پستان نے ظلمی گیتوں اور فضول چچوں کو چھوڑ کر جہاد کے لئے بہترین مصلحتیں اور نصیحتیں مانگیں اور چوری قوم کو جہاد کے لئے تیار کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ خدا کرے کہ ہمیشہ اسی طرز پر قائم رہے، پچیس کی بعض رپروٹوں کے مطابق جرائم میں ستر فیصد کمی آ گئی۔

لیکن ہماری یہ کیفیت انکے صرف اپنی اور ہنگامی فحش اور اس سے فارغ ہو کر ہم پھر اپنی بد مستیوں میں لگ گئے تو یہ ہے کہ بڑا اتحقاق کے ایسے اخلاقیات بد پار نہیں ہوا کرتے۔ ہمیں ایک چالاک اور خدارشمن سے ملتا ہے، معلوم نہیں کہ کس وقت ہم پھر پہلے سے زیادہ توجہ اور سخت جنگ کے لئے مجبور ہو جائیں اس لئے جس طرح ہماری حکومت اور عوام کے لئے یہ ضروری ہے کہ پچھلے حالات کے تجربے سے ناکام و ناخاکہ کر سامان جنگ فراہم کرنے اور اپنی فوجوں کو تربیت دینے اور اپنے ملک کو خود کفیل بنانے کی جدوجہد میں کوئی وقفہ نہ لیں۔

اسی طرح بلکہ اس سے بھی پہلے ہم سب کا پر فریضہ ہونا چاہئے کہ ہمارا ہر گھر، ہر دکان، ہر دفتر قرآن اور کراہت سے آزاد ہو، ہماروں کے اوقات میں یہ سب بند ہوں اور مسجدیں آباد ہوں۔ ہم سب مل کر بے حیائی، ہر روزی کے بے کاپا، فتنہ و دوقسم و سرحد کی مصلحتوں، شراب اور حرام آمدنیوں سے اخلاص کے ساتھ پیش قدمی کے لئے توجہ کر لیں اور غلبہ الہی کے ان تمام جرائم کو ملک بدر کر دیں، غیروں کی کھالی اور فیشن پرستی اور عین کی گندی اور جنگی معاشرت جس نے ہمارے ملک کو کھوکھلا کر دیا ہے اس کو بیکسر رخصت کر کے اسلام کی سلام و معاشرت اختیار کریں۔

عام خانگی زندگی کو سادہ بنا لیں، تقریبات میں فضول رسوم کو نہ ہر سمجھیں، اس طرح ملک کی دولت کو بچا کر ترقیاتی منصوبوں میں بھجوا دیں، صورت سے لگائیں تو ہاتھ اور نہیں کہ ہمارا ملک خود کفیل اور ہمارے عوام کا معیار زندگی بلند ہو ہم اپنی سلا و جنگ میں دوسروں کی طرف دیکھنے کے بجائے اندر ہیں۔

قوت و سامان جہاد کی فراہمی فرض ہے

میر تقی اور اس وقت کے قائل و ایمان قہ مسلانوں کی اصل دین کا کل تسخیر طاقت ہے ہی اس کے ساتھ یہ بھی ایمان ہی کا تقاضہ ہے۔

و اعدو اللہم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الحبل لیرہبون بہ
عدو اللہ و وعد و حکم

”اور تیار کر تم دشمن کے لئے جتنا بھی تم کر سکو، سامان جنگ اور سہ سے بھر دے گا کہ وہ اس کا بچ جائے اللہ کے دشمنوں اور تیار سے دشمنوں پر۔“

رسول کریم ﷺ نے یہودی جنگی مشقوں کا اہتمام فرمایا اس زمانہ میں جنگ کے جو اہتمام تھے ان کو جمع کرنے کی ہدایت فرمائی، جہاد کے گھوڑے، اونٹ، زرہ وغیرہ جمع فرمائی، تیرہ ہادی اور تک کی مشق کے لئے ہدایت فرمائی۔

جنگی صنعتوں کے لئے صحابہ کا سفر

امام حدیث و تفسیر ابن کثیر نے اپنی تاریخی کتاب البدایہ والنہایہ میں غزوہ خندق کے تحت نقل کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے دو صحابی، حضرت عروہ بن مسعود اور خیلان بن اطمین جہاد میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس لئے شرکت نہیں کر سکے کہ وہ بعض جنگی اسلحہ و سامان کی صنعت سیکھنے کے لئے دمشق کے مشہور شہر دمشق میں گئے تھے کہ وہاں وہ اپنے سفر کی وہ جنگی گاڑیاں بنا کر لے جاتے تھے جن میں سے اس وقت تک کل کے لشکروں کا کام لیا جاتا تھا۔

اسی طرح تحقیق کا وہ آثار میں سے ہماری ہتھیاروں پر پھینک کر قلعہ شکن توپوں کا کام لیا۔ وہاں ہے اس کی صنعت بھی وہاں ہوتی تھی۔ یہ صنعتیں سیکھنے کے لئے ان پر رکوں نے ملک شام کا سفر اختیار کیا تھا۔

اس واقعہ سے بھی یہ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ اپنے ملک کو جنگی اسلحہ اور سامان کے لئے خود کفیل بنائیں اور دوسروں کے محتاج نہ رہیں ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ یہ جنگی گاڑیاں اور جنگی وہاں سے خرید کر درآمد کر لیا جاتا مگر رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے اس پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ خود اپنے یہاں ان کے تیار کرنے کی تدبیر اختیار فرمائیں۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پر غور کریں کہ رسول کریم ﷺ کو تو وہ وہ مخالف اور باقی طاقت اور نصرت حاصل تھی جس کے ہوتے ہوئے مادی مسلمان کی چنداں ضرورت نہیں تھی مگر پھر بھی آپ نے اس کا اس قدر اہتمام فرمایا تو ہم جیسے کمزور و ضعیف ایمان لوگوں کو اس کی ضرورت کس قدر زیادہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں جنگ کے لئے جس طرح کے اسلحہ اور آلات مسلمان کی ضرورت ہے ان میں سے کسی سے پیچھے نہ ہیں اور اس کوشش میں لگ جائیں کہ قریب سے قریب مدت میں ان چیزوں کے لئے اپنے ملک کو خود کفیل بنا سکیں۔

رباط و حفاظت حدود

جہادی کے مہمات میں سے ایک کام اسلامی سرحدات کو دشمن کی یلغار سے محفوظ رکھنے کا ہے۔ جس کو قرآن وحدیث کی اصطلاح میں رباط کہا جاتا ہے اور جہادی طرح اس کے بھی بڑے فضائل قرآن مجید وحدیث شریف میں مذکور ہیں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے اس کام کو دوسرے کاموں پر ترجیح دے کر اسلامی سرحدات پر قیام اختیار فرمایا تھا۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ :

”ایک دن اللہ کی راہ میں رباط کی خدمت انجام دینا ایک مہینے کے مسلسل روزے اور شب بیداری سے افضل ہے اور اگر اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا تو جو بنگ ٹھل یہ کیا کرتا تھا وہ مسلسل اس کے نامہ اعمال میں مرنے کے بعد لکھے جاتے رہیں گے اور قبر کے سوال وجواب اور خطاب سے محفوظ رہے گا۔“

اور طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ شخص قیامت کے روز عہدیدان کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور

قیامت کے ہولناک حالات میں بھی اس کا امین بن ہوگا۔ (بخاری)

رباط کا مفہوم اسلامی سرحدات کی حفاظت ہے اور خطا بر یہ ہے کہ یہ کام انہیں مقامات پر ہو سکتا ہے جو اسلامی ملک کی آخری حدود پر واقع ہیں لیکن اس زمانہ کی فضائی جنگ نے اس معاملہ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا ہے کیونکہ چھاتہ بردار دشمن ہر جگہ اتر سکتی ہے۔ یہاں علیوں سے ہر جگہ اتر سکتے ہیں اس لئے جن مقامات پر بھی دشمن کی لہریں کا خطرہ ہو ان کے حفاظتی انتظامات بھی اسی رباط کے حکم میں داخل ہوں گے۔ قدیم فقہاء نے بھی رباط کے معاملہ میں فرمایا ہے کہ جس ہستی پر ایک عرب دشمن حملہ کرے اس کی حفاظت چالیس سال تک رباط کے حکم میں داخل ہے۔ (بخاری ص ۱۹۷، حد ۱۰)

پاکستان کے حالیہ جہاد میں سرگواہا، چنور، کراچی وغیرہ جہاں چھانڈو جس نے کے خطرات پائے گئے تھے، جہاں دشمن کے ہمساروں نے ہمساری کی فن کی حفاظت کا یہ قدم ہر قدم کے حکم میں ہے۔ یہ جہاد جہاد ہے جس میں ہر شہری اپنے گھر میں بیٹھا ہو سکتا ہے، بلکہ کاغذیاب کے لٹکا ہے، ہر ایک انسان کے ساتھ اپنے شہر اور شہر میں کی حفاظت کا بند پڑتا ہے اور متعدد دھرم اس میں کو شل کرے۔

بلیک آؤٹ رباط کے حکم میں ہے

ایسے خطرات کے وقت میں مقبوضہ میں حکومت کی طرف سے اندھیرا لگنے کی ہدایات جاری ہوں ان کی تعمیل بھی انہی حفاظتی انتظامات کے تحت، رباط کے حکم میں داخل ہو کر نکالنا بلکہ اس کا موجب ہوگا۔ مسلمان اس سے تحفظ حاصل ہوں بلکہ مفت کاغذیاب، رباط حاصل کرنے پر خوش ہوں اور شکر ادا کریں۔

عہد رسالت میں بلیک آؤٹ کی نظیر

جنگی حالات اور ان کے گھٹنے پر زمانہ اور ہر ملک میں جہاد ہوتے ہیں۔ ملک کے ہر شہر اور ارباب حکومت جس چیز کو شہری دفاع کے لئے ضروری قرار دیں اس کی تعمیل شہری حیثیت سے بھی ضروری ہو جاتی ہے، بلکہ اس میں جہاد کا ثبوت قرآن و حدیث کی روایات میں ہو چکا ہے کیونکہ بنیادی مسئلہ مہاجرات میں احکامات امیر کا ہے۔ اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہے وہی فن تمام جانور کا سون میں تعمیل حکم کی اصل علت ہے لیکن کوئی خاص کام یا سرور کا نکات، بلکہ اور صحابہ کرام سے بھی منقول ہوتا اس کا محبوب و مشروع ہونا اور مہذب و عقل ہونا ظاہر ہے۔

دوران جنگ میں پاکستان میں شہری دفاع کے لئے حکومت نے رات کو روشنی کرنے پر پابندی لگا رکھی تھی اور صبح حکم کے تحت تو اس کی تعمیل ضروری تھی ہی بالحق سے اس کی ایک نظیر خود عہد رسالت میں بھی ملتی ہے جو قارئین کی دلچسپی اور اس میں کو حکم کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہے۔

بنیادی لائق فیوض میں جہاد کے لئے ایک فکر و تدبیر ہے اس منزل کے حاصل پر غم و جذام کے قبائل کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا تھا جس کے امیر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ اس غزوہ میں دشمن سپاہوں نے پہلی فوج کو حصار لکھڑ میں پکڑ رکھا تھا تا کہ کوئی بھاگ نہ سکے اس لئے یہ غزوہ ذات السلاسل کے نام سے موسوم ہے۔

حدیث کی مشہور کتاب جامع التواریخ میں عظیم کیر طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس غزوہ ذات السلاسل میں امیر فکر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو یہ حکم دیا کہ لشکر کا وہاں نہیں رہنا جبکہ رات کے وقت کسی طرح کی روشنی نہ کریں اور نہ ہی آگ جلا لیں۔

تو ان دن کے بعد دشمن میدان سے بھاگ کھڑا ہو بھاگتے ہوئے دشمن کا سچا پر کام "نے جو لشکر میں موجود تھے تعاقب کرنا چاہا مگر میرے لشکر نے تعاقب سے بھی منع کر دیا۔ لشکر کے جاہلادوں کو دشمنی بننے کرنے کے عزم ہی سے ناکوردی تھی کہ تعاقب نہ کرنے کا عزم اور بھی ناکورد گندہ۔ مگر اطمینان امیر کی بنا پر قبیل اور ذی تھی اس لئے ان دنوں انکھات کی بلا چوں چوں پاندی کی گئی۔ جلد جب لشکر وہیں ورنہ طیب پہنچا تو آنحضرت ﷺ سے شکایت کی گئی۔

آپ ﷺ نے حضرت مروان بن الحارث رضی اللہ عنہ کو بلا کر عہد ریافت کی، حضرت مروان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے لشکر کی تعداد دشمن کے متہ بلد میں کموزی تھی اس لئے میں نے رات کو دشمنی کرنے سے منع کیا کہ مبادا دشمن ان کی قلت تعداد کا اندازہ لگا کر شیر نہ ہو جائے اور اس کا حوصلہ بڑھ جائے اور تعاقب کرنے سے بھی اس لئے روکا کہ ان کی کم تعداد اس کے سامنے آجائے کی تو انہیں اوجھٹ کر ان پر حملہ نہ کرے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کی یہ بنگی تدبیر اور عمل پسند فرما کر اس پر اہل کا شکر ادا کیا۔ (فتح خاندن ص ۲۰۰ ج ۲)

مسلمانوں کا سب سے بڑا سرمایہ اور پہنچی ان کا ایمان ہے۔ آج اس لئے گذرے دور اور حالات میں بھی جس کام پر دین و ایمان اور حکم خدا اور رسول کی چھاپ لگ جاتی ہے اس میں بھی شک کے مسلمانوں کو کھائیال و کامرانی خیر پ جاتی ہے۔ بلکہ ان کا عمل دوسروں کے لئے حیرت کا موجب بن جاتا ہے۔

چنانچہ حالیہ جہاد کے متعلق لندن کے اخبار "سنڈے ٹیلیگراف" کا تبصرہ ۱۹۷۰ء میں دیکھیں کہ لندن کا ایک طویل مضمون دوران جنگ میں پاکستان کے حالات پر مشتمل شائع ہوا ہے اس کا ایک جملہ یہ ہے :

"ماشاء اللہ یہاں کے عوام کے حوصلے بلند ہیں۔ لندن میں بھی دوسری جنگ عظیم کے دوران اتنا کھل بیک آؤٹ بھی نہیں ہوا جتنا کراچی میں ہوتا ہے یہ یہاں کے عوام کی فرض شناسی کی مثال ہے۔" (امام احمد زکریا، ص ۱۰۱ ج ۱)

بعض ضروری احکام جہاد

جہاد عام حالات میں فرض کفایہ ہے۔ فرض کفایہ اصطلاح شرع میں اس فرض کو کہا جاتا ہے جس کا متعلق ہر مسلمان کی ذات سے نہ ہو بلکہ ہر مسلمان سے ہوا ہے فرض کا حکم یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے

چند آدمی اس فرض کو پورا کریں تو باقی سب مسلمان سبکدوش ہو جاتے ہیں مگر اگر کوئی بھی واپس نہ کرے تو جن جن لوگوں کو اطلاع پہنچے اور قدرت کے ہر جہاد میں کریں تو وہ سب گنہگار ہوں گے۔

مثال کے طور پر مسلمان خروارے کی نماز چار بار اور کھن دھن کا انتظام فرض کھایا ہے کہ یہ فرض پوری مسلمان قوم کے ذمہ ہے، مزاج قریب اور بڑھری کے لوگ مگر اس فرض کو پورا کریں تو باقی سب مسلمان سبکدوش ہو گئے اور اگر میت کا کوئی ایسا مزاج قریب موجود نہیں یا موجود ہوتے ہوئے عاجز ہے یا چون بوجھ کر غفلت کرتا ہے تو قتلہ کے دوسرے لوگوں پر ہے کہ وہ اس کو نہاں نہ کریں۔ قتلہ والے بھی نہ کریں تو شہر کے دوسرے لوگوں پر جن کو اطلاع ملے یہ فرض عائد ہو جائے گا شہر والے بھی نہ کریں تو اس کے متصل دوسرے شہر والوں پر عائد ہو گا۔

اسی طرح اسلام کے چنے بھی اجتماعی فرائض و واجبات ہیں سب فرض کھایا ہیں اور ان کا بھی حکم ہے مگر کامیابی کی تعلیم، تبلیغ، ضرورت کے مطابق مسجدوں کی تعمیر اور دینی مدارس کا قیام عبادت گاہیں وغیرہ کی ضرورت پوری کرنے کے لئے تھکان خانے، خیم خانے، حجرہ قائم کرنا، مہمانوں کو انعام شریف ملانے کے لئے ثنوی دینے کا انتظام، ہر بالمعروف اور بنی علیہ السلام کا انتظام، اسلام کے خلاف اسلام کے دشمن یا گمراہوں کی طرف سے شبہات و تحریکات کے جواب کا انتظام، اسلام کا نکل باند کرنے اور معاندانوں کو زیر کرنے کے لئے جہاد یہ سب ضروری ہیں جن کا تعلق پوری مسلمہ قوم سے ہے اور یہ اجتماعی فرائض ہیں۔

ایسے فرائض کو بھی حکمت کے مطابق حق تعالیٰ نے ہر شخص پر فرض نہیں کیا بلکہ پوری قوم کے ذمہ لگایا ہے تاکہ تقسیم مل کے ذریعہ ان تمام فرائض کو آسانی سے انجامی کر سکیں اور اپنی معاشی ضروریات اور معنی فرائض کی ادائیگی کے لئے بھی ان کو فرصت مل سکے۔

پوری قوم میں سے جس قدر آدمی ایک ضرورت کو پورا کر سکیں اور وہ اس کام میں لگ جائیں تو باقی پوری قوم اس فرض سے سبکدوش ہو جاتی ہے۔

بعض تعلیم دین کے لئے اور اس کا انتظام کریں۔ بعض ثنوی اور تحفیف کی ضرورت پوری کریں۔ بعض مساجد کے قیام کا انتظام میں لگیں۔ بعض خیم خانے، حجرہ خانے اور عطا خانے کا کام کریں۔ بعض قلم برداران کا جہاد کر کے حقائق اسلام کے جذبات و اس میں جہاد و نکل کے فرائض کو انجام دیں۔ جہاد و نکل کے بارے میں حق تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے :

فَضَّلَ اللهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً .
وَكَلَّا وَعَدَ اللهُ الْحَسَنَى . وَفَضَّلَ اللهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ
أَجْرًا عَظِيمًا . (السَّابِق ۵ رُكُوع ۱۴)

”اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دہرے درجے کا اجر عطا کیا ہے جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے
ہیں۔ بہت گھر میں بیٹھنے والوں کے اور سب سے اللہ تعالیٰ نے انہیں گھر کا مددہ کر رکھا ہے
اور اللہ تعالیٰ نے یہاں پر کوئی بلکہ گھر میں بیٹھنے والوں کے اجر عظیم دیا ہے۔“

اس آیت نے واضح طور پر بتا دیا کہ اگرچہ جہان و مال سے جہاد کرنے والوں کا وہ جہاد اللہ کے نزدیک
بڑا ہے مگر جو لوگ دوسرے کاموں کی وجہ سے خود جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے
جنت کا مددہ فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ جہاد اپنی اصل مانتہ کی فرائض کی طرح فرض کفارہ ہے۔
دوسری آیت وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَفْرُوا الْكَلْفَ۔ میں بھی یہی بتا دیا ہے کہ ”جب مسلمانوں
کی ایک جماعت جہاد کے لئے کافی ہو تو سب پر جہاد واجب نہیں رہتا۔“

فرض کفارہ کبھی فرض عین ہو جاتا ہے

اگر کوئی قوی فرض جہلی الکفار سب کے فرض فرض ہے اس کے ادا کرنے کی کوئی جماعت موجود نہیں
ہے یہ موجود ہونے سے انکسرت کر دی ہے یہ اس کی تعداد اور مسلمانوں میں فریضہ کی کمانڈنگی کے لئے کافی نہیں
ہے تو ان سے قریب کے مسلمانوں پر فرض عین ہو جاتا ہے کہ وہ اس فریضہ کو ادا کریں اور اگر ادا کرنے والوں کو
جہلی یا جہلی کی ضرورت ہو اس کو ادا کریں۔ قریب کے مسلمانوں نے بھی انکسرت ہوتی یا وہ بھی اس فریضہ
کی کمانڈنگی کے لئے کافی نہ ہوئے تو ان سے قریب کے تمام شیعہ اور دیہات میں بیٹھنے والے سب
مسلمانوں پر یہ فریضہ مانتہ ہو جائے گا اسی طرح جس قدر جہلی یا جہلی کی ضرورت پیش آتی جائے
گی ہر نزدیک سے لے کر دور تک کے سب مسلمانوں پر یہ فرض مانتہ ہو جاتا جائے گا۔ صرف بچے اور عورتیں
بڑے صید اور عورتوں پر واجب الکرہ اس فرض سے مستثنیٰ ہیں کہ یہ مانتہ جہلی الکفار پر فرائض کا ہے۔

جہاد و فرض عین

جب کفار مسلمانوں کے کسی شہر پر حملہ کریں اور اس کی مدافعت کے لئے ملک کا مسلمان حاکم
امیر عزم عام جاری کرے کہ سب مسلمان جو قاتل جہاد میں شریک ہوں تو سب پر جہاد کے لئے لکھا

فرض میں ہو جائے۔ مصلحت کی ضرورت میں عورتوں پر بھی مقدمہ رجوع و نفعت فرض ہو جاتی ہے۔
خود غاصک میں رسول کریم ﷺ نے یہی ایسی حکم عام جاری فرمایا تھا جس لئے جو لوگ اس جہاد میں شریک
نہیں ہوئے ان پر سزائیں جاری کی گئیں۔

مسائل

۱۔ یہ ضروری نہیں کہ شہر کا حاکم یا امیر جو اعلان جہاد کرے حقیقی، پرہیزگار یا عالم ہی ہو۔ چونکہ
مسلمان حاکم ہو جب ایسے حکم کی ضرورت محسوس کرے یہ حکم دے سکتا ہے اور سب مسلمانوں کو اس
کا یہ حکم ماننا فرض ہے۔ (مختصر، ص ۲۰۰، ص ۲۰۱)

اس میں شبہ نہیں کہ امیر جہاد کا حکم حقیقی ہو یا بہت بڑی نعمت اور فتح کا بہت بڑا سامان ہے۔
رسول کریم ﷺ بھی کسی کو امیر جہاد مقرر فرماتے تو اس کو وصیت فرماتے تھے کہ خود بھی تقویٰ اختیار
کرے اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کی تعلیم کرے اور یہی مسلمان کا وہ اصلی جوہر ہے جو دنیا کی
کسی طاقت سے مطلوب نہیں ہوتا۔ یہ سب کچھ ہے مگر فعل جہاد کے لئے شرط نہیں۔ جہاد ہر
مسلمان امیرہ حاکم کے ساتھ ضروری اور اس کے جائز احکام کی تعمیل واجب ہے۔

۲۔ جہاد جب فرض کلی ہے تو چھ گونہ اس کی اپدات کے بغیر جہاد میں جائز نہیں کیونکہ
ان کی تحدید مصلحت فرض میں ہے۔ وہ فرض کلی کی وجہ سے مطلق نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح عورت کا
شہر کی اپدات کے بغیر جہاد کے کام میں لگانا جہاد کے فرض کلیہ ہونے کی صورت میں جائز نہیں۔ بہت
اگر دشمن کے شہر حملہ کی وجہ سے مسلمان حاکم وقت سب کو جہاد میں تینے کا حکم جاری کر دے۔ اور جہاد
فرض میں ہو جائے تو پھر یہاں باپ کی اپدات کے بغیر عورت شہر کی اپدات کے لئے بغیر بھی اپنے اس
فرض کو ادا کرے۔

۳۔ میدان جہاد سے بھاگنا انتہائی سخت گناہ اور غضب الہی کا سبب ہے قرآن کریم میں ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُتِلْتُمْ فَمِنَ الَّذِينَ قَتَلُوا فَخُذُوا زُلْفَاهُمْ وَلَهُمْ

اَلْأَسْبَاطُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ سَے تہذیباً اہل ہوبہ کے تو ان سے پشت نہ کھینچو۔

اور ارشاد فرمایا :

وَمَنْ يُؤْتِهِمْ مَوْمِنَةً فَبِهِمْ فَتَنَةٌ يَأْتِ بِطَغْطٍ مِّنَ اللَّهِ

اور جس نے اس ان کافروں سے پشت پھرنی تو اللہ کا غضب لے کر لوٹا۔

۳۔ ہاں اگر کسی صورت میں آجائے کہ مجاہدین کو حالات سے اس کا چمراٹا نوازہ ہو جائے کہ اگر ہم اس وقت لڑیں گے تو ہم سب قتل ہو جائیں گے اور دشمن کو نقصان نہ پہنچائیں گے۔ ایسے وقت ان کے لئے یہ جو نئے کہ دوسرے مسلمانوں سے ٹک کر حاصل کرنے اور تیاری کے بعد لڑنے کی نیت سے اس وقت میدان چھڑا دیں اور دیکھ دوسرے مسلمانوں کی تعداد اور مسلمان کی تیاری کے ساتھ دوبارہ مقابلہ پر جائیں اس کا مدار مجاہدین کی تعداد و مسلمان کی زیادتی پر نہیں محاذ جنگ کے مجموعی حالات اور تجربے پر اس کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ اس مقام پر لڑنا مفید ہے یا تجھے بڑا قرآن مجید میں ایسی ہی مثال کے متعلق رہنما ہے۔

وَمَنْ يُوْا لِهَيْمِ يَوْمَئِذٍ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّلْقَاتِلِ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلَيْهِ فَاِنَّ

فَقَدْ بَاءَ بِمُغْضَبٍ مِّنْ اللّٰهِ

”اور جس نے اس دن کا فرار سے پشت پھیری اس کے جنگی چال و دوسرے مسلمانوں سے لڑنا حاصل کرنے کے لئے وہ جانے کا غضب لے کر لڑا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ جنگی تدبیر کے لئے دوسرے مسلمانوں سے لڑنا حاصل کرنے کے لئے پیچھے ہٹنے کی خاص حالت میں اجازت دی گئی ہے جبکہ مقصود بھلا گناہ ہو بلکہ دوبارہ حملہ کرنا ہو۔

تنبیہ

صاحبِ بدائع نے فرمایا کہ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قرآن کریم میں جو یہ ارشاد ہے کہ
اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ حَسْبُكُمْ اَوْ اَلْفٌ يَفْعَلُوْا مَا يَفْعَلُ
”اگر تم میں سے ایک آدمی ثابت قدم رہے دہائے ہوں تو دوسو چ غالب آجائیں گے۔“
اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرَةٌ يَفْعَلُوْا اَلْفًا
”اور اگر تم سو ہو تو ہزار چ غالب آ جاؤ گے۔“

یہ آیت جن میں ایک مسلمان کو دس کافروں پر غالب اور بھاری ہونے کا ذکر ان کی بڑی تعداد کے مقابلے سے کر دینا کرنے کی ہدایت ہے۔ منسوخ نہیں ہوئی اگر اس کا امکان غالب آئے تو منسوخ تعداد کی کمی کی وجہ سے قطعاً کھیرا جائز نہیں ہے۔ آج بھی ایسا ہو سکتا ہے اور پاکستان کے حالیہ جہاد میں خصوصاً ساءد کے محاذ پر تو اس کا ایسا مشہور ہوا کہ دشمن کو بھی اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں کی بہت قہورزی ہی تعداد نے دشمن کی ہڈی ملی فوج کا حملہ کا ہوا اس پر شش پائی۔

۵۔ ضرورت پیش آئے تو دشمن کے درختوں، کھیتوں کو کاٹ کر یا جہاز جہاز کر دینا بھی جائز ہے۔ (برائے)

۶۔ دشمن قلعہ بند ہو جائے یا کسی محفوظ مکان میں داخل ہو کر وہاں رہ کرے تو اس کو اختیار دیا جائے اور راجا صحت قبول کر لینے کی دعوت دی جائے۔ اگر نہ مانے تو آگ لگا کر پانی میں فرق کر کے یا دوسرے طریقوں (مثلاً بمباری) سے قلعہ اور مکان کا منہدم کر دینا جائز ہے۔ (برائے)

۷۔ دشمن اگر قلعہ بند ہو جائے اور یہ معلوم ہو کہ دشمن کے عہدوں میں سے کچھ مسلمان بھی ہیں تو ان کی وجہ سے دشمن کی کوئی رعایت نہ کی جائے گی۔ جوت مسلمانوں کو کسی صورت سے بچا سکتے ہوں تو بچانے کی فکر کریں دشمن کو جہاز کرنے کے قصد و ارادہ سے عہد کریں۔ کچھ ہی کریں جو مسلمان اس کی زد میں رہا اختیار آجائیں تو وہ معاف ہے کیونکہ کافروں کا کوئی شر یا ہستی ایسی نہیں ملے گی جس میں کوئی مسلمان قیدی یا ملازم وغیرہ ان کے پاس نہ ہوں۔ اگر ان کی رعایت سے دشمن کا مقابلہ چھوڑ دیا جائے تو جہاز کا دوازدہ فی صد ہو جائے۔ (برائے میں و انج)

۸۔ ایسی صورت اس وقت بھی کی جائیگی جبکہ دشمن اپنے آپ کو بچانے کے لئے مسلمان قیدیوں یا بچہ وغیرہ کو آگے کر دے اس وقت بھی اگر مسلمانوں کو بچانے کی کوئی صورت نہ ہے تو دشمن پر حملے کی نیت سے مقابلہ کیا جائے اور جو مسلمان اس کی زد میں آجائیں ان کا خون معاف ہے۔ (برائے)

(البتہ ان مسلمانوں کو دشمن کو کافروں نے اپنی احوال کے طور پر آگے کیا ہو اسے یہ چاہئے کہ وہ مسلمانوں کی طرف ہٹ گ آئیں۔ ایسی صورت میں اگر وہ کافروں کی گولیوں سے مر جائیں تو درجہ شہادت پر فائز ہوں گے۔

۹۔ عین حلیہ جنگ و قتال میں بھی ایسے کافروں کا قتل کرنا ہرگز نہیں جو جنگ میں حصہ نہیں لیتے مثلاً چھوٹے بچے، عورتیں، بوڑھے، اداچی، اندھے، دواخانے، ہندوؤں، عہدات خانوں میں مشغول عہدات، بچے والے، بشرحیکہ وہ جنگ میں حصہ نہیں لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک میدان جنگ میں کسی کافر عورت کو قتل چاہا تو بہت افسوس کا اظہار فرمایا کہ یہ تو جنگ کرنے والی نہ تھی اس کو کیوں قتل کیا گیا۔

۱۰۔ جو عورتیں بچے جنگ میں یا سوئی کا کام کریں یا دوسرے طریقہ سے جنگ میں حصہ لیں ان کو حلیہ جنگ میں قتل کیا جائے گا تا کہ ان کے شر سے مسلمان محفوظ رہیں لیکن اگر بچے قید ہو جائیں تو قید ہونے کے بعد ان کا قتل کرنا ہرگز نہیں۔ خواہ انہوں نے جنگ میں کچھ طور پر حصہ لیا ہو۔

کیونکہ اگر قتل کرنے کے بعد اس سے کوئی خطرہ نہیں رہا ہے کہ قتل کیا جائے گا تو اس کے بچنے قتل کی سزا میں قتل کیا جائے گا اور بچوں پر سزا ابدی کرنا شرعاً ناجائز نہیں۔

۱۱۔ جہاد میں اگر کسی مسلمان کا کفر باپ کے سامنے آجائے تو جب تک وہ غلط نہ کرے جیسے کہ اس پر حملہ کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کی وجہ سے یہ ہے کہ یا میں کافر ہوں یا پاپ کے ساتھ بھی اچھا رہ جاؤں گا۔ اس کی خدمتِ خیر گیری کرو اس لئے جہاد کے تحت بھی مسلمان کا قتل کرنا جائز نہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے اپنے کافر باپ کے قتل کی اہدیت مانگی تو آپ ﷺ نے منع فرمایا اہدیتاً کفر باپ ہی جیسے پر حملہ کرو اور اس کے سامنے اپنی جان بچانا بغیر اس کے ممکن نہ ہو کہ باپ کو قتل کرے تو اس کو اپنی حفاظت کے عطا ہے خود اس میں باپ کا قتل ہی واقع ہو جائے مگر یہ باپ کو قتل کرنے کا ارادہ نہ کرے۔ (بخاری ص ۱۰۲، جلد ۱)

۱۲۔ جہاد میں جانے کے تحت اپنے ساتھ قرآن کریم کو تلاوت کے لئے لے جانا ایسی صورت میں جائز ہے جبکہ مسلمانوں کی قوتِ محکمہ مضبوط ہو۔ قتل یا قید ہو جانے کا خطرہ کم ہو اور جہاں یہ خطرہ قوی ہو تو قرآن کو اپنے ساتھ نہ رکھے اس میں پہلوی کا خطرہ ہے۔ رسول کریم ﷺ نے دشمن کی زمین میں قرآن کریم لے جانے کو منع فرمایا جب اس حالت سے متعلق ہے۔ (بخاری)

۱۳۔ جنگی قیدی جو مسلمانوں کے ہاتھ آجائیں ان کو بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیف دینا جائز نہیں۔ (بخاری)

۱۴۔ کافر قیدیوں سے اپنے مسلمان قیدیوں کو چار کر لینا جائز ہے۔ (سوانحِ مہتممین، جلد ۱)

۱۵۔ جہاد میں جن لوگوں کو قتل کرنا جائز ہے ان کا بھی قتل کرنا یعنی جسم کے تلفِ اعصاب کا کٹنا۔ شرعاً جائز نہیں۔ رسول کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری)

(اخوذِ عیالات، کراچی)



حُبِ وطن اور اسلام

اسلام وطن پرستی نہیں سمجھا جس نے وطن، نسل، نژاد، ملی اور صوبائی قومیتوں کو تڑا ہے۔
اقبال مرحوم نے صحیح کہا ۔

ان تار و خنداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو جہنم اس کا ہے وہ دولت کا کفن ہے

اور خوب فرمایا کہ ۔

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر اس کا نہ دلی نہ صفا بان نہ سرقد

لیکن اسلام نے وطن سازی کے کچھ اصول بتائے ہیں جو وطن میں مسلمانوں کے تحت بنایا جائے
اس کی محبت و حفاظت، جماعت کے ہر مسلمان کا نہ صرف اخلاقی اور فطری بلکہ ایک دینی اور شرعی فرض
ہو جاتا ہے۔ آئیے آج ہم آپ کو وطن کے حقیقی اسلامی نظریہ بتائیں۔

یہ آپ کو معلوم ہے کہ اسلام کوئی فتنہ یا صرف نظری فکری چیز نہیں، خاص عملی اور مکمل نظام ہے
جس کا خاکہ رسول کریم ﷺ کی حیات طیبہ سے تیار ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کی زندگی میں ہمیں وہ باب
کھلے ہوئے نظر آتے ہیں۔

۱۔ ترکِ وطن ۲۔ وطن سازی

سب جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کا آبائی وطن مکہ مکرمہ تھا۔ آپ ﷺ نے معاہدے صحابہ کرام کے اس
کو چھوڑا اور مدینہ طیبہ کو اپنا وطن بنایا اور پھر اس جدید وطن کی آبادی، حفاظت اور ترقی کے لئے ہر چہ
کوششیں مل میں لائی گئیں۔ اس سے مدافعت کے لئے بڑی جنگیں لڑی گئیں اور اللہ جل شانہ کی
تائید و نصرت سے یہ وہاؤں کی مہمتی جس کو پہلے یثرب کہا جاتا تھا، چند ہی سال میں عجاظہ پر
مدینہ اور رسول اللہ مدینہ طیبہ بکھلانے کی مستحق اور اس کا حکم بکھارا حکومت بن گئی۔

اس ہنگامہ ناخبر کر غور کیجئے کہ بننے والے اصلی اور آبائی وطن کو چھوڑنے کی نوبت کیوں آئی؟ اور نیا
وطن بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

اگر آپ نے اس کاروانجِ حیدر پر پادشاہِ قرآن آپ کے بہت سے مشکلات کا حل اور مستقبل میں کامیابی کی راہیں کھلی نظر آئیں گی۔

اگر کہ میں مسلمان اپنی انتہائی اور عملی اخلاقی اور معاشرتی (خصوصیات سے صرف غور کر کے صرف معاشی پیلوپانی غریبوں پر دلائیے تو مسلم غیر مسلم کی اتحاد و ملت و ان دونوں کی مشترک حکومت کا قیام۔ پس بھی کچھ مشکل نہ تھا، بلکہ پس یہ وہی جان کی طرح اکثریت اور اقلیت کی نہایت کی اتحاد میں چھین اور چھائیں کی بحث بھی درمیان میں نہ آئی۔

کیونکہ اسلام کی روز افزوں ترقی اور قریش کی مخالفت کا بے اثر ہونا، شاید کر کے چہرے قبائل قریش کے سرداروں نے جمع ہو کر باہم اتفاق رائے عقبہ بن ابی معیط کا کام کے لئے منتخب کر کے رسول کریم ﷺ کے پاس بھیج دیا تھا۔ جس نے آپ ﷺ کے سامنے یہ پیشکش کی کہ اگر آپ اپنی تیغ و دھت میں رواداری سے کام لیں تو ہم آپ کو پورے عرب کا پادشاہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کہ ہم ہر عرب میں آپ کے حکم کی اطاعت کیا کریں اور اگر آپ صل کے خواہشمند ہیں تو ہم اتحاد آپ کے لئے جمع کر سکتے ہیں کہ آپ پورے عرب میں سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں گے۔ جس کے جواب میں رسول کریم ﷺ نے قرآن مجید کی چند آیتیں تلاویں جس سے عقبہ حیرت زدہ ہو کر واپس چلا آیا اور اپنی قوم کے سامنے قرآنی اہواز کا قرار کیا۔

یہاں یہ بحث بھی درمیان میں نہ تھی کہ حکومت میں جاری نہ تھی کسی اقتدار سے ہوگی اور مسلمانوں کو کسی اقتدار سے بلکہ پورے عرب کی حکومت کی پیشکش تھی مگر شرط یہ ہے کہ آپ اپنی دعوت کو ہم نہ کریں۔ آج کا کوئی اصل مسئلہ یہ تھا تو اس پیشکش کو قبول کر کے اقتدار حاصل کر لیتے اور پھر اپنی دعوت کو بھی جاری رکھتا لیکن وہاں تو رسول امین ﷺ تھے جن سے مسلمانوں کی مخالفت و رزی ممکن ہی نہ تھی اس لئے اس پیشکش کو قبول نہ کیا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اچھا وطن مزاج آپ ﷺ کے لئے طبعاً طبعاً کی ایذاؤں، مشقتوں کا گھر بن گیا اور باقی اس کو چھوڑنا چاہا اور ایک ایسے نئے وطن کی بنیاد ڈالنی چاہی جس میں اسلام کے شعائر سر بلند ہوں، اسلامی مقاصد و اعمال روا رکھا جائیں، اسلامی معاشرت و اخلاق کو رواج دیا جائے سکے۔ یہی وجہ تھی جس نے آپ ﷺ سے اور مسلمانوں سے اپنا وطن چھڑایا اور یہی وہ ٹکڑہ تھا جس نے نہ وطن بنائے اور رہائے کی مشقتوں کو آپ ﷺ کے لئے آسان کر دیا۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ اسلام کا مقصد تو عین ایک خاص نظریہ اور خاص افراد اور خاص قوم پر معاشرت کو دینا ہے۔ جو دین اس مقصد کے لئے سازگار نہ ہو اسلام اس سے محبت کو حرم قرار دیتا ہے اور اس کو چھوڑنے کی بجائے کرتا ہے اور جو دین اسی مقصد کے لئے سازگار ہو مبین ہو اس کی محبت، حفاظت، و اعانت کو فرض قرار دیتا ہے۔ مسئلہ طہیث کا یہی معنوی فیصلہ ہے جو اسلام نے نکھلایا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اسی اصول کے ماتحت ایک دین کو چھوڑا اور دوسرا بنالیا جو دین اس بنیاد پر بنا کہ صرف ملحد و مسکن اور آپ و ان کا: سبائی دین نہ تھا بلکہ ایک دین الہی تھا جس کے ساتھ مقصد زندگی وابستہ تھا اس لئے اس کی: "وایمان اور اس کی حفاظت دینی امر ہے اور دوسرے سب مقاصد کا اہم مقدمہ بن گیا۔"

رسول کریم ﷺ نے اسے صرف محبت ہی کا تحقق نہیں رکھا بلکہ اس کی آبادی، خوشحالی، صحت و مند ہونے کی دعا کی مانگیں۔ مسلمانوں کو اس میں آباد رہنے کی ترغیب دی، اس کے باشندوں کے لئے خاص فضاں کا وعدہ فرمایا، اس میں کسی قسم کا شرف و فساد پھیلانے والوں کے لئے بد دعا کی۔

حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ جب سفر سے واپس مدینہ تشریف لائے اور جنل احد پر نظر پڑتی تو فرمایا کرتے تھے کہ:

"یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور اہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔"

کنجا بخاری میں ہے کہ سترے واپسی کے وقت جب آنحضرت ﷺ کی نظر مدینہ طیبہ پر پڑتی تو اپنی سواری کو اس کے شوق میں تیز فرما دیتے تھے۔ بخاری اور مسلم کی حدیث کہ رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ:

"آپ کے ظلیل ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے دین کو کے لئے آبادی اور

خوشحالی کی دعا کی تھی میں آپ سے مدد کے لئے اس کی دعا کرتا ہوں۔"

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ کے ہجرت مدینہ کے ابتدائی دنوں میں جب صحابہ کرام کو بکھیر کر فرمایا کہ تم میری آنحضرت ﷺ سے دعا کی:

"پاکہ اللہ سے لئے مدد کو ایسا ہی محبوب اللہ سے جیسا کہ کہہ چکا اس سے بھی زیادہ اور پاکہ

اس کے بازو میں اور تمہاری سلامی میں رکست مٹا فرما۔"

ان روایات سے ثابت ہوا کہ جو دین اپنے اصلی مقصد میں مبین ہو اس کی محبت، حفاظت، و اعانت کا شعار رہا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کے لئے، نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ کے لئے اقتصاد

خوشحالی اور صحت مند ہونے کی دعا کی ہے اور دین کی حفاظت اور صالحین کے دوزخ کے لئے فرماؤ، اُمید و احزاب کے صغر کے اور حق میں خود رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی جانناؤ خدا میں تادم عالم میں مشہور و معروف ہیں۔

میں اتھاق اور صل پاکستان کے لئے بڑی سعادت ہے کہ ہم خود کہتے ہی کہہ رہے ہیں کہ ہم کو تادم میں کو تادم میں مگر پاکستان کی بنیاد اسی خاص اسلامی نظریہ پر رکھی گئی اور جب تک قریب پاکستان کی بنیاد میں اس کا رنگ غالب نہیں ہو اس وقت یہ صرف ایک قریب اور ایک نعرہ تھا۔ اس قریب اور نعرہ کو کامیاب بنانے والی دوزخ میں نے ہندوستان کے سنگڑوں قزاقوں اور مختلف اذیل ملیوں کا سیر مشتق کر دیا، وہ بھی مذہبی رجحانات تھے اس لئے پاکستان ہمارے لئے صرف اس لئے محبوب نہیں کہ وہ ہمارا مسکن مستقر ہے، ہم بھارت، تادم اور دوزخ کے قائل نہیں، پاکستان ہمیں اس لئے محبوب ہے کہ وہ مسلم قوم کا خاص اور مسلمانوں کے تمام حیات کا ایک سہارا ہے۔ اس میں اگر ہماری اپنی عظمتیں اور کوتاہیاں نہ ہوں تو اسلام کا پرچم ماحول اور تمام زندگی رائج کرنے میں کوئی طاقت رکھتے نہیں ہیں سکتی اس کی قدر قیمت کا اعزاز دوزخ مسلمانوں سے ہم چھتے جو بنائے پاکستان کے شروع میں مسلمانوں کے حق عام کے قیامت فیروز بنگالوں سے بچا چکا کرکس طرح خود پاکستان میں داخل ہوئے اور ان کو مدت کے بعد اس دوزخ میں ان کا سانس لینا نصیب ہوا۔

ہاں مملکت پاکستان جس طرح ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت اور سعادت ہے اسی طرح یہ بات اچھائی انہوں تک اور بڑی یہ نصیبی ہے کہ ہم نے اس نعمت کی قدر نہ پہچانی۔ پاکستان میں آیا ہوئے اور دولت و ثروت حاصل ہونے کے بعد ہم تادم پاکستان کے نظریے اور اس کے خصوصیات کو بکسر فراموش کر کے ایسی رنگ رلیوں اور معاشرتی فراہیوں میں چلا ہو گئے کہ ہر سعادت و معاملات کو دیکھنے والا بھی اس پر یقین نہیں کر سکتا کہ ہم نے یہ مملکت اسلامی اصولوں اور اسلامی معاشرت کو دوزخ دینے کے لئے قائم کی تھی۔ ہماری ملی، ملی، اسلامی معاشرتی ہر حالت پہلے سے تادم ماحول ہو گئی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تادم پاکستان اپنی ظاہری ترقیات کے باوجود داخلی طور خارجی قوتوں کے دوزخ میں پھنسا ہوا ہے۔

کاش کہ ہم آج بھی اس نعمت کی قدر کو پہچان کر اپنے طرز فکر اور طرز عمل کی تجدید کریں اپنے اخلاق و کردار کو پاک کرنے اور پاکستان کو پاکستان بنانے کی فکر میں ملگ جائیں اور اس ملک کا ملکی طور پر اسلامی ملک ہو جائے نہ کہ دوزخ میں۔ ہمارے بازار جھوٹ، فربہ مصلحت اور دھوکہ سے پاک ہوں،

ہمارے سرکاری دفاتر میں تصانیف، بے ادبی و شہوت سے پاک ناول تو یہ بازار اور دکانیں بھی ہمارے مسجد میں
نہیں جائیں اور ہر شخص کو اپنا کارڈ لے کر یہ اسلامی ملک پاکستان ہے۔

ہماری یہ کوشش ہر حال میں بریجنگ جاری رہنی چاہئے مگر یہ تصور بھی کسی وقت ذہن سے نہ ہٹے ہو
کہ موجودہ سب ٹرائیوں اور ہمارے گناہوں اور فضیلتوں کے باوجود پاکستان کو جو اپنی جگہ اللہ تعالیٰ کی
ایک نعمت ہے۔ ہماری اصلاحات اور اصلاحی قیادین حسب اہلی کارگر ہو سکتی ہیں حسب اہل پاکستان کی
سالمیت پر قرار ہو۔

ہمیں اصلاح کے نام پر بھی ہر ایسے عمل سے احتساب کرنا ہے جس سے پاکستان کی سالمیت اور
وجودی خطرہ میں آسکے اور پاکستان کی سالمیت اور حفاظت اپنے دین و ایمان اور جان و مال اور آبرو کی
حفاظت ہے اس کے خلاف ہر وقت اور جگہ کی صورت کی مخالفت یا شبہ ایک عقیم جہاد فی سبیل اللہ ہے۔
اللہ تعالیٰ پاکستان کو تمام داخلی و خارجی فتنوں سے اور آفتوں سے محفوظ فرمائے اور ہم سب کو پاکستان کی
حقیقی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔



اسلام اور سوشلزم



خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا :

یورپین سامراج کا تسلط ایشیائی ممالک پر بعدوستان و غیرہ پر ہوا تو اپنے ساتھ بہت کچھ پیش و پشت کے سامان گھروں اور بازاروں کی روایتی آرام و راحت و زیب و زینت کے لئے نئے طریقوں کی جمل جمل لے کر آیا اور بعدوستان کی نو سو سالہ اسلامی حکومت کو تہ و بالا کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ اسلامی شعور اور قومی غیرت رکھنے والوں نے تو اس وقت بھی سونوار طراست سے بطرانی تہذیب و معاشرت کے سبب بے جا کچھ تاراج کر رکھی کیا تھا کہ

وخلق میں دنیا کی رونق بڑھتی جاتی ہے
مردی نظروں میں پھیکا رنگ گھٹل ہوتا جاتا ہے

مگر عام نظریں اس ظاہری نیپ نیپ اور نقادانہ پیش میں الجھ کر رہ گئیں۔ خدا تعالیٰ اور آخرت سے غفلت اس کا لازمی نتیجہ تھا اور سامنے آیا۔ مگر جن کی یہ پالیسی کہ مسلمانوں کی مسجدیں اور دینی مدارس مہدم کے بغیر ویران ہو جائیں، اس دعوے کا سہا ب ہوتی نظر آئیں۔ اور دنیا کی تعلیمی پالیسی نے اس کو پورا استحکام بخش دیا اور مذہبی تعلیم میں ایک بڑی خلیج حائل ہو گئی اور بالآخر دینی تعلیم اچھوت کی صورت میں منتقل ہو کر گناہ گوشوں میں رہ گئی۔ حکومت کے ایجنوں و تجارتی چیمبروں اور بازاروں پر عہدہ سے درآمد کیا ہوا سرمایہ دارانہ نظام چھا گیا۔

سوداگرانہ شعور نس کے بازار گرم ہو گئے جن لوگوں کے دماغ کی تعلیم سے سحر اور نکاحیں سے نظام معاشریات کی ظاہری رونق سے خیر و ہو چکی تھیں۔ ان کا دینی شعور اور مذہبی جذبہ پہلے ہی منطمحل اور

نیم مردہ ہو چکا تھا اپن کے سامنے اہم مسئلہ صرف معاش کا تھا اس نے نئے حکام معاش کو انسان کی معاشی مسئلہ کا علاج کا نسخہ کبھی کبھار قبول کر لیا۔

اس وقت کون یہ جانتا تھا کہ اس نئے حکام کے نتیجہ میں یہ روز بروز بگڑتا چلا جائے گا کہ دولت مست کر چند ہاتھوں یا چند گروہوں کے قبضہ میں آجائے گی۔ اور پوری قوم محنت مزدوری اور نوکری کرنے پر مجبور ہوگی اور ان کو ان کی محنت کا صلہ بھی حق کی ضرورت اور محنت کے مطابق ملے گا اور ان سب باتوں سے بڑی آفت یہ ہوگی کہ دولت اور پیر و عزت کا معیار بن جائے گا اس طرح پوری قوم عزت نفس سے بھی محروم ہو کر تنہا لذت و غی میں بسر کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔

پس قرآن اور اسلامی تعلیمات پر نظر رکھنے والے علماء جانتے تھے کہ جو حکام اس وقت ملک پر مسلط کیا جا رہا ہے وہ صرف دین و مذہب کے خلاف نہیں بلکہ عام انسانی معاشیات کے لئے بھی بدترین نتائج کا حامل ہے کہ سودی نظام کے معاملات سے پورے ملک کی دولت مست کر چند گروہ اور جماعتوں کے ہاتھ میں آجائے گی اور ملک کے عوام فقر و بھوک کے شکار ہو جائیں گے۔

عامہ و چند مسلموں اور خصوصاً علماء کرام نے اس واقعہ کے ساتھ اس سامراج اور سرمایہ دارانہ نظام کا مقابلہ کیا۔ جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو علماء نے فکری اور فکری طور پر جہاد قائم کر دیا اس کا مقابلہ جاری رکھا۔ قرآنی احکام کے تحت سود اور قمار کے چاہ کن اثرات سے مسلمانوں کو آگاہ کرتے رہے مگر اس وقت علماء کو شک نظر نہ تھا کہ ان کی بات کی طرف انتہائی توجہ نہ دیا گیا۔

یہاں تک کہ اس نظام کی تباہ کاری آنکھوں کے سامنے آگئی اور خلق خدا سامراج اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف جہاد آگئی مگر ساتھ ہی اس کے مقابلے پر کیونکہ یہ سود و شلزم کے نظریات جہاد کا نہ صورت میں ابھرے ان نظریات کی بنیاد اور آخرت کے خلاف بغاوت اور مذہب سے بیزار ہو کر بدگئی گئی اور اس نے ان نظریات کی حکمت ہی کو ظلم قرار دے دیا اور محنت کشوں مزدوروں اور سرمایہ داروں میں ایک طبقاتی منافع و غارت قائم کر کے ہر طرح کی لوٹ مار اور قتل و غارت گری کو ان کے لئے نہ صرف جائز بلکہ مقصد زندگی قرار دے دیا اور یہ جز باغ و کھلیا کہ ان سرمایہ داروں کو لوٹ کھسوٹ لو۔ سب تہذیبوں و مہنتوں، ملوں اور کارخانوں کے مالک تم ہو۔

پھر تعبیر اس خواب کی یہ نکلی کہ ان غریب فلاح کش محام کا دین و ایمان تو اس نظریے نے پہلے ہی رخصت کر دیا تھا اب قری حکمت کا نظریہ عنوان دے کر تمام مسائل پیداوار پر بھروسہ لونی تو بعض

ہو گئی اور ساتھ سامراج کی جگہ اس خونی شرخ سامراج نے لے لی اور محنت کش طبقہ کو جانوروں کی طرح بلکے بے جان مشینیں بنی پڑھوں کی طرح استعمال کیا طاقت سے آزاد محنت اور فریاد کی اجازت نہیں۔
خدا اور خدا سب کا نام لینا اور ہمارے سامراج کے کاجبٹ ہونے کی علامت قرار دے کر ان لوگوں پر وہ مظالم قازمے گئے جن کو زمین و آسمان نے اس سے پہلے نہ دیکھا تھا نہ سنا۔

ایک خاندان کی جوان لڑکیوں کو جہاں اور جس کام میں لگانے کا حکم ملے گا اس کے خلاف کوئی حرف نہ پاں سے نکالنے کی اجازت نہیں۔ باپ کی ایک مشین کام نہ دیتا تھا ہے اور بیٹا کسی دوسری کا اور بیٹی کسی اور جگہ مزدوری کرنے پر مجبور ہے۔ جوان بیٹی کسی اور کارخانے میں خدمت پر مامور ہے۔ اس طرح ہمارا معاشرہ آزادی خمیر اور فریاد کرنے کی اجازت سے محروم اور شدید محنت کشی کے علاوہ حرام کاری کی ایسی اصفوں میں گرفتار ہو گیا کہ جنگل کے جانور بھی انہیں دیکھ کر شرمایاں۔ حلال حرام کی بحث، حید شرم کے پڑانے قصے خاندانی شرافت کا نشانہ، ماضی سب خواب و خیال ہو گئے اور جس نے آزادانہ چیزوں کا نام لیا وہ ”سامراج کا کاجبٹ“ کہلا کر گردن زدنی ہو گیا۔

کفر و شرک دنیا میں ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے مگر کفر کی تمام اقسام میں جتنا شرک اور وحشت ناک کفر اس نظریہ سوشلزم اور کمیونزم کا ہے اس کی نظیر نہیں رہتا ماضی میں بھی نہیں ملتی۔ عام طور پر تو کفار کا یہ طبقہ کسی نہ کسی صورت میں خدا کو مانا ہے، اس کی تعظیم کو سب سے مقدم جانتا ہے صرف ماضی بھر قندیمو و جرجوں کی ٹولی ہے جس نے خدا کا انکار کیا۔ مگر یہ جراثیم اس کو بھی نہ ہوئی جو ان جدید دہریوں کی سوشلسٹ اقوام نے کی کہ براہ راست خدا کی توجہ کی اور اس کے جنازے کے جلوس نکالے اور یہ فرستے لگائے کہ ہم نے اس ملک سے خدا کو نکال دیا ہے۔ (سورۃ ۱۰۱)

یہ کوئی کہانی نہیں ہے، اسلامی تاریخ میں اسلام کے سب سے بڑے گہوارے سرحد و عقد اور پورے دہریہ ترکستان کی مساجد و محلات۔ یہ پوجیدہاں کسی کو بولے اور بولے باجے آج ان شہروں میں اسلام کا مریخہ پڑھتا تھا بھی کوئی نہیں ملتا۔ جہاں سے علوم حدیث و قرآن کے قسطے پھولے تھے۔ اس ملک سے اپنا ایمان اور اپنی جان بچا کر ہجرت کرنے والوں کی بڑی تعداد آج بھی اسلامی ممالک میں کھیلی ہوئی ہے ان کے جہاں گدلا ملاحات کو سننے کے لئے بھی ہجر کا دل چاہئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن محنت کش عوام نے اپنی جانوں کی بازی لگا کر سرمایہ دارانہ نظام کو ختم کیا تھا، اب اس کی آگ کو کھلی تو اپنا کھانا ایک ایسے سامراج کے جنگل میں دھاوا پیڑا جہاں

نہ تر پہنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے

یہی سوشلزم اور کیونزم کا وہ جزو ہائے جو غریب مزدوروں اور محنت کش عوام کا دکھلا کر حق کا دین و ایمان اور آزادی تعمیر خودمختاری، مشرق و مغرب سب کچھ پہلے قدم پر ٹوٹ لیا جاتا ہے اس کے کفر عظیم اور انسانیت کے لئے فساد عظیم ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے؟

خلاصہ یہ ہے کہ مغربی سامراج ایک لعنت اور قہر الہی کا مظہر تھا تو یہ سرخ سامراج اس سے بدی لعنت اور پردہ کی انسانیت کے لئے خدا اب الہم ہے۔ یہ طاعونی سامراج تو دم توڑ چکا اور اپنی شمشیر اعمال کو ایسا یا میں بھگت رہا ہے اور امریکی سامراج جو اس کا وارث بن کر دنیا پر بھا گیا تھا اب اس کی باری آ رہی ہے لیکن مشاہدہ یہ ہو رہا ہے کہ جس جگہ سے ان گھو امریکی سامراج کا قدم چھپے بٹا ہے وہیں سوشلسٹ سرخ سامراج کا قدم بٹا رہا ہے اس وقت کے تمام اسلامی ممالک کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے تو آپ اس کی تصدیق ہو جائے گی تمام مصر، عراق، شامی، لبنان، الجزائر، سوڈان، لیبیا وغیرہ اس کے شاہد ہیں اور وہاں اسلام اور اسلامی شعائر اور خد و خدا رب کے نام لینے والے مسلمانوں پر جو کچھ یہودی سب و کوئی داخلی بھیجی بچر نہیں ہے۔

اس لئے آج ان گھو امریکی سامراج کے مقابلے پر جہاد کرنے والوں کے لئے پہلے قدم پر یہ سوچنا ہے کہ وہ کون ہیں اس مفید سامراج کو مار کر اس کی جگہ سرخ سامراج کی لعنت اور پردہ کی انسانیت کی جہی کو دعوت نہیں دے رہے۔ غور کریں تو واضح ہو جائے گا کہ مغربی سامراج کو مٹانے کے لئے ایک راستہ اسلام اور اسلامی نظام کا ہے اور دوسرا راستہ سوشلزم اور کیونزم کا ہے دونوں راستے ایک دوسرے سے مختلف سمتوں کو جاتے ہیں۔ ان کے طریقے الگ الگ اور مہیا الگ الگ ہیں۔

سوشلزم کا راستہ

اس نظریہ کی بنیاد تو خد و خدا اور خدا رب سے بیگانہ اور خالص مادہ پرستانہ نظریہ پر ہے۔ اس میں انفرادی ملکیت پر مہ اور جزو میں جاننا اور یا کسی سرمایہ کار کا مالک ہونے سے اس لئے وہ سرمایہ دار کا دشمن صرف مزدور کا طرف دار ہے مگر اس نظریہ کے پرستار جب اسلامی حکوں میں گھستے ہیں تو اپنے اس نظریہ اور عقیدہ کو ظاہر نہیں کرتے۔ اپنے مقاصد کو کبھی اسلامی مساوات کبھی اسلامی سوشلزم کا جام دے کر پھیلاتے ہیں۔

ان کے عقیدہ میں چونکہ انفرادی ملکیت ہی جرم اور سرمایہ دار مفسد و مجرم ہے وہ مزدوروں کو سرمایہ داروں کے خلاف متحمل کرتے ہیں اور پہلے قدم میں مزدوروں اور سرمایہ داروں میں طبعی جنگ اور

من فرست پیدا کرتے ہیں اور غریب عوام اور محنت کش مزدوروں کو جن کی بھاری اکثریت یہی
مؤمن، مسلمان ہوتی ہے وہی اور دین کے مسکوں میں ایسا الجھا دیتے ہیں کہ وہ حلال و حرام اور
خدا و آخرت کے خوف سے پرگاہت ہو کر رہ جائیں۔

پھر ان کو خونی انقلاب کے لئے آمادہ کیا جاتا ہے اور یہ بڑا باغ دکھایا جاتا ہے کہ آتش زنی، قتل
و مارت کر کے اور یہ ان تمام عموں کا رخنہ توں اور سبوں اور تمام وسائل پیدا اور پر چا دیا اور
تا صہبت جتنے کر لوگوں تمہیں اس کے مالک ہو اور جو تمہارے راستے میں مائل ہو اس کو سہرا ج کا لکنت
اور جاسوس، جھگڑو، مارا اور دباؤ سب یہ سب یہ کچھ غریب عوام اور مزدوروں کی طاقت سے ہو سکتا ہے
تو نتیجہ وہ ہوتا ہے۔ جو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ تمام وسائل پیدا کر دے سرمایہ پر ایک ٹھکانے والی قابض
ہو جاتی ہے اور غریب عوام اور مزدوروں کی حیثیت جانوروں کی بھی نہیں رہتی بلکہ یہ جان مشین کل
پزدوں کی کی ہو جاتی ہے اور اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کر سکتے۔

یہ مزدور سرمایہ دار کی طبقاتی منافرت اور باہمی جنگ اسلام کے بنیادی اصول کے منافی ہے۔
اسلام کا قانون مزدور اور آخر دونوں کی جان و مال کی حفاظت کا ضامن ہے۔ جس شخص نے جائز
طریقوں سے کوئی دولت حاصل کی ہے اس کے چھین لینے کا کبھی کوئی نہیں دجا اور جائز طریقوں کی
کافی ٹھکانہ سرمایہ دار کی جو مزدور کی دونوں کو تاجائز کاٹنے والی قرار دیتا ہے۔

اسلام کی نظر میں مزدور اور سرمایہ داروں ایک ہی برادری کے افراد ہیں۔ کوئی شخص مال کے دین سے
نہ مزدور نہ سرمایہ دار یا اپنے اپنے عمل اور کوشش کے تشک و باغ ہیں جو بدل بھی سکتے ہیں اور ذات
ان بدلتے رہتے ہیں۔ کیا آپ کی نظر میں یہ واقعات نہیں کہ تنگدوں مزدور سرمایہ دار بن گئے اور
مطربی سرمایہ داران نظام جو سرمایہ دار پرستی ہے اس کے عمل میں منافرت اور جنگ اس طرح پیدا
ہوئی کہ اس نظام نے مزدوروں محنت کشوں کے لئے دولت مند ہونے کے راستے بند کر دیے۔ دولت
سمت کر محمد واد و محمد واد و محمد واد ہو گئی۔

ان کی جڑی جڑی تھاروں اور صنعتوں نے چھوٹی تھاروں اور صنعتوں کے لئے کوئی راستہ
نہ چھوڑا سب باقی دیا ان کی فوکر کی یا مزدوری کرنے کے بغیر اپنی ضروریات زندگی سے محروم
ہو گئی اور وہ بھی ان کی من مانی کم سے کم مزدوری اور ٹکڑوں پر جو مزدور کی ضروریات زندگی کے
لئے قطعاً کافی نہیں۔

اس کے ساتھ ان کی عزت، نفس کو بری طرح متروک کیا گیا۔ ان کو حقیر و ذلیل سمجھا گیا۔ یہ سب مغربی سامراج اور سرمایہ دارانہ نظام کی لائی ہوئی آفتیں تھیں۔ سوئل لیم پمپھوئی نے ارکٹرا ہاک و حردوں کو اس عظیم ختم سے نجات دلانے کا امیر و غریب میں مساوات پر یہ کہنے کا حردوں اور غریبوں کی اپنی حکومت ہوگی لیکن اشتراکی ملکوں کے مشاہدہ نے بتایا کہ یہ سب غریب ہی ملے رہا تھا اس نظریہ نے حردوں کو کھینچ دیا۔ اس کا دوسرا حصہ ان میں مساوات لپکا اور آزادی ضمیر بھی۔

206/207

اسلام اور قرآن کی نظر میں انسانوں کی تقسیم اگر ہے تو صرف اللہ کے ماننے والوں کے ماننے والوں کے لیے ہے۔
 کفر و ایمان پر ہے۔ اور شاد و باقی ہے:

عَلَفْتُمْ فَبِئْسَ الْكَاذِبُ ' وَمِنْكُمْ مَوْرِدٌ '۔
 "میں تم سب کو پھونکا رہا ہوں اور تم میں سے بعض کافر ہیں، بعض مومن۔"

اسی طرح اسلام کی نظر میں کل انسان دو پادشاهوں میں منقسم ہیں۔ ایک کا نام قرآن مجسم میں حزب اللہ اور دوسری کا نام حزب الشیطان ہے۔ طبقہ دہری اور ملّا کاٹنی یا قباغلی میں کوئی موثر تقسیم نہیں اسلام ایک عادلانہ اور یکساں اور امن عالم کا واحد ذریعہ ہے اس میں حدود کی پابندی اور حقوق انسانیت کی برہم حال میں حمایت کی جاتی ہے۔ اسلام ہی کا نظام ہے جو صحن میدان جنگ میں بھی اپنے مقابل دشمنوں کے حقوق رکھتا ہے جن کی خلاف ورزی جرم ہے۔ اسلام جو کچھ کہتا ہے وہ کر کے دکھاتا ہے۔ جو حدود کرنا اور پورا کرتا ہے اس میں کبھی دھوکہ فریب کی کوئی گنجائش نہیں اس میں دشمنوں کے ساتھ بھی عدل و انصاف لازم ہے۔ دہدہ دہری جرم ہے۔ جو حدود و ضوابط کے خلاف کسی خاص زبان بھڑک کر دانتیں رکھتا۔ ہاں اس خاتم کا اتھرو نہ کتا ہے۔ مظلوم کی آواز کر کے اس کا حق دلاتا ہے۔ فریب و امیر و عروہ اور دولت مند کے جھگڑائی فرق کی لٹی کرتا ہے۔ سب کو ایک اسلامی برادری کا اسلامی فرد بنا دیتا ہے۔ مسلمان ہی حیثیت بھی دیتا ہے اس جہل کی کچھ تحصیل ہے :

۱۔ اسلامی نظام میں بنیادی چیز یہ ہے کہ وہ نسلی، لہجی، علاقائی، اہلیتی تقسیموں کا قائل نہیں۔ اس کا اصول العنصرون الحقوا کا ہے، یعنی مسلمان، مسلمان سب بھائی ہیں۔ کوئی باغیر ہو یا غریب و حورو اور نوکر ہو یا مالدار اور آقا عزت سب کی برابر ہے، حقوق سب کے برابر ہیں بلکہ غریب اور حورو اگر زیادہ نیک و دینی ہوں تو اسلامی فکر میں وہ مالدار سے زیادہ عزت والا ہے۔

قرآن کا ارشاد ہے :

اِنَّ اَكْثَرَ نَاسٍ لِّمَنَ اَعَدَّ اللّٰهُ اَلْاٰفَاقَیْمَ

اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ اس نے بال بال جیٹی گواہ عزت بخشی ہے جو عرب و عجم کے بڑے بڑے بادشاہوں کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ رسول کریم ﷺ کا فرمان یہ ہے :

اِھْوِ اَھْلَکُمْ عَوَّلَکُمْ یَعْلَمُھُمُ اللّٰہُ تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْہُ تَحْتَ
یَدِیْہِ فَلْیَطْعِیْہُ مِنْ طَعَامِہِ وَلْیَلْبَسْہُ مِنْ لِّبَاسِہِ وَلَا یُکَلِّفْہُ مَا یَغْلِبُہُ
فَاِنْ کُلُّفَہُ فَا یَغْلِبْہُ فَلْیُغْلِبْہُ

”تمہارے بھائی تمہارے خادم ہیں، اللہ نے ان کا تمہارا دستہ کر دیا ہے جیسا کہ تمہاری اس کو بھائی اس کا زبردست ہودہ اپنے کھانے میں سے اس کو کھلائے اور اپنے لباس میں سے اس کو پہنائے اور اسے کسی ایسے کام پر مامور نہ کرے جو اس کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر ایسا کوئی کام ہے تو اس کی مدد کرے۔“

اس میں یہ بات خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ یہاں موقع بظاہر اس کا تھا کہ خو لکم اھو ا لکم کیا جاتا کیونکہ مقصود اس ارشاد کا حرد و دہوں اور نو کروں کو بھائی قرار دینا ہے مگر آخرت میں نے اھو ا لکم کو مقدم کر کے بتا دیا کہ تمہارے بھائی پہلے ہیں اور نو کروں یا حرد و دہوں میں۔

پاکستان میں اسلامی نظام کا معالطہ

افسوس ہے کہ مسلک پاکستان جو اسلام کے نام پر وجود میں آئی اور اس کے تھکرائیوں سے آج تک اس میں اسلامی نظام رائج کرنے کے کدوے کرتے چلے آئے ہیں مگر اصل میں وہ سرمایہ دارانہ نظام رائج رکھا جیسا کہ ہم پر مسلط کر کے چھوڑ گیا تھا جس کا اثر یہ تھا کہ عوام پر یہ ہونے لگا کہ ملک کے عوام جس اقتصادی بحران کا شکار ہیں یہ شاید اسلامی نظام ہی کے نتائج ہیں۔ سوشلسٹ طبقات کو موقع مل گیا، انہوں نے حرد و دہوں اور غریب عوام کی تہذیب اسلام سے چھین کر اپنے ٹھکانہ اصول کی طرف کھینچنے کی کوشش شروع کر دی اور حرد و دہوں سرمایہ دار کی طبقہ کی جنگ کا میدان گرم کر دیا اور ان کو یہ فریب دیا کہ تمہاری اقتصادی مشکلات کا حل صرف سوشلزم میں ہے۔

اس وقت طوائف امت کا کام یہ ہے کہ ہر ملک، فکر کے علماء یا منتہا کے کدوے کی طرف متوجہ ہوں۔ ملک کے غریب عوام اور حرد و دہوں کی کٹھن کش مسلمان جو اسلام کے نام پر جان دینے والے ہیں۔

ان کو شمس گردوں کے گروہ کن پر یونیکٹڈ کا شکارتہ ہونے دیں ان کو اسلامی تحہ مکی ان تعلیمات سے آگاہ کریں جن میں ان کی تمام مشکلات کا صحیح اور چارہ معائنہ حل موجود ہے۔ خلافت

۱۔ ملک میں اسلامی نظام رائج ہوا تو وہ تمام ہمارے ٹکس بند کر دیے جائیں گے جن کے ذریعہ ملک کی دولت مست کر ایک محدود دائرے میں محصور ہو جائے اور عام خلق اللہ فلاں ملک ذاتی کی شکارتہ یعنی سود و منافع و شوریس۔ جن میں وہی بزار و پیہ کا مالک ملک کے واسطے سے انکھوں وہ پے کا کارہ پار کرتا ہے اور نفع میں سے چند کچے ملک کو اور ملک کے ذریعہ تمام کو سے کہ باقی سب منافع کلا ملک خود رہتا ہے اور اس طرح ملک کی دولت مست کر ایک عظیم ملک متبع ہوتی پہلی جاتی ہے۔

۲۔ عہدہ دینی تجارت میں لائسنس پر مست کا مروجہ طریقہ کو بڑے سرمایہ داروں کو سیاسی رجحان کے طور پر بڑے بڑے لائسنس دے کر صنعت و تجارت کے مرکزوں پر ان کی اجارہ داری قائم کر دی جاتی ہے ہتھار کے نرخ اور اشیاء ضرورت کی قیمتیں ان کے قبضہ میں آ جاتی ہیں جس سے ایک طرف پورے ملک میں کرنی بڑھتی ہے دوسری طرف چھوٹے سرمایہ داروں کے لئے صنعت و تجارت کے میدان میں آنے کا راستہ بند ہو جاتا ہے کیونکہ صنعت و تجارت کے مرکزوں پر قابض بڑے بڑے سرمایہ داروں کی چھوٹی صنعت و تجارت کو بڑھنے جگہ چلنے نہیں دیتے۔ جب اسلامی نظام کے تحت یہ طریقہ ختم ہوگا تو مزدور و محنت کش صرف مزدوری کرنے اور سرمایہ داروں کی من مانی ماننے پر مجبور نہیں ہوں گے ان کی مرضی کے مطابق محنت کا صلہ ملے گا اور وہ صنعت و تجارت کے مالک بھی بن سکیں گے۔

۳۔ اسلامی تحہ میں کسی کو یہ حق نہیں دیا جائے گا کہ وہ ملکہ مزدور کو اپنی محنت و ضرورت سے کم ٹخنوہ پر کام کرنے کے لئے ملکہ مجبور کر دے لہذا جب چھوٹی تجارتوں اور صنعتوں کا رواج ہوگا تو یہ مجبور کرنے کی صورتیں خود خود ختم ہو جائیں گی اور اگر پھر بھی کوئی فرد یا جماعت مزدوروں پر ایسا ظلم کرے تو اسلامی حکومت اس کو مزدور کا پورا حق دلانے پر مجبور کرے گی۔

۴۔ اسلامی نظام میں چونکہ مزدور اور دولت مند ایک ہی برادری کے افراد ہیں تو ایک طرف مزدور کا یہ احساس کمتری ختم ہوگا کہ وہ مالکان صنعت و تجارت سے کوئی کم حیثیت رکھتا ہے۔ دوسری طرف دولت مندوں کا معاملہ ان کے ساتھ مشفقانہ اور بردبار ہوگا۔ جس سے مزدور و سرمایہ دار کی جگہ کن کشمکش ختم ہوگی۔

۵۔ موجودہ سرمایہ دار ہیں، زمیندار ہیں، جاگیردار ہیں کی تحقیق کی جائے گی۔ ان میں جو کچھ ناجائز طریقوں سے حاصل کیا گیا ہے اس کو واپس لے کر عتقاروں کو دلویا جائے گا۔ جائیدادوں میں اگر شرعی قانون ہیراث جاری کر کے تقسیم نہیں کی جاتی تو ان کو شرعی اصول کے مطابق تقسیم کر کے عتقاروں کو دلویا جائے گا۔ اس طرح فوری طور پر بھی بڑی دشمنیں دور جائیدادیں تقسیم ہو کر فرد واحد کی اہل و عیال سے ٹکڑے جائیں گی۔ ہر اس شخص کے لئے اس کا راستہ نظر ہو گا۔

۶۔ اسلام کا نظام کو قبا کا قاعدہ جاری کیا جائے گا۔ جو نہ خود پر نہیں بلکہ ساری قوم پر چلے گا۔ اس عمل پر ہے جس کا نامی نتیجہ یہ ہو گا کوئی شخص نہ اپنے سرمایہ کو بڑھ کر کے نہیں، کٹے گا ورنہ سالانہ کو قبا کا قاعدہ میں اس کا نسخہ کر دے گی اس لئے ہر سال اپنے مالی کو کسی تہادت صنعت پر لگانے کے لئے مجبور ہو گا اور دولت گراؤں میں آ کر پورے ملک کو نقصان پہنچائے گی۔ (مذہب و معاشی احکام)

نظام اسلام یہ ہے کہ مغربی سامران اور سرمایہ داران نظام کا مخالف اسلام بھی ہے اور سوشلزم بھی مگر دونوں کی داییں بائیں الگ الگ ہیں۔ اسلام کا راستہ عادلانہ یکساں ہے اور صرف ہے اس کے بالمتعلق سوشلزم کا راستہ فساد کی لہر کا ہے جس کے نتیجہ میں غریب مزدور اور محنت کش طبقہ پہلے سے زیادہ مصائب کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنے دین و دنیا کو برباد کر دیتی ہے۔

سوشلسٹوں کے ساتھ مل کر اسلامی نظام کا خواب

ہمارے بعض لیڈر جو اس وقت سوشلسٹ منہ صر کے ساتھ اپنے اشتراک عمل کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ ہم ان کی صفوں میں داخل ہو کر سوشلزم کے کافران عتقار و محال سے دو کیم کے طور پر خاص اسلامی نظام قائم کریں گے۔ ان کا یہ کہنا کسی وجہ سے قابل غور ہوتا اگر وہ سامران کی مخالفت میں ان عناصر کو اسلام کی راہ پر چلانے کی قدرت رکھتے۔ مزدور اور سرمایہ داری کی تکمیل جو خاص سوشلسٹ نظریہ کا نتیجہ تہاں کو اس سے بڑھ کر اسلام کے عادلانہ نظام کا مجموعہ ہے۔

مگر یہ یہ ہے کہ وہ خود مزدور اور سرمایہ دار کی جنگ کی کمان کرنے لگے۔ سوشلزم کے کافران عقیدہ والے اگر ایسا کریں تو وہ ان کے اصول کا ضیا ہے کیونکہ وہ انفرادی ملکیت کے قائل نہیں۔ اس لئے ان کے خیال میں ہر سرمایہ دار محرم ہے اس کمال ان کے لئے مباح ہے جس طرح چاہیں دولت لیں۔ مگر

اسلامی نظریہ رکھنے والے خدا جانے کس تاریل سے اس کو ایسا فیصلہ دے دیتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ میدان سیاست میں ان کے نظریے ان کے خیالات ان کا طریق کار سب سہولت و جہالت کے میں مطابق ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام اشتراکی پریس ان کے ہر جگہ سے یہ لگا ہوا ہے اور ان لوگوں کو اپنے اشتراکی کاروبار میں اپنا بڑا حصہ ان کو دیتا ہے۔ جس کے احکامات بھی ان کے اسد و دوس کی طرف سے آتے رہتے ہیں اور وہی اشتراکی انصر اپنے اشتراکی نظریات کے ساتھ ہر جگہ ان حضرات کے گرد و پیش نظر آتے ہیں۔

ان حالات میں ان کو اسلامی حکام کے دعوے میں کتنا ہی نیک نیت سمجھ لیا جائے مگر حاکم کو کسی کی نیت کے تابع نہیں ہوتے سنی دلیل کے تابع ہوتے ہیں۔ کعبہ اور حرم کا مسافر کسی پینٹنگ جسٹس کو جانے والے جہاز میں کتنی سی نیک نیتی سے سوار ہو کر وہ ہر حال کعبہ کے بجائے جہنم پہنچے گا۔

کاش یہ حضرات اس حقیقت کو اس وقت سے پہلے سمجھ لیں جبکہ دشمن خدا دشمن مذہب اپنا قدم جما چکے ہو گئے اور یہ حضرات خود بھی اسلام پر حکام اسلام کا نام لینے کی پاداش میں سامراج کے جاسوس اور ایجنٹ کہلا لیں اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ وہ بھی ان بلاؤں میں مبتلا ہوں جن کا مشاہدہ وہی ترکستان اور دوسرے اشتراکی ممالک میں ہو چکا ہے اور ہوتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

(بشکریہ "ابلاغ" کراچی)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
ملتی اعظم پاکستان، مسند دار العلوم، کراچی

میری علمی و مطالعاتی زندگی

کر فرمائیے محترم : السلام وعلیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

آپ نے مجھ کا رواد کی علمی زندگی کے بارہ میں بہک سوالات کئے ہیں۔ میں علم و عمل سے
تمہی دامن اس کا جواب کیا ہوں۔ یہ خود ایک مسئلہ بنا ہوا تھا جس کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی۔
آپ نے مولوی محمد تقی سہروردی کو مسئلہ فرمایا جو جواب کے لئے یاد دہانی کے ساتھ تاکید بھی کرتے رہے
آج مجبور ہو کر یہ طور لکھ رہا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی علمی اور علمی زندگی کے جس باب اور جس پہلو پر نظر ڈالتا ہوں سب
کتابیں اور لغزشوں اور غفلتوں سے لبرح نظر آتے ہیں ان حالات میں میں دوسروں کو کیا بتاؤں کہ
اللہ تعالیٰ کے انعامات اس کا رواد ہے حدود بے شمار ہونے ان میں سب سے بڑا «حسن» یہ کہ اس نے
ایک ایسے گھرانے میں پیدا کر دیا جو اسلام و ایمان اور اس کے ساتھ وحدانیت میں معروف تھا جب سے
ہوش سنبھلا دین کی باتیں ہزاروں کی دکاتیں کان میں پڑتی رہیں۔ اس کے بعد سب سے بڑا «حسن»
یہ ہے کہ اس نے ایک ایسی جگہ پیدا فرمادیا جو علم و دین کے اعتبار سے پورے ملک میں جگہ شایہ پوری
دنیا میں ایک امتیازی مقام رکھتا تھا یعنی دین و دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ و اہل بیت علیہم السلام
کو جمع فرمادیا تھا جو علم کے ساتھ عمل اور تحقیق کے ساتھ استدلال اور بلند نظری۔ کتب خانے جسے جلد امجد
اسی دارالعلوم میں علمی و علمی تربیت پا کر اس کے بعد دین کی حیثیت میں تھے۔

قدوت نے اس سوال کی زحمت ہی سے پیدا کیا کہ بچے کو تعلیم کے لئے کہاں بھیجیں۔ جب تک
پڑھنے کے قابل نہ تھا اس وقت بھی دارالعلوم کا گھر میرے کھینچنے کی جگہ تھی۔ ہر طرف علم و اسلام ہی پر نظر
پڑتی تھی، کوئی بھی بات کان میں پڑتی تو انہی ہزاروں کی۔

۱۳۱۲ھ میں جبکہ عمر کا ساتویں سال تھا ہا قاعدہ تعلیم شروع ہوئی اور ۱۳۱۳ھ تک اسی
گہوارہ علم و عمل میں رہنے کی توفیق ملی۔ میری علمی و علمی زندگی کے کسی گوشہ میں کوئی خیر کا پہلو ہے

تو وہ سب جن بزرگوں کا فیض نظر ہے میرا بچا کچھ نہیں عام مسئلوں پر طلباء کو دیکھنے کو مفید باتیں اور کھٹات حکمت انہی بزرگوں سے سنے سنا ہے ہیں جن کو اپنے لئے بھی سرمایہ سعادت سمجھتا ہوں اور دوسرے اہل علم و ستوں کو بھی جن کا پہنچانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں اس کی معافی چاہتا ہوں کہ آپ کے سوالات کی ترتیب پر اس کے جوابات نہیں مگر امید ہے کہ مقررہ سوالات پر نظر کی جائے تو اس میں ان کے کہنی جواب ملیں گے۔

سوالنامہ

- ۱۔ آپ کو علمی زندگی میں کن کتابوں اور مصنفین نے سہاڑ کیا اور آپ کی محسن کتابوں نے آپ پر کیا نفوذ چھوڑا ہے؟
- ۲۔ انکی کتابوں اور مصنفین کی خصوصیات۔
- ۳۔ کن شخصیات اور چراغ سے آپ کو شرف رہا۔ موجودہ محنت میں کون سے چراغ آپ کے معیار پر سے اترتے ہیں؟
- ۴۔ آپ نے تعلیمی زندگی میں کن اساتذہ اور دو سنگاہوں سے خاص اثرات لئے، ایسے اساتذہ اور دو سنگاہوں کے اقتدار ووصف جن سے طالباء کی تعمیر و تربیت میں مدد ملی۔
- ۵۔ اس وقت علم اسلام کو جن حد پر مساکل اور حوادث و تواریخ کا سامنا ہے اس کے لئے قدیم و معاصر اہل علم میں سے کن حضرات کی تصانیف کا رازد اور مفید ثابت ہو سکتی ہیں؟
- ۶۔ علمی، فکری اور دینی محاذوں پر کئی نکتے تحریری، الہادی اور تجدد ڈی رنگ میں (مثلاً افکار جدید، عقلیت، مابعدیت، مجتہد و مفسریت، نگاہ یا نیت اور ماؤنڈرزم) معروف ہیں، ان کی حبیہ و علمی احتساب میں کون سی کتابیں حق کے حلقائی نور جان زمین کی رہنمائی کر سکتی ہیں؟
- ۷۔ موجودہ سائنسی اور معاشی مسائل میں کون سی کتابیں اسلام کی صحیح ترویج کرتی ہیں؟
- ۸۔ مدرک عربیہ کے موجودہ نصاب اور نظام میں دو کوئی تبدیلیاں ہیں جو اسے موثر اور مفید تر بنا سکتی ہیں؟

امید ہے اپنے مفید خطبات سے غور و خیر نہیں کیا جائے گا۔

مطالعہ کتاب

اصل یہ ہے کہ فہم کا معنی حقیقت فہم ہی ہو سکتا ہے کوئی کتاب غلو معنی نہیں ہوتی بہت تعلیم تعلیم میں صحیح ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے اصول کی بات یہ ہے کہ جس علم و فن کو حاصل کرنا مقصود ہو اس کا ماہر محقق استاد طاقی کیا جائے اور جب وہ مل جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت سمجھ کر اس سے اس کتاب علم میں مشغول ہو کسی کتاب کا مطالعہ بھی کیا جائے تو اسی معنی کی تجویز ہے۔ تاکہ وہ اس کی استعداد اور ضرورت پر نظر کر کے اس کے لئے مطالعہ کی کتابیں تجویز کرے۔ غور و فہم سے مختلف کتابوں کا مطالعہ وقت اور محنت بہت لے گا۔ تاہم استاد نہیں ہوگا آنکھ بند کر کے عربیہ میں استاد کا انتخاب طالب علم خود نہیں کر سکتا تو طالب علم کم از کم یہی کرے کہ ایسے مدرسے کا انتخاب کرے جہاں وہ کتابیں جو اسکو پڑھنا ہیں ان کے ماہر استاد کے سپرد ہوں۔ پھر جس استاد کو اپنے مطلوب فن میں زیادہ ماہر سمجھے اس سے استفادہ کا سلسلہ قائم کرے تو لائق ستائش اس کے پاس ہو یا نہ ہو۔

اس زمانہ میں تصنیف ہائے کتابوں کی اشد قلت آتی عام ہے کہ اساطیر و شواہد ہے، برہان و باطل تصنیف میں لکھ چکے ہیں۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو قرآن و سنت میں تحریف کرتے ہیں اور بعد میں دیکھ بھی ہیں اس لئے اس زمانے میں کتابوں کے مطالعہ کے لئے مناسب صورت یہ ہے کہ عام کسی علم سے اپنے مناسب محل کتابیں مطالعہ کی تجویز کر انہیں اور طلباء اپنے استاد سے ملے اور جہاں مطالعہ میں کوئی اشکال پیش آئے اس کو اپنی رائے سے طے نہ کریں، بلکہ عام طلبہ سے اور طلباء استاد سے تحقیق کر کے مدفع کریں۔ اگر یہ طریق اختیار نہ کیا گیا تو پھر کتابیں دیکھنے بڑی محنت کرنے کے بعد کچھ ملتا ہے کچھ ملتی نہیں۔

جس کتاب کا مطالعہ کرنا ہو پہلے اس کے مصنف کا حال معلوم کیجئے کہ جس موضوع پر یہ کتاب ہے اس فن میں مصنف کی مہارت کس حد تک ہے۔ اگر مصنف ہی کی مہارت فن کی تحقیق نہ ہو تو اپنے وقت اور محنت کو اس کے پیچھے ضائع نہ کریں اور اگر کتاب دنیا سے حقائق ہے تو مصنف کے علمی مقام کے ساتھ اس کی علمی اور اخلاقی زندگی کی بھی تحقیق مناسب ہے کیونکہ تجربہ شایع ہے کہ علوم، دین میں بے عمل آدمی کی تصنیف اور کلام میں وہ اثر نہیں دیتا جو علمی مقام کی تصانیف میں ہے۔

۴۔ عام مسلمان جو دین کا کافی علم نہ رکھتے ہوں، اور فرقِ باطلہ کی کتابیں اور لٹریچر میں اور بے دین لوگوں کے مضامین پر گزرتا دیکھیں کہ جس طرح بے دینوں کی بجاہست اور صحبت پر اثر آتی ہے اسی طرح ان کا کام اور تصنیف بھی بلکہ بعض اوقات اس کا اثر صحبت و بجاہست سے زیادہ مضربوتا ہے۔

۵۔ اہل علم میں بھی صرف وہ حضرات علم میں اور فرقِ باطلہ کی کتابوں کا مطالعہ کریں جن کو باہرِ اسلام کی صحبت سے علم میں دوسرا حاصل ہو چکا ہے اور وہ اپنے وسائل کے اعتبار سے دفاعِ امنِ اسلام کی خدمت انجام دینے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں۔ مثلاً قزاقی تقریر اس وجہ سے ہو کہ حق بات کو اقلیتین انداز میں فرقی بخلاف کے تعلیمات پر موقوف کر کے بیان کر سکیں جو لوگ پادری، استبداد نہیں رکھتے ان کو ایسے لوگوں سے سہارا نہیں چاہیو، فضول اپناہت اور محنت ان کتابوں کے مطالعہ میں صرف کر سکی جائے ان کتابوں کا مطالعہ کریں جو اپنے لئے اصلاحِ نفس کا اور دوسرے مسلمانوں کو بھی ان کی تعلیم تکلیف مفید ہو۔

۱۱۔ اے کار فرمایا کرتے تھے کہ درسِ نگاہی سے فراغت کا حاصل آتا ہے کہ اس کے فاضل میں مطالعہ کی ایسی استعداد پیدا ہو گئی ہے کہ استاد کی مدد کے بغیر بھی مطالعہ کر کے استفادہ کیج کر سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ ضرورت کے سب علوم اور سب معلومات درسِ نگاہی میں پورے حاصل ہو چکے یہ ایک ایسی بات ہے جو اکثر درسِ نگاہی کے فارغ التحصیل لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس لئے ایک عالم کی مثال ان مثالِ خدمت میں کامیاب نہیں ہوتے۔ ایسے علوم میں خصوصیت سے تاریخ، جغرافیہ اور تصوف ہے جو درسِ نگاہی میں دوسرا نہیں چڑھائے جاتے لیکن درسِ نگاہی کی کج استعداد پیدا کر لینے والا ان کو مطالعہ کر کے اسی طرح کچھ سکتا ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ درس سے فارغ التحصیل حضرات ان فنون کا مطالعہ اہتمام سے کریں خصوصاً تصوف یعنی اصلاحِ نفس سے متعلق کتابوں کے مطالعہ کو دوسرے زندگی دائرے میں جس کے بغیر علمِ دین کا مقصد حاصل ہوتا ہے نہ تعلیم تکلیف میں برکت پیدا ہوتی ہے۔

اس معاملہ میں امام غزالی کی کتابیں موصوف اور بالخصوص دایۃ الہتدی، تعلیمِ دین، اقامۃ العلوم اور اسرارِ علوم کی جلد راجع، مدارسِ اہلِ قیام کی کتاب الجواب الکافی عن الہدایۃ الی حقہ میں میں سے رسالہ قشیرہ اور فوائد لطائف وغیرہ اور آخری دور میں تحفۃ المستعد، سیدی حضرت مولانا شرف علی قحطانی کی تصانیف تعلیمِ اہلِ دین، باشراف مقصدِ اسبیل، اناسی الاقول وغیرہ اور آپ کے مکتوب و مواہک و ملحوظات اس معاملہ میں کثیرا بہت ہوئے ہیں۔

رہا معاملہ موجودہ نصابِ مدارس میں اصلاح و ترمیم کا تو اس کے لئے مافوقِ ادبی راجوں کی اشاعت شایع مفید نہ ہو۔ یہ کام مدارس عربیہ کے ذمہ داروں کے اشتراک اور باہمی محبت و تہجد کے بعد ہی کوئی مفید صورت اختیار کر سکتا جس سے مدارس عربیہ کے نصاب میں ہم آہنگی اور اشتراک باقی رہے۔

آپ کے سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ ”آپ نے قطعی زندگی میں کن اساتذہ اور درسگاہوں سے خاص اثرات لئے مایسے اساتذہ اور درسگاہوں کے امتیازی اوصاف“۔ اس میں جہاں تک درسگاہوں کا تعلق ہے وہ اوپر عرض کر چکا ہوں کہ صرف ایک درسگاہ دارالعلوم دیوبند میں بچپن سے بچپن ۵۵ تک عمر گزاری ہے۔ اس کی خصوصیات محتاجِ بیان نہیں۔ ہندوستان اور پاکستان میں ہر وہ دینی ممالک میں بھی ایسی علمی ساکھ پیشِ مسلم رہی اور جس چیز نے اس کو دنیا کی دوسری درسگاہوں سے ممتاز کیا وہ علم کے ساتھ عمل کی جامعیت ہے۔ میرے والد ماجد مولانا محمد نعیم صاحب فرماتے ہیں، ”کہ ہم نے دارالعلوم کا وہ زمانہ دیکھا جب کہ اس کے ختم کار و صدور و مدراء و اساتذہ سے لے کر ایک چھوٹی اور دربان تک سب اولیاءِ دانش تھے۔ دارالعلوم دیوبند بحال اللہ اور قال الرسول کی صداؤں سے گونجا تھا رات کو جبکہ جبکہ تہجد میں تلاوت قرآن ہو کر اقامت کی دھواں صدائیں سنائی دیتی تھیں اور اساتذہ جن کے سارے ”ذوالنئے“ لب تک قرآن کی دولت حق تعالیٰ نے اس کا کارہ کو نصیب فرمائی ان کے امتیازی اوصاف بیان کرنا تو اس کا کارہ کے بس کی بات نہیں۔ قلم جب یہاں پہنچتا ہے تو ایک طرف محبت کا دایمہ قلم کے انوکھوہ بخود تیز کرنا چاہتا ہے۔“

ایں زماناں جانِ دانم را تافت ست

بوائے کجایاں بوج سفت یافت ست

دوسری طرف ان بزرگوں کی عظمتِ دین کے کلمات علمی و عملی کی دعوت سے اپنے دامنِ فکر و فکر کو نگہ پاتا ہوں خصوصاً اس وقت جب کہ میرے سب تو فی جواب دے چکے ہیں۔ مگر کے آخری ایام لیت بیٹھ کر گزار رہا ہوں۔

ذرا غور تو کیجئے کہ ان حالات میں اپنے اساتذہ شیخ العرب والعجم استاد حضور مولانا محمود الحسن شیخ الہند نور اللہ مرقداً رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری اور عادل باخدا حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن، عالم دینی حضرت مولانا سید امجد حسین مہاں صاحب شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور دوسرے طبقہ میں حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب، حضرت مولانا رسول خاں صاحب جیسے اساطین امتِ ہزارگوں کے امتیاز و صاف پر ظہور خفا کی سند کو تیراکی کے واسطے پار کرنے کی مثال سے کیا تم ہوگی۔ اس وقت تو جس اتحاشی کہہ سکتا ہوں کہ

آفتاب آہ و بیل آفتاب

اور یہ کہ

قلائے مر دہاں ایک ناک ہم
ہر چشم خاطر از شام و دم

اور یہ کہ

ہر م چشم خود کہ بھال تو دیدہ است
ظہم پائے خو و کہ نکوت رسیدہ است

اللہ تعالیٰ ان ہزارگوں کی سعادتِ آخرت میں غیب فرمادیں۔

وما ظنک علی اللہ عزیز .



حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

۱۴۱۱ھ

نابالغ لڑکی کا نکاح اور سوء اختیار کا مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ! اندر میں مسئلہ یہ کہ کسی زید باقی طور پر قتل کے کس میں مامور ہو گیا جس میں چارہ آتی کا قتل تھے۔ کسی زید باقی تھا کہ جس کے دوران طرہوں کے وارہ، مقتول کے وارثوں کے ساتھ صلح تجویزیں کرتے رہے۔ کیونکہ شہادتیں مضبوط تھیں اور سزا کا خطرہ غالب تھا۔ بالآخر طے یہ ہوا کہ قاتلین کے وارث و ہمین لڑکیوں کے رشتے اور چارہ بڑا رہا ہے وہیں مامور مقتول کے وارث پیش کی عدالت میں اپنے گواہین بخا دیں گے۔ چنانچہ وہ یہی حالت رکھ دیا گیا اور ہمین شیر خوار لڑکیوں کے عقد کر دیے گئے۔ کسی زید کی لڑکی کا عقد اس جتنی جس سال آدمی سے ہو کہ مقتول کا بھائی اور بھائی خراج آدمی تھا تو یہ کی اجازت سے کر دیا گیا۔

بعد میں مقتول کے ورثاء نے پیش میں چاہی ذات کر کا دی وہی جس سے چارہ بچوں کو حکم ہوا نے موت سنایا گیا ہے۔ چارہ بڑا رہا ہے تو حالت نے مقتول کے ورثاء کو دینے سے انکار کر دیا کہ تم نے اس کو کیا ہے بلکہ تم اس کے عقد نہیں مگر عقد تو پہلے ہو چکے تھے۔

اب اس چندہ سال کے بعد زید کی لڑکی بچوں ہوئی تو اس نے اپنے عقد کی تنفیخ کا حکم کر دیا اور شہادتیں فراہم کیں۔ اب شرعی طور پر اتنا اس ہے کہ کیا اب جبکہ موت و حیات کی تنظیم میں پھنسا ہوا تھا اور اس نے مقتول کے گھرانے میں اپنی اس شیر خوارہ کا عقد کر دیا تھا، پھر ایک اور طریق اور عمر میں اسے عقد کے پابند ہو گئے اپنے آپ کو بری کرانے کی خاطر جبکہ اس بندہ مظلوم کو وہاں ذات و خوار و عیب ہوئی پھر با عقد درست ہے یا نہیں ہے۔ بصورت ثانی بندہ کسی دوسری جگہ عقد کر کے شرعیہ حد تک گنہگار نے کی گناہ ہے یا نہیں؟ کیا ابتدائی سے باپ نے ہی اختیار نہیں ہے جس میں سزا کا قتل مل سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب : صورت مسائل میں بقدر صحت واقعہ نکاح منعقد نہیں ہوا تھا۔ لڑکی نہ گنہگار آزاد ہے جہاں چاہے اپنی مرضی کے مطابق دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

ہو اور انکو درج ۲ میں ۹۶ میں ہے کہ اگر ہاتھ کا نکاح باپ دادا نے کیا ہے اور واقعات سے معلوم ہوا کہ طبع زور سے کیا ہے اور لڑکی کی مصلحت پر نہیں نظر کی تب بھی نکاح صحیح نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

محرمات غفلت و غلبہ عقلی و درستی و ادا میں۔ مکان
الجواب صحیح خیر الخیر

اس جواب کے بعد لڑکی نے اپنی مرضی اور رضا اور دوسری جگہ ہا تنفیخ صاف نکاح کر لیا اور تقریباً نو برس سے وہاں رہتی رہتی آباد ہے۔ اب لڑکی نے اس کے خلاف دہرایا کیا کہ پہلا نکاح صحیح تھا اب نکاح پر نکاح ہو گیا۔ نکاح خوان حافی اور شہود سے ترک مہلات لازم ہے اور امام کے چھپے نماز نہیں ہوتی جس نے نکاح حافی پڑھایا ہے، انہوں نے کچھ فتوے بھی منکوائے کہ باپ کا کیا ہوا تھا ہے جو صحیح ہے کیونکہ اس نے نیکل میں ہی اہانت دی تھی، چنانچہ اس سلسلہ میں مفتی نیکل احمد صاحب کا جواب ارسال ہے :

(۱) درست ہے ہاتھ کا نکاح باپ کا کیا ہوا صحیح بھی نہیں ہو سکتا سوائے ایک صورت کے کہ باپ معروف ہو، بلا اختیار ہو۔ یعنی باپ ولی ہونے کے اختیار کو زیر ولایت کی مصالغ کے خلاف لگانے میں مشہور و معروف ہو اور مشہور و معروف ہونے کا کم از کم وجہ یہ ہے کہ جیسے قادیانی میں ہے کہ اپنا اختیار ولایت ایک لڑکی کے بارے میں پہلے خلاف مصالغ لڑکی کے کر چکا ہو صرف اسی وقت خلاطریقہ کرنے سے معروف ہو، بلا اختیار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے باپ کا کیا ہوا نکاح صحیح نہیں کیا جا سکتا۔ اب جس طرح ہو سکے اور سے لڑکی سے جبر سے طلاق مل جائے تو طہیجی ہو سکتی ہے۔

۲۔ یہی اختیار ہونے سے خیار بولع حاصل نہیں ہوتا معروف ہو، بلا اختیار ہونے سے حاصل ہوتا ہے جس کا مطلب نمبر ۱ میں عرض کر دیا گیا ہے۔

کتبہ نیکل احمد قادیانی مفتی ہامدا اثریہ سلمہ ۱۴۰۵ھ۔ لاہور ۱۳۸۱/۱۳۸۲ھ

حضرت دادا آپ اس کے حقیقہ واضح ہو چکا کہ باپ بدل بیان فرمائیں۔ کہ تکموجہ و دور میں اس قسم کے عقد ہوتے ہیں اور نتیجہ سوائے لبر آبادی کے کچھ نہیں اور حصول طلاق بھی لائقین سے مشکل ہے اور اب اس لڑکی کی ماں بھی دہرا ہے۔ کیا معروف ہو، بلا اختیار کی جو شریعہ خلاطریقہ نے فرمائی ہے

یہی کی رائے نہیں ہے؟ جبکہ صاحب فتح القدیر، عمر المرقی، مذاہبی فقہاء، و غیرہ میں سوا اختیار کے لئے
والقول شرط ذکر نہیں کیا امید ہے کہ جواب سے فائدہ ملے۔

حدائق الخلی، چھاپریاں۔ سرگودھا

ابلاغ ۱۲۷، ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

الجواب : حامداً و مصلیاً، صورت مسئلہ کا صحیح جواب میرے نزدیک یہ
ہے کہ اس صورت میں لڑکی کو بوقت بلوغ خیارت حاصل ہو گا وہ شرعی قاضی یا مسلمان
حاکم مجاز کی عدالت میں دعویٰ کرے۔ شرعاً شریعہ کے مطابق ثبوت پیش کر کے وہ اپنے
کلیات مسلمان حاکم سے فتح کر سکتی ہے خود بخود نکاح باطل نہیں ہو گا اگر ایسا کرنے اور
فیصلہ فتح نکاح حاصل کرنے کے بعد نکاح ثانی کر لیا ہے تو وہ شرعاً صحیح و درست ہے۔
وہ پورے فتویٰ میں جو یہ کہا گیا ہے کہ یہ نکاح چونکہ باپ نے کیا ہے اس لئے طہر
بلوغ حاصل نہ ہو گا یہ اس معاملہ میں صحیح نہیں ہو گا کیونکہ باپ کا سوا اختیار اس معاملہ
میں ایسا واضح ہے کہ مشہور سوا اختیار ہو نے میں بھی ایسا یقین نہیں ہو سکتا۔

اور طہر شادی نے جو فتح القدیر کی ایک بحث کے ذیل میں معروف سوا اختیار کی
تشریح یہ کی ہے کہ باپ کو معروف سوا اختیار اس صورت میں قرار دیا جائے گا جبکہ
ایک مرتبہ اس سے پہلے اس نے ایسی حرکت کی ہو کہ ایک لڑکی کا نکاح جانتے ہو
یو جھتے ہوئے اس کی مصالحت کے خلاف کر چکا ہو تو اس کی لڑکی کا نکاح صحیح اور نافذ
ہو گیا۔ کیونکہ اس وقت وہ سوا اختیار میں مشہور نہیں تھا۔ دوسری لڑکی کا اسی طرح نکاح
کر دے گا تو اب وہ مشہور سوا اختیار ہو گا۔ یہ تشریح بمشورہ فقہاء کی تصریحات سے
مختلف ہونے کی وجہ سے گل ٹھہر ہے۔ خصوصاً جبکہ اس بحث کے خاتمہ پر خود طہر شادی
نے فتح القدیر کے حوالہ سے اس تشریح کی جو وہ لکھی ہے وہ کوئی جتنی ہی نہیں لکھتے۔

ولو كان المصنع مجروداً فحققت سوء الاختيار بدون الاستظهار لزوم احوالة
المسئلة احسن اولهم و لزم الشكاح ولو بين فاحش او بعد كقول ابن كثر
الولي بما لو جلتاً. (نہج، ص ۳۳، ج ۱، صری)

اس کا حاصل یہ ہے کہ فقہ فاحش کے ساتھ یا غیر کتب میں نکاح کر دینا خود ہی سوا اختیار کو
ثابت کر دیتا ہے تو تحقق سوا اختیار کا متعین ہے۔ اگر صرف تحقق سوا اختیار کا کافی ہو تو آگے یہ شرط
لعم یعرف بسوء الاختيار ہے کہ وہ پہلی ہے۔ اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اختیار نہیں

بعض اوقات ایک شفیق اور عقلمند باپ مہر کی کمی یا غیر کفو ہونے پر اس لئے راضی ہو جاتا ہے کہ دوسرے مصالح اس میں محسوس کرتا ہے۔

مثلاً ایک عالم صالح غیر کفو ہے اور مہر بھی مہر مثل سے کم اور سدا ہے مگر وہ ایسا مشہور و معروف باصلاح عالم ہے کہ اس کے ساتھ لڑکی کی زندگی دنیاوی دنیاوی اعتبار سے خوشگوار رہنے کی قوی امید ہے تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ جب مہر مثل سے کم پر عقد کیا گیا تو مہر کفو میں کیا تو سودا اختیار متعلق ہو گیا وہ سودا اختیار نہیں یا مستندانہ مصالح کا اعتبار ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء کی اصل عبارت ہم معروف بسوء الاختیار ہے اس کا مقصد نکاح یہاں ہے کہ یہ جو حالت مشتبہ نہ ہے کہ باپ نے یہ نکاح اپنی کسی غرض یا حماقت سے کیا ہے لڑکی کے مصالح کو ملحوظ نہیں رکھا۔

جب یہ بات مشتبہ نہ ہے تو حکم یہی ہوگا کہ یہ نکاح نافذ و لازم نہیں ہے۔ اس جملہ ہم معروف کی شرح جو در مختار اور تمام کتب فقہ میں مختلف طور پر لکھی گئی وہ یہ ہے بجاہ و شفا یعنی باپ کا یہ وہ ہے پر داور یا فاسق ہو گا نکاح نافذ نہ ہو۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ جب واضح طور پر یہ ثابت ہو جائے کہ باپ نے اس نکاح میں لڑکی کے مصالح پر نظر نہ کیا ہے بلکہ کسی دوسری غرض یا اپنے فتنے کے لئے کرنا ہے تو باپ کا سودا اختیار معروف اور غیر مشتبہ ہو گیا۔ اب اس کے لئے ہوئے نکاح کو لازم قرار دینے کی وہ صحت باقی نہ رہی جس کی بنا پر باپ دوسرے کے لئے ہوئے نکاح کو دوسرے اولیاء سے اختیار دیا گیا ہے یعنی باپ دادا کا جابر شفیقت اور دوسری صفت پر گہری نظر ہونا اور جب واضح سوال کی طرف براہ امتیاز ثابت ہو جائے کہ باپ نے خاص اپنے فتنے کے لئے یہ کیا کیا ہے لڑکی پر شفیقت کا کوئی حامی اس میں نہیں تو باپ دادا اور دوسرے اولیاء سب برابر ہو گئے۔

خود علامہ شامی نے اس جملہ جہ و شفا کی شرح میں کچھ شرح جمع یہ نقل کیا ہے

حسنی لو عرف من الاب سوء الاختیار السفہ اولطبعه لایجوز

عقده اجماعاً۔ (کتاب، ج ۱ ص ۳۱۸)

اس میں محض باپ کی سفاہت (بے وقوفی) اور طبع جبریت ہو جانے پر عدم انعقاد نکاح کا فیصلہ فرمایا ہے اور اس پر شامی نے بھی کچھ اضافہ نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معروف بسوء الاختیار کے ذیل میں شامی کا اس کی بنیاد پر تمام فقہاء کی تصریحات سے اور خود مستند کی صریح طے سے صرف انکس

نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ محمد بن ربیع نے فتاویٰ میں اس مسئلہ کی تشریح حسب لفظ اہل کی ہے۔
اس میں دوسرے اثر فقہاء کے اقوال داخل بھی ہوئے ہیں۔

(مسئلہ) فی الاب اذا علم منه سوء الاختيار وعدم النظر في العواقب
اذا راجع استنبط القابلة للتخلق بالخير والشر بغير كفو هل يصح ام لا
(اجاب) قال ابن فرغیة فی شرح المصباح لو عرف من الاب سوء
الاختيار لسفهه او لطعمه لا يجوز عقدہ اتفاقا ومثله فی الدرر والفرق
وقال فی البحر فی شرح قول النکز ولو راجع طفله غیر کفو او یمن
فاحسن صح ولم یجز ذالک لغير الاب والجد اطلق فی الاب
والجد وقیده الشارحون وغيرهم بان لا یكون الاب معروفا بسوء
الاختيار حتی لو کان معروفا بذالک معانة او فسقا لعقد باطل علی
المصباح قال فی فتح القدير ومن راجع ابنة الصغیرة القابلة للتخلق
بالخير والشر فمن یعلم انه شریرا وفاسقا فهو ظاهر سوء اختياره ولان
ترك النظر ههنا مقطوع به فلا یعارضه ظهور او اذلة مصلحة لفرق
ذالک مطرا الی شفعة الامورة ثم قال وقد وقع فی اکثر الفتاوی فی
هذه المسئلة ان النکاح باطل قطاهره انه لم یعقد وفی الظهور
یفرق بينهما ولم یقل انه باطل وهو الحق ولذا قال فی الذخیرة فی
قوله فأنکاح باطل ای یطل انتهى کلام البحر والمسئلة شهيرة

(نور الخیر ج ۲۴)

عبارات مذکورہ میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ جب کسی باپ و دادا کے متعلق باطل کے نکاح
میں ترک شفقت اور مصلحت چھٹی ہو جائے تو اس کا کیا ہونا نکاح بھی لازم نہ ہوگا خصوصاً فقہ القدر کے
حوالہ سے یہ ہو نکلا گیا ہے کہ لان ترک النظر ههنا مقطوع به اس میں یہ کوئی چیز نہیں کہ پہلی
مرتبہ کہا گیا ہو یا دوسری مرتبہ فقہ ترک شفقت کا قطعاً یہ عقیدہ ہونا کافی قرار دیا ہے۔ اس سے بھی یہی
واضح ہوتا ہے کہ فقہ القدر کی جو بحث علامہ شامی نے نقل کی ہے وہ محض ایک بحث ہی ہے لیکن تمام کا
فتویٰ اور فیصلہ نہیں ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ علامہ کا فتویٰ مرجع ہے۔ اسی طرح ملتان کے فتویٰ میں بھی جو یہ
نکلا گیا ہے کہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا اگر آدمی آزاد ہے جہاں چاہے نکاح کرے۔ یہ بھی صحیح نہیں جیسا کہ

قوی خیر کی تصریح سے معلوم ہوا کہ جس کسی نے اس کو نکاح کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عدالت کے ذریعہ فتح کرا کر باطل ہو سکتا ہے۔ مکان کے قوتی میں جو حوالہ دیا اور انوار کا دیا گیا۔ صاحب خیر کی تو یہ ہے کہ مطابق اس کا بھی یہی معلوم صحیح ہے کہ کیا دلوں یہ نکاح مرتفع ہو سکتا ہے۔

ثم اعلم ان مأمور من النوازل من ان النكاح باطل معناه انه مبطل كما
 في الذخيرة لان المسئلة مفروضة فيها اذا لم ترض البنت
 بعد ما كبرت كما صرح به في الذخيرة والذخيرة وغيرهما وعليه
 يحمل ما في الفية زوج ابنته الصغيرة من رجل فانه حر الاصل وكان
 معتقاً لغيره باطل بالاختلاف او . (ثانی۔ ص ۳۱۸ ج ۲)

اس لئے مستند کتب کا صحیح جواب یہی ہے جو شروع میں لکھا گیا ہے کہ صورت متعدد سوال میں
 باپ کے کئے ہوئے نکاح پر بھی تاہذا کو خیر فتح ملے گا۔ شروع کا کہ مطابق عدالت مسلمہ سے نکاح فتح
 کرا لے فتح ہو جائے گا اور نکاح فانی کی بہارت ہو جائے گی۔ واعلم اعلم

بندہ محمد شفیع

دارالعلوم۔ کراچی۔ ۱۳

۱۴۱۷ / ۱۹۹۹ھ



اسلامی دستور



اسلام کی بنیاد پر یہ ملک بنا ہے
 اسلام ہی اس ملک کا سامان بنا ہے
 بنیاد پر قائم نہ رہے گا تو فنا ہے
 دنیا کی لٹکاؤں سے نہیں ہات یہ مستور
 ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

اب رات نئی علم کی ، آئے گا سورج
 پھیلے گی ضیاء نور کی ، بھاگے گا اندھیرا
 ہو جائے گا ہر ست اُجھالوں کا بھیرا
 خورشید جو افق پر ہے وہ ہو جائے گی کافور
 ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

قانون الٰہی نہ ٹلا ہے ، نہ ٹٹے گا
 ہر آدم کے خود عقید کو اُچھلنا ہے ، اُچھلے گا
 اس ملک میں اسلام کا ستارہ ہی چلے گا
 بن جائے گی یہ پاک زمین جہاد کہ طور
 ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

اچھائی کو پھیلائیں گے ، روکیں گے بُرائی
 چلے نہیں دی جائے گی بندوں کی بُرائی
 چلے بھی مسلمان ہیں آپس میں ہیں بھائی
 اللہ کا یہ علم ہے ہم لوگ ہیں بنور
 ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

اسلام سکھاتا نہیں انسان کو دورگی
اس کے لئے یکساں ہیں وہ ایسی ہو کر دگی
تہذیب ہماری ہے نہ زوی نہ فرگی
بیجا ہوا یہ ظلم ، وہ رہتا ہوا نامور

ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور
اسلام کی تعلیم یہاں عام کریں گے
سب کا ہو بھلا جس میں وہی کام کریں گے
سب مل کے ترقی کے لئے کام کریں گے
اگر ہو کہ تاجر ہو وہ آقا ہو کہ مزدور

ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور
اسلاف کی ہم زعمہ روایات کریں گے
راضی ہو خدا جس سے وہی بات کریں گے
اس ملک میں قائم وہ مساوات کریں گے
سب شہر و گدا آئیں نظر عزم دسور

ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور
دولت کا یہاں کوئی پھاری نہ رہے گا
انسان کا انسان شکاری نہ رہے گا
چاری ہے خواب ظلم یہ چاری نہ رہے گا
حکلم نظر آئے گا نہ مظلوم نہ مقہور

ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور
آزاد جہاد کو نہ پابند کریں گے
ہاں سود کے بازار کو ہم بند کریں گے
ہم عزت و توقیر ہر منہ کریں گے
محنت جو کرے گا وہ صلہ پائے گا بھرپور

ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

دولت کو بکھیری گئے سینے نہیں دیں گے
 ہاتھوں میں امیروں کے ہی بٹے نہیں دیں گے
 ہم 'جادو' انصاف سے بٹے نہیں دیں گے
 جو پائیں گے خوش حالی جو بد حال ہیں مزدور
 ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور
 اسلام محبت بھی ہے اخلاص و وفا بھی
 تسکین دل دہاں بھی ہے چروں کی ضیا بھی
 ہر درد کا دوا بھی ہے عجم شلا بھی
 کردار ہی کردار ہے اسلام کا مشہور
 ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

[تخت]

